UTL AT DOWNSVIEW
D RANGE BAY SHLF POS ITEM C
39 16 07 24 06 020 4

DS
247
H46G43
1923

Ghazanfar 'Alī
Tarikh-i Banī Hashim
[Tab. 1]

PLEASE DO NOT REMOVE
CARDS OR SLIPS FROM THIS POCKET

UNIVERSITY OF TORONTO LIBRARY

جلد

Gazanfar 'Ali

Tarikh-i Bani Hashim

باسمہٖ سبحانہٗ

سخن بہ ارزش خود نازد و نمیدانم
کدام گوش نہاد است بر فسانۂ من

تاریخ بنی ہاشم

تالیف

احقر عباد اللہ الیہ غضنفر علی غفر اللہ لہ و لوالدیہ

منشی محمد اسمٰعیل کے اہتمام سے

ادبی پریس لکھنؤ میں چھپی

سنہ ۱۹۲۳ء

بار اول

DS
247
H46G43
1923

LIBRARY
FEB 14 1968
UNIVERSITY OF TORONTO

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین ولا عدوان الا علی الظالمین والصلوٰۃ والسلام علی خیر خلقہ محمد و آلہ الطاہرین۔ رب ھب لی حکماً والحقنی بالصالحین واجعل لی لسان صدق فی الآخرین۔ **امابعد**۔ تاریخ بنی ہاشم تین حصون پر منقسم ہے۔ یہ پہلا حصہ ہے۔ دوسرے حصہ مین اُن علوی و عباسی حکمرانون کا مذکور ہے جو عرب و عراق و مغرب اقصیٰ و مصر وطبرستان و مازندران مین فرمانروا ہوئے۔ تیسرے حصہ مین اشراف مکہ یعنی ملک الحجاز کے خاندان اور امراے یمن اور سلاطین صفویہ اور دیگر ہاشمی رؤسا کا بیان ہے۔ اولاً برسبیل اختصار تاریخ و اہل تاریخ کا کچھ ذکر کیا گیا ہے۔ اور یہی مقدمہ کتاب ہے۔

یارب چو صبح صدق و صفایش نصیب باد — این نامہ را کہ در دل شبہا نوشتہ ایم
ہرگز گمان مبر کہ درین دفتر شگرف — افسانہای قیصر و کسریٰ نوشتہ ایم
یا اینکہ بستہ ایم طرازی بکلک فکر — صنع ملوک حیرہ و صنعا نوشتہ ایم
یا ہرچہ کردہ ایم نگارش برین ورق — سرِ حدیث ہدہد و عنقا نوشتہ ایم
حرفی زداد و دانش و دین ست اینکہ ما — بہرِ نشاط خاطرِ دانا نوشتہ ایم

غضنفر علی زیدی الواسطی

مقدمہ

یورپ کے بعض مورخ مسلمانون پر تعریض کرتے ہین کہ وہ فن تاریخ سے ناآشنا تھے سری صدی ہجری مین جب فلسفۂ یونان کے ساتھ یونانی تاریخین بھی اُن کے وقت وہ تاریخ سے باخبر ہوئے۔ مگر یہ تعریض قصور نظر ہے۔ کیونکہ مسلما

ملمبع ہین اور قرآن مین تاریخ کو بنظر عبرت مطالعہ کرنے کی طرف جا بجا اشارات ہین مثلاً
وَكُلاًّ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْبَاءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ (اے محمدؐ) تمام اہم اخبار پیغمبرون
کے تمھارے ثبات قلب کے لیے ہم تم سے بیان کرتے ہین۔ تلك القرىٰ نَقُصُّ عَلَيْكَ
من انباءِ ھا۔ یہ بستیان ہین جن کے بعض اخبار ہم تم سے بیان کرتے ہین۔ فاقصص
القصص لعلھم یتفکرون۔ تم ان لوگون سے اخبار (نصیحت آمیز) بیان کرو تاکہ یہ انھین
غور و تامل کرین۔ کان فی قصصھم عبرۃ لاولی الالباب۔ تاریخ انبیا ہی مرسلین مین
ارباب عقل کے لیے پند و نصیحت ہے۔ پیشوایان اسلام نے شروع ہی سے قرآن کی
اس تعلیم سے فائدہ اُٹھایا ہے۔ چنانچہ حضرت علیؑ نے اپنے آخر دور حیات مین اپنے
جانشین امام حسنؑ کو جو وصیت نامہ لکھا ہے اُس مین ہے کہ "اَیْ بُنَیَّ اِنِّیْ وَاِنْ لَمْ
اکن عُمِّرْتُ عمر من کان قبلی۔ فقد نظرت فی اخبارھم و سرتُ فی آثارھم حتی عدت کاحدھم
بل کانی بما انتھی الیّ من امورھم قد عمرتُ مع اولھم الیٰ آخرھم۔ فعرفت صفو ذلك
من کدرہٖ و نفعہ من ضررہ فاستخلصت لك من کلّ امر نخیلہ و توخیت لك جمیلہ
وصرفت عنك مجھولہ۔ اے فرزند اگرچہ مین نے اتنی عمر نہین پائی جتنی کہ مجھ سے
پہلے لوگون نے پائی مگر یہ ہوا کہ مین نے اُن لوگون کے اخبار پر نظر کی اور اُن کے
آثار کی سیر کی یہان تک کہ مین تجربون کے اعتبار سے ایسا ہو گیا کہ گویا انھین مین
سے ہون بلکہ جتنے ممتد زمانے کی تاریخ پر مین مطلع ہوا گویا مین نے اتنی ہی عمر دراز پائی۔
مین نے تاریخ کے صاف و کدر و نفع و ضرر کو خوب جان لیا ہے اور صاف خلاصہ خوشنما
صورت مین تمھارے لیے مہیا کر دیا ہے۔

افسوس کہ شروع مین مسلمانون کو کچھ ایسے ناگوار واقعات پیش آگئے کہ اُن کا زیادہ
وقت لڑائیون مین صرف ہوا اور تدوین علوم و فنون کا موقع نہ ملا۔ البتہ سنہ ۴۱ھ و سنہ ۶۰ھ ہجری
کے مابین امیر شام معاویہ بن ابی سفیان نے اپنے عہد سلطنت مین علبید بن شریہ جرہمی کو یمن
اا ا۔ کہا گیا ہے کہ عبید تاریخ شاہان عرب و عجم سے باخبر تھا اس نے دو کتابین لکھائین
ا، کتاب الملوک۔ اسی عہد مین زیاد حاکم عراق نے بھی مثالب عرب مین ایک

کتاب لکھی۔ چونکہ خود مجہول النسب تھا اس لیئے انساب عرب مین عیب چینیان کرکے دل کا بخار نکالا امیر معاویہ کے وقت سے لیکر یزید کے زمانہ سلطنت تک سرجون مسیحی[1] امیرالممالک اور قنان بن متی مسیحی بھی کاتب دربار رہا مگر ان دونون کی یادگار کوئی سیاسی کتاب تک نمایان نہ ہوئی[2]۔ امیر معاویہ کا پوتا خالد بن یزید طبعاً فنون و صنائع کی طرف راغب تھا۔ اُس نے ایک رومی راہب سے جس کا نام دیانس تھا اور ایک مسیحی عالم سے جو اصطفن کے نام سے روشناس تھا تعلیم حاصل کی اور فنون مختلفہ مین خود تین رسالے لکھے ہین[3] خلیفہ عمر بن عبد العزیز ماہ صفر ۹۹ھ ہجری مین تخت دمشق پر بیٹھا۔ بنی امیہ مین یہ خلیفہ اپنی نیک عادتون کے اعتبار سے سب سے جدا تھا اس نے ابن شہاب زہری کو تدوین علوم دینیہ پر مامور کیا[4] عمر بن عبد العزیز نے ۱۰۱ھ مین اور ابن شہاب نے ۱۲۴ھ مین دنیا سے انتقال کیا اور عہد عمر بن عبد العزیز سے اس وقت تک زہری بدستور دامن دولت سے وابستہ رہے۔ اور اگرچہ دیگر کاروبار سلطنت پر بھی گاہ گاہ مامور ہوئے مگر خدمت علوم بطور خاص اُن کو تفویض رہی چنانچہ کتبخانہ شاہی مین ان کے مدوّنات کے انبار لگ گئے[5] ولید بن یزید جب خلیفہ ہوا چونکہ وہ خود شاعر و آزاد منش آدمی تھا اُس نے اپنے میلان طبیعت کے موافق دار العلم خلافت مین یہ اضافہ کیا کہ حماد بن ابی لیلی سابور المتوفی ۱۵۶ھ سے اشعار عرب کو جمع کرایا اور کچھ تاریخ عرب بھی لکھائی۔ حماد نے خود کوئی کتاب تصنیف نہین کی بلکہ اور لوگون نے اُس سے اشعار و اخبار عرب کو نقل کیا ہے[6] پھر دور خلفائے عباسیہ ۱۳۲ھ سے شروع ہوا اور خلیفہ منصور عباسی نے امام مالک کو اصول تالیف تعلیم کرکے اُن سے موطا ایک مجموعہ حدیث لکھایا[7] اور بہت جلد اہل علم مین طریقہ تالیف و تصنیف جاری ہو گیا چنانچہ محمد بن السائب الکلبی المتوفی ۱۴۶ھ کے جد و جہد سے تفسیر و تاریخ و

---

[1] کتاب الفہرست ابن الندیم مطبوعہ یورپ [2] کتاب الفہرست و ابن خلکان مطبوعہ مصر [3] فتح الباری شرح صحیح بخاری باب کتابۃ العلم مطبوعہ دہلی [4] تذکرۃ الحفاظ ذہبی مطبوعہ حیدرآباد۔ [5] ابن خلکان و کتاب الفہرست [6] مقدمہ تاریخ ابن خلدون مطبوعہ مصر ۱۲۔

انساب مین دفتر کے دفتر مرتب ہو گئے اور عوانہ بن الحکم بن عیاض المتوفی ۱۴۷ھ نے کتاب التاریخ اور کتاب سیرۃ معاویہ و بنی امیہ لکھی اور ابو عبداللہ محمد بن اسحٰق بن یسار المتوفی ۱۵۱ھ نے کتاب السیرۃ و کتاب الخلفاء لکھنے کا شرف حاصل کیا۔ اور ابو مخنف لوط بن یحییٰ بن سعید بن مخنف بن سُلیم الازدی المتوفی قبل ۱۷۰ھ نے کتاب الردہ و کتاب فتوح الشام و کتاب فتوح العراق و کتاب الجمل و کتاب الصفین وغیرہا بہت سی مبسوط کتابین لکھین۔ یہ علماء دور اول کے مشہور تاریخ نگار ہین۔ دوسرے دور مین جو زیادہ مشہور مورخ ہوئے وہ یہ ہین۔ ہشام بن محمد بن السائب الکلبی المتوفی ۲۰۶ھ۔ محمد بن عمر الواقدی المتوفی ۲۰۷ھ۔ ابوالحسن علی بن محمد المدائنی المتوفی ۲۱۵ھ۔ محمد بن سعد صاحب الطبقات المتوفی ۲۳۰ھ۔ اور تیسرے دور مین ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبۃ الدینوری المتوفی ۲۷۰ھ۔ احمد بن یحییٰ بن جابر البلاذری المتوفی ۲۷۹ھ۔ ابو حنیفہ احمد بن داؤد الدینوری المتوفی ۲۸۱ھ۔ ابو جعفر محمد بن جریر الطبری المتوفی ۳۱۰ھ۔ احمد بن ابی یعقوب بن جعفر بن وہب بن واضح کاتب عباسی معروف بہ یعقوبی المتوفی تقریباً ۲۱۶ھ۔ بیشتر اہل تاریخ مین روشناس ہوئے۔ اور چوتھے دور مین ابوالحسن علی بن الحسین المسعودی المتوفی ۳۴۶ھ۔ ابوالفرج علی بن الحسین الاصفہانی المتوفی ۳۵۶ھ۔ ابن الندیم صاحب کتاب الفہرست المتوفی ۳۸۵ھ۔ زیادہ نامور ہوئے۔

ابن الندیم نے کتاب الفہرست مین لکھا ہے کہ علماء کے نزدیک ابو مخنف کو اخبار و فتوحات عراق مین اور ابوالحسن مدائنی کو اخبار خراسان و فارس و ہند مین اور واقدی کو اخبار حجاز و سیرۃ مین باعتبار وسعت معلومات اور اہل تاریخ پر ترجیح ہے۔ اور اخبار شام مین سب مشترک ہین۔

چوتھے دور کے مورخون کے بعد تقریباً دو سو برس تک فن تاریخ کی طرف اہل علم کو کم توجہ رہی۔ اس زمانہ کی تصنیفات مین سے ابو علی احمد بن مسکویہ المتوفی ۴۲۱ھ کی تاریخ تجارب الامم اور ابوالریحان محمد بن احمد خوارزمی المعروف بہ علامہ بیرونی المتوفی تقریباً ۴۴۰ھ کا جغرافیہ بہت مشہور ہین۔ قریب قریب اسی عہد مین طبقۂ محدثین مین سے حاکم

صاحب مستدرک المتوفی ۴۰۵ھ اور ابو بکر خطیب بغدادی المتوفی ۴۶۳ھ اور ابن عساکر المتوفی ۵۷۱ھ اور ابن الجوزی المتوفی ۵۹۷ھ نے بھی فن تاریخ مین مبسوط کتابین تالیف کین ۔
بعد ازین متاخرین نے پھر تاریخ کی تکمیل و تہذیب مین سعی شروع کی ۔ اوران مین سے ابو الحسن علی بن ابی الکرم محمد بن محمد بن عبد الکریم بن عبد الواحد الشیبانی المعروف بابن الاثیر الجزری الملقب بہ عز الدین صاحب تاریخ الکامل سب سے گوئے سبقت لے گئے ۔ انھون نے ۶۳۰ھ مین وفات پائی ۔ یہ تین بھائی ہین اور تینون ابن اثیر کے نام سے مشہور ہین اور سب صاحب تصنیفات ہین ۔ ایک یہ اور دوسرے ابو السعادات ابن الاثیر صاحب جامع الاصول و نہایہ اور تیسرے ابو الفتح ابن الاثیر مؤلف المثل السائر فی ادب الکاتب والشاعر ۔ اسی زمانے مین سبط ابن الجوزی شمس الدین یوسف بن قزغلی حنفی المتوفی ۶۵۴ھ نے تاریخ مرآۃ الزمان اور قاضی شمس الدین احمد بن محمد شافعی المتوفی ۶۸۱ھ نے تاریخ وفیات الاعیان اور ابو الفدا اسمٰعیل ملک حماۃ المتوفی ۷۳۲ھ نے تاریخ المختصر فی اخبار البشر نہایت پسندیدہ تاریخین لکھین ۔ ان کے بعد عبد الرحمن بن محمد المغربی المعروف بہ ابن خلدون المتوفی ۸۰۸ھ ۔ اور تقی الدین احمد بن علی المعروف بہ مقریزی المتوفی ۸۴۵ھ نے بھی جو تاریخین لکھین وہ باعتبار اپنی جامعیت کے بہت مفید خیال کی گئین ۔ اس دور مین بھی محدثین مین سے شمس الدین محمد بن احمد الذہبی المتوفی ۷۴۸ھ اور ابن کثیر الدمشقی المتوفی ۷۷۴ھ نے بڑی بڑی تاریخین لکھین ۔

ابن خلدون نے خیال کیا ہے کہ اہل اسلام مین سب سے اول تاریخ عام مسعودی نے لکھی اور اسی وجہ سے مسعودی کو ابن خلدون نے امام المورخین قرار دیا ہے ۔ مگر مسعودی سے کسی قدر پہلے یعقوبی نے تاریخ عام لکھی ہے ۔ اور اس لیئے ہمارے عہد کے مشہور مسیحی مؤرخ جرجی زیدان نے یعقوبی کو مسعودی پر مقدم رکھا ہے ۔ یعقوبی کی ایک تاریخ کا تذکرہ مسعودی نے بھی مروج الذہب کے دیباچہ مین کیا ہے ۔ ابن الندیم نے کتاب الفہرست مین اور مسعودی نے دیباچہ مروج الذہب مین مسلمان مورخون کی طولانی فہرستین لکھی ہین مگر افسوس کہ اُن مین سے معدودے چند ہی کی تصنیفات ہم تک پہونچین اور وہ بھی اہل یورپ اور اہل مصر کی عنایتون سے ۔

ابن الندیم نے کتاب الفہرست مین اور علامہ جلال الدین سیوطی نے بغیۃ الوعاۃ[1] مین ابوحنیفہ دنیوری کی بہت تعریف کی ہے اور اُنکو بلا اختلاف معتبر و ثقہ باور کیا ہے۔

ہمارے زمانہ مین بہت سی کتابین مصنفات متقدمین و متاخرین مین سے فنون مختلفہ جغرافیہ و تاریخ وغیرہ مین یورپ و مصر و بیروت و قسطنطنیہ سے طبع ہو کر شائع ہوئی ہین جلنسے تاریخ لکھنے والون کو کافی مدد ملتی ہے۔ حسن قبول خداداد ہے۔ ان مین سے تاریخ کبیر طبری کو شروع سے اب تک سب پسند کرتے آئے ہین اور نامور مورّخون نے اسی کو سب سے زیادہ معتبر و معتمد علیہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ ابن اثیر تاریخ کامل کے دیباچہ مین لکھتے ہین کہ ہر شخص جو بتامل میری اس کتاب کو مطالعہ کرے گا جان لے گا کہ کوئی دوسری کتاب ایسی جامع اخبار نہین ہے۔ کیونکہ مین نے شروع سے امام ابوجعفر طبری کی تاریخ کبیر سے اخذ کیا ہے اس لیے کہ یہی کتاب سب کے نزدیک معتبر و معتمد ہے اور بروقت اختلاف اسی کتاب کی طرف سب رجوع کرتے ہین۔"

اور ابن خلدون اپنی تاریخ کی تیسری جلد مین واقعات جنگ جمل لکھنے کے بعد تحریر فرماتے ہین کہ "یہ واقعاتِ جنگ جمل بطور خلاصہ کتاب ابوجعفر طبری سے ہمنے نقل کیے ہین۔ کیونکہ اس کتاب پر ہمکو اعتماد ہے اور یہ کتاب اُن ہفوات سے پاک ہے جو ابن قتیبہ وغیرہ کی کتابون مین موجود ہین۔"

ہمکو اس موقع پر یہ بھی ظاہر کر دینا چاہیے کہ انہی ابوجعفر طبری کو بعض لوگون نے شیعی بلکہ رافضی و ملحد تک بھی کہا ہے۔ جیساکہ ابن اثیر نے تاریخ کامل مین بسلسلہ حوادث ۳۱۰ھ ان اقوال کو طبری کے ذکر مین نقل کیا ہے اور پھر ان اقوال کی تردید کرکے ثابت کیا ہے کہ یہ سب اُن حاسدون کی افترا پردازیان تھین جو طبری کے فضل و کمال سے جلتے تھے۔

ابن الندیم نے نہایت شرح وبسط سے طبری کا ذکر کیا ہے اور علوم دینیہ مین اُن کو کاملین سے شمار کیا ہے اور اُنھین ائمہ اربعہ کی صف مین جگہ دی ہے۔ ابن خلکان نے بھی فضائل طبری کا اعتراف کرتے ہوئے اُن کی نسبت لکھا ہے کہ وکان ثقۃ فی نقلہ وتاریخہ

---

[1] مطبوعہ مصر۔

اصح التواریخ وانتہا۔

تاریخون کو تدبر سے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ متقدمین مین العتبی اور ابو عبد الرحمن خالد بن ہشام اور ابو الفرج اصفہانی تینون نسل بنی امیہ مین سے تھے ان مین ابو الفرج سب سے زیادہ دشمن بنی ہاشم ہے۔ اُس نے کتاب مقاتل الطالبین محض اس قصد سے لکھی تھی کہ عباسیون اور علویون کو اور لڑائے۔ چنانچہ وہ اس فریب مین اس حدتک کامیاب ہوا کہ اب تک بعض سادہ لوح شیعہ اُس کو مائل بتشیع خیال کرتے ہین۔ ابو الفرج نے اپنی مشہور کتاب اغانی کو بھی خلاف بنی ہاشم بہت سی جھوٹی روایتون سے پر کیا ہے۔ ہمارے نزدیک مورخ یا ناقد کے لیے یہ شرط لگانا تو محض تکلف بیجا ہے کہ وہ قطعًا اس مستقیم ہو اُس کا ذہن کسی مذہب وملت کسی قوم وگروہ کی طرف مائل ہی نہ ہو۔ یہ ایسی شرط ہے کہ آج تک نہ کوئی اس کو پورا کر سکا نہ آئندہ امید۔ مگر ہان یہ ضرور ہے کہ تدین وصداقت سے دستکش ہو کر اعتبار پر حملہ آور ہونا عیب ہے۔ ہر شخص کے میلان طبع کا اندازہ اُس کے کردار واسلوب گفتار سے ہوجاتا ہے بشرطیکہ تدبر سے کام لیا جائے۔ کلام مجید مین ارشاد ہے کہ لو نشاء لارینا کھم فلعرفتھم بسیماھم ولتعرفنھم فی لحن القول۔ اگر ہم چاہتے ضرور دکھا دیتے تم کو اُن لوگون کو بس تم پہچان لیتے اُن کو اُن کے قیافہ سے اور ضرور تم اُن کو پہچان لوگے۔ اسلوب کلام مین۔ تنقید کردار مین اس امر کو ملحوظ نظر رکھنا لازم ہے کہ کوئی فعل کیسا ہی خوشنما کیون نہو اگر حسن نیت پر مبنی نہین ہے تو قبیح ہے اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ۔ دیر تک اور دور تک سلسلۂ افعال پر غور کرنے سے اس کا پتہ لگ جاتا ہے کہ کس غرض اور کس نیت سے یہ فعل وقوع مین آیا ہے۔

علامہ ابن الجوزی اپنی قابل قدر کتاب تلبیس ابلیس[1] مین فرماتے ہین کہ عموماً اصحاب مذاہب کا یہ طریقہ ہے کہ وہ

واعلم ان عموم اصحاب المذاهب يعظم في قلوبهم الشخص فيتبعون قوله من غير تدبر بما	جس کے معتقد ہوتے ہین اُس کے قول کو بغیر تدبر قبول کر لیتے ہین اور یہ عین گمراہی ہے

[1] مطبوعہ دہلی مطبع فاروقی۔

قال وھذا اعین الضلال لان النظر ینبغی ان یکون الی القول لا الی القائل کما قال علی علیہ السلام للحرث بن حوط وقد قال لہ اتظن انا نظن ان طلحۃ والزبیر کانا علے باطل فقال لہ یا حارث انہ ملبوس علیک ان الحق لا یعرف بالرجال اعرف الحق تعرف اھلہ۔

چاہیے کہ نظر قول پر ہو نہ قائل پر حارث نے علی علیہ السلام سے کہا کہ آپ کیا یہ گمان رکھتے ہین کہ ہم طلحہ و زبیر کو حق پر نہین خیال کرتے حضرت علیؑ نے فرمایا کہ حارث تجکو یہ اصول تنقید معلوم نہین ہے کہ اول حق کو پہچاننا چاہیے اس کے بعد آپ ہی معلوم ہو جائے گا کہ کون اہل حق ہے نہ یہ کہ بغیر تمیز حق و باطل جس کو بڑا مانا اُس کے قول و فعل کو حق سمجھ لیا۔

حضرت علیؑ کے اس قول کو یعقوبی نے اپنی تاریخ[۵] مین اور علامہ جاحظ نے کتاب البیان والتبیین[۵] مین اور امام غزالی نے رسالہ المنقذ من[۵] الضلال مین بھی نقل کیا ہے۔

مطالعہ تاریخ و اخبار مین شرط تدبر خصوصیت کے ساتھ اس لیے ہے کہ حقیقت خبر مین احتمال صدق و کذب کو دخل ہے۔ خبر سچی بھی ہو سکتی ہے اور جھوٹی بھی۔ اگر خبر معقول اور قرین قیاس ہوتی ہے تو فوراً قبول کر لی جاتی ہے۔ قرآن مجید مین ہے کہ (وجاء رجل من اقصا المدینۃ یسعیٰ قال یا موسیٰ ان الملا یأتمرون بک لیقتلوک فاخرج انی لک من الناصحین) ایک شخص شہر کے اُس سرے سے لپکتا ہوا آیا (اور حضرت موسیٰ سے کہا کہ) ہان سرداران (دولت فرعون) آپ کے قتل کرنے کے متعلق باہم مشورہ کر رہے ہین لہذا آپ نکل جائیے مین (چونکہ) آپ کے خیرخواہون مین سے ہون (اس لیے آپ کو مطلع کرتا ہون اور یہ رائے دیتا ہون) یہ سنکر حضرت موسیٰؑ فوراً مصر سے نکل گئے کچھ مزید تحقیقات نہین کی کیونکہ قرائن تمام اس خبر کی صحت کے موئد تھے۔ بات یہ تھی کہ ایک قبطی حضرت موسیٰؑ کے ہاتھ سے مارا جا چکا تھا۔ سرداران فرعون کی مخالفت بھی معلوم تھی۔ انتقام کی کوشش بھی قرین قیاس تھی۔ مخبر کا دور سے دوڑتے ہوئے آنا اور خبر دینا بھی اُسکی نیک نفسی و خیرخواہی کی دلیل تھا۔

---

[۵] مطبوعہ یورپ [۵] مطبوعہ مصر [۵] مطبوعہ مصر۔

جب صحت خبر کے متعلق قرائن واضحہ نہین قائم ہوتے تو اُس مین غور و تامل کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید مین ہے کہ مخبر سبا نے حضرت سلیمان سے کہا کہ (اَحَطتُ بِمَا لَم تُحِط بِہٖ وَجِئتُکَ مِن سَبَاٍ بِنَبَاٍ یَقِینٍ) مین نے وہ حال معلوم کر لیا کہ جو آپ کو معلوم نہ تھا اور مین ملک سبا سے ایک یقینی خبر آپ کے پاس لایا ہون۔ پھر ملکہ بلقیس اور اُن کے عظیم الشان تخت اور اُن کی قوم کی آفتاب پرستی کا حال بیان کیا۔ یہ سب کچھ سنکر حضرت سلیمانؑ نے کہا کہ (سَنَنظُرُ اَصَدَقتَ اَم کُنتَ مِنَ الکَاذِبِینَ) ہم غور و تامل کرین گے کہ تو نے سچ بیان کیا ہے یا تو جھوٹ بولنے والون مین سے ہے۔

تنقید اخبار کے دو طریقے شروع سے اہل اسلام مین شائع ہین۔ ایک خبر دینے والے کو دیکھنا کہ معتبر ہے یا غیر معتبر۔ دوسرے خبر کو دیکھنا کہ فی نفسہ ممکن ہے یا ممتنع اور زیادہ خبر ہی کو دیکھنا چاہیے کیونکہ الکذوب قد یصدق۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جھوٹا سچ بولتا ہے۔ اس لئے یہ بہتر ہے کہ اول غور کر لیا جائے کہ وہ واقعہ جس کے متعلق خبر دی جاتی ہے ممکن الوقوع ہے۔ اور اُس کا وقوع دلائل عقلیہ کے منافی تو نہین ہے۔ اگر ایسا ہے تو قبل اس کے کہ زحمت تنقید رواۃ برداشت کی جائے وہ خبر قابل رد ہے۔ چنانچہ نامور محدث ابن الجوزی فرماتے ہین کہ ما احسن قول القائل اذا رایت الحدیث یباین المعقول او یخالف المنقول او یناقض الاصول فاعلم انہ موضوع[1]۔ اور شریف مرتضیٰ شیعی المتوفی ۳۵۵ھ کا بھی قول ہے کہ ان کل خبر اقتضی ما تنفیہ ادلۃ العقول فہو باطل مردود الا ان یکون لہ تاویل سائغ غیر متعسف فیجوز ان یکون صحیحا و معناہ مطابق الادلۃ[2]۔ لیکن اس قانون کے مطابق پرکھنے مین بڑی ضرورت یہ ہے کہ پرکھنے والا عالم وسیع النظر اور حکیم باخبر ہو ورنہ ہم دیکھتے ہین کہ ناقص العقل مدعیان علم و فضل ممکن کو ممتنع اور ممتنع کو ممکن خیال کر کے مشکلین بڑھا دیتے ہین اور خرابیان پیدا کر دیتے ہین۔

اب ہم اُن اسباب کا ذکر کرتے ہین جو صحت و جامعیت تاریخ مین خلل انداز ہوتے ہین

---

[1] تدریب الراوی سیوطی مطبوعہ مصر ص ۹۲ [2] تنزیہ الانبیا مطبوعہ ایران ۱۲۰

(۱)

واقعات پر سرسری نظر کرنا اور اُن کے اسباب وعلل کو دریافت کرنے مین مسامحت کو دخل دینا۔ مثلاً علامہ ابن خلدون لکھتے ہین کہ امیر شام معاویہ بن ابی سفیان نے جزیرۂ قبرس پر لشکر کشی کا جب قصد ظاہر کیا تو حضرت عمرؓ نے اُن کو لکھ بھیجا کہ "خدا کی قسم مین قیامت تک کسی مسلمان کو بحر شام مین سفر نہ کرنے دونگا کیونکہ مجکو یہ خبر پہونچی ہے کہ بحر شام زمین کے طولانی حصے پر محیط ہے اور یہ دریا روز و شب خدا سے زمین کو غرق کر دینے کی اجازت مانگا کرتا ہے پھر بھلا مین لشکر کو کیونکر اس کافر دریا مین کشتیون پر سوار ہونے دون۔ خدا کی قسم ایک مسلمان کی جان مجکو تمام ممالک روم سے زیادہ عزیز ہے۔"
یہ واقعہ مسلمانون کے ساتھ افراط محبت پر محمول کیا جاتا ہے اور ابن خلدون کے سوا اور مورخون نے بھی اسی انداز سے نقل کیا ہے مگر حقیقۃً ایسا نہین ہے کیونکہ کوئی باور نہین کر سکتا کہ حضرت عمرؓ اس درجہ ناآزمودہ کار و ضعیف القلب تھے کہ یون سفر دریا سے ڈرتے تھے۔ جس نے تاریخ کو تدبر سے مطالعہ کیا ہے وہ جانتا ہے کہ یہ ممانعت فوج کشی نہایت دقیق سیاسی مصلحت پر مبنی تھی۔ اُس وقت امیر معاویہ کے استبدادی جذبات کے بہت کچھ آثار اہل نظر پر نمایان ہو چکے تھے اور جن کو سیاحت شام مین خود حضرت عمرؓ مشاہدہ فرما چکے تھے اسلیے خوف تھا کہ مبادا وہ قبرس کو بھی فتح کر کے کہین ملک شام کی طرح اُس پر مسلط ہو جائین اور سب مسلمان اُس سے اپنے اپنے حقوق کے موافق متمتع نہو سکین۔

(۲)

خصومت و انحراف کی تحریک سے علت واقعہ خلاف حقیقت قرار دینا۔ مثلاً مسیحی مورخون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کے غزوات و محاربات کی علت حب جاہ ٹھرائی ہے۔ اور عوام کو اشتباہ مین ڈالنے کا اُن کو یہ موقع ملگیا ہے کہ مسلمان بادشاہون کی لڑائیون کو جنھین وہ اکثر اسلامی جہاد سے تعبیر کیا کرتے تھے بعض حالتون مین بآسانی دنیاوی جنگ و جدال ثابت کر دیا جاتا ہے۔ اور پھر اُسی پر غزوات و جہاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کو قیاس کرنے پر زور دیا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ محض مغالطہ ہے۔

(۳)

مقصود قائل کو نہ سمجھنا اور اُس کے قول کو اپنے قیاس اور سمجھ کے موافق نقل کرنا مثلاً عبداللہ بن عمر نے روایت کی کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میت پر اُس کے قرابت دارون کے رونے سے عذاب ہوتا ہے۔ حضرت عائشہ سے جب اس روایت کا ذکر کیا گیا تو ام المؤمنین نے فرمایا کہ ابن عمر نے پورے طور پر اس حدیث کو اخذ نہین کیا بات یہ تھی کہ آنحضرتؐ ایک یہودی کی قبر کی طرف سے گذرے اُس مدفون کے اقارب اُس پر رو رہے تھے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ یہ لوگ تو رو رہے ہین اور اُس پر قبر مین عذاب ہو رہا ہے۔"

ابن عمر نے عذاب کو معلول گریہ گمان کر لیا اور خیال کر لیا کہ یہ امر ہر میت کے لیئے عام ہے۔ ظاہر ہے کہ عدم تدبر سے کسقدر واقعے کی صورت بدل گئی۔

(۴)

عوام کی برہمی کے خوف سے صحیح واقعات کے اظہار سے باز رہنا۔ مثلاً ابن جریر طبری نے تاریخ مین واقعات کو مسلسل لکھتے لکھتے اُس مراسلت کی نقل کو ترک کر دیا جو محمد بن ابی بکر صدیق اور امیر معاویہ سے ہوئی تھی اور لکھدیا کہ "کرھت ذکرھا لما فیہ مما لا یحتمل سماعھا العامۃ۔" عوام اُس کے سننے کی تاب نہین لا سکتے اس لیئے مین اُسکا ذکر کرنا پسند نہین کرتا ہون۔

(۵)

مورخ کی کوتاہ نظری مثلاً ابن خلدون نے لکھا ہے کہ:-

وما لم یصل الینا من العلوم اکثر مما وصل فاین علوم الفرس، التی امر عمر رضی اللہ عنہ بمحوھا عند الفتح	بہ نسبت اُن علوم کے جو ہمین پہونچے ہین وہ علوم کہین زیادہ ہین جو ہم تک نہین پہونچے۔ وہ علوم اہل فارس کہان ہین جو فتح عجم کے وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم سے مٹا ڈالے گئے۔

لـه رسالہ انصاف شاہ ولی اللہ محدث دہلوی مطبوعہ دہلی ملاحظہ طلب ۳۰

چونکہ ابن خلدون کو تاریخ عجم مین پورا دخل نہ تھا اس وجہ سے یہ غلطی کی۔ واقعہ یہ ہے کہ سکندر جب ایران پر مسلط ہوا تو اُس نے علوم عجم کو اپنی زبان مین ترجمہ کرانے کے بعد فارسی کتابون کو تلف کرا دیا تاکہ مفتوح قوم کے پاس کوئی ذریعہ فخر و ترقی باقی نہ رہے۔ پھر بعد مدت مدید اردشیر ساسانی نے اپنے علوم کا تفحص شروع کیا تھا مگر ظاہر ہے کہ جیسا کامیاب ہوا ہوگا۔

(۶)

اپنے مذہب کی بیجا طرفداری۔ مثلاً علامہ تاج الدین سبکی نے طبقات شافعیہ[۱] مین لکھا ہے کہ "شیخ ذہبی کو مذہب حنابلہ کی طرف میل شدید تھا اور وہ شافعی و اشعری علما کے ذکر مین انصاف کو مطلق دخل نہین دیتے تھے۔ اور اُن کی عیب چینیان کیا کرتے تھے اور نیکی اُن کا ذکر نہین کرتے تھے۔ ذہبی کی بڑی تاریخ مین اگر یہ نقص و تعصب نہ ہوتا تو کیا ہی اچھی تاریخ ہوتی"

(۷)

کسی حکومت کا کسی قوم و ملت کی مخالفت پر تیار ہو جانا۔ اس صورت مین اکثر واقعات صحیحہ چھپا ڈالے جاتے ہین یا اُن کو تلبیس بیان کیا جاتا ہے اور قرنہا قرن تک اس خرابی کے آثار صفحۂ ہستی پر باقی رہتے ہین اور حقیقت امر پر عوام الناس مطلع ہونے نہین پاتے۔

عرب کا مختصر جغرافیہ

خطۂ عرب کے حدود اربعہ یہ ہین۔ جنوب مین بحر عرب مغرب مین بحر قلزم مشرق مین خلیج فارس شمال مین ملک شام۔ چونکہ تین طرف سمندر اور ایک طرف خشکی سے ملحق ہے اسلیئے اصطلاح حال مین اُس کو جزیرہ نما کہتے ہین۔ مگر قدیم جغرافیہ نگارون نے اُس کو جزیرہ بھی کہا ہے اور یہ شاید اس لیے کہ دریائے فرات شمال کی جانب بھی ہے۔ برّ عرب کا طول تقریباً چودہ سو میل اور عرض گیارہ سو پچاس میل ہے۔ ابوالفدا کا قول ہے کہ عرب کے گرد معمولی رفتار سے تقریباً سات ماہ گیارہ روز سفر کرنے کے بعد سیاح اسی جگہ پہونچ جائے گا جس جگہ سے اُس نے سفر شروع کیا تھا۔ اور سفر یہ ہوگا کہ ملک شام کی

---

[۱] مطبوعہ مصر: ۱۱۔

سرحد بلقا سے شراۃ تک تین دن مین۔ شراۃ سے ایلہ تک تین دن مین۔ ایلہ سے الجاد تک میں دن مین۔ الجاد سے ساحل جحفہ تک تین دن مین۔ جحفہ سے جدہ تک تین دن مین۔ جدہ سے عدن تک ایک ماہ مین۔ عدن سے سواحل مہرہ تک ایک ماہ مین۔ مہرہ سے عمان بحرین تک ایک ماہ مین۔ عمان سے ہجر تک ایک ماہ مین۔ ہجر سے عبادان عراق تک پندرہ دن مین۔ عبادان سے بصرہ تک دو دن مین۔ بصرہ سے کوفہ تک بارہ دن مین۔ کوفہ سے بالس تک بیس دن مین۔ بالس سے سلمیہ تک سات دن مین۔ سلمیہ سے مرغزار دمشق کے مشرقی حدود تک چار دن مین اور یہان سے حوران کے مشرقی حدود تک تین دن مین اور یہان سے بلقا تک چھ دن مین۔

بر عرب چھ حصون مین منقسم ہے۔ یمن۔ حجاز۔ یمامہ۔ نجد۔ تہامہ۔ بحرین۔ بعض اہل جغرافیہ بحرین کو عرب مین نہین شمار کرتے مگر محققین کے نزدیک بحرین بھی داخل عرب ہے۔ تہامہ یمن سے جانب جنوب مابین حجاز و یمن ہے۔ نجد کی شمالی حد شام ہے۔ اور جنوبی یمامہ اور شرقی عراق اور غربی حجاز۔ یمامہ مابین نجد و یمن ہے۔ اور اس کو عروض بھی کہتے ہین۔ بحرین کی حد غربی یمامہ سے ملحق ہے۔

اہل علم واقف ہین کہ دنیا مین ہر قوم کی قدیم تاریخ کا منظر تاریک ہے اور بیشتر بر بنائے قیاس و تخمین حوادث و واقعات کو نقل کیا گیا ہے۔ اسی طرح قدیم تاریخ عرب بھی باوجود اس کے کہ اہل عرب کی قوت حافظہ مشہور ہے قابل وثوق نہین پائی جاتی۔ اول قوم عرب یعنی عاد اولی کے آثار تو قطعاً صفحہ ہستی سے مٹ چکے۔ وانہ اہلک عادا الاولی اس کے بعد کی اسکی ہمنام قوم کے دو چار بادشاہون کے نام مثل عاد و شداد لیے جاتے ہین۔ اور اُن کے پر تکلف ایوانون کا مذکور ہوا ہے۔ الم تر کیف فعل ربک بعاد ارم ذات العماد التی لم یخلق مثلہا فی البلاد۔ اس قوم کا پہلا بادشاہ حضرت نوح علی نبینا و علیہ السلام سے چھٹی پشت مین تھا۔ اور بقول ابو الفدا ہجرت نبوی صلعم سے زمانہ طوفان عہد نوح تک تین ہزار نو سو چوہتر سال شمسی گزرے تھے۔ اسی سے قوم عاد کے زمانے کا کچھ اندازہ ہو سکتا ہے۔ قوم عاد کے حدود سلطنت ایک طرف یمن سے متصل تھے اور

کل سرزمین احقاف وسنجار وعمان وحضرموت زیرنگین تھی۔ ترفہ وتنعم کے وفور نے ان لوگون کو نافرمانی خدا ورسول پر دلیر کیا اور طاعت الٰہی کو چھوڑ کر خود سر بادشاہون کے مطیع بنے۔ انجام کار عذاب جبار کا شکار ہوئے اور تمام جاہ وحشم کے ساتھ فنا ہو گئے۔

دوسری قوم ثمود ہے جو قریب قریب قوم عاد کی ہمعصر تھی۔ یہ لوگ بھی سرزمین عرب پر سرحد شام سے لیکر وادی القریٰ تک مسلط ہوئے۔ ہمیشہ آباد رہنے کی ہوس مین سنگین عمارتین بنائین۔ دنیا مین لگ کے خدا کو بھولے آخر برباد ہوئے۔ کان لم یغنوا فیہا۔ کہا گیا ہے کہ عاد وثمود نسل ارم بن سام بن نوح مین تھے۔ اور اسی نسل مین قبائل جدیس وجرہم اولیٰ بھی تھے جو اسی طرح بسے اور تباہ ہوئے۔ اُسی دور مین نسل لاود بن سام بن نوح بھی عرب مین آباد ہوئی اور ان مین قبائل طسم وعمالقہ وامیم وغیرہ خوب پھیلے اور پھر زشتی اعمال سے فنا ہوئے۔

اہل تاریخ ان قومون کو عرب بائدہ کہتے ہین۔ یعنی وہ اقوام عرب جو فنا ہو گئین۔ من بعد تقریبًا دو ہزار برس قبل حضرت مسیح علیہ السلام قحطان بن عابر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح کی نسل عرب مین آباد ہوئی۔ جرہم بن قحطان حجاز مین اور یعرب بن قحطان یمن مین۔ یہ قوم عرب عاربہ کے نام سے مشہور ہے۔ اُس قوم مین سبا بن یشجب بن یعرب کے وقت سے دور حکومت شروع ہوا اور حمیر اور تبع اور ملکہ بلقیس زیادہ مشہور حکمران ہوئے۔ اس قوم مین قرنہا قرن تک سلطنت رہی آخر وفور ترفہ سے ان مین بھی بداعمالیان پھیلین اور آفت سیل العرم ان پر نازل ہوئی۔ اس حادثۂ خرابی سے آبادی یمن منتشر ہو گئی۔ قبائل اوس وخزرج یثرب مین جاکر آباد ہوئے۔ اور قبائل بکر ومُضر وربیعہ دوآبہ فرات ودجلہ مین جس کو وہ جزیرہ کہنے لگے اور ایک گروہ قبیلہ ازد سرحد شام مین جاکر سواحل نہر غسان پر آباد ہوا اور اسی نسبت سے یہ لوگ غسانی مشہور ہوئے۔

عرب مستعربہ۔ قریش۔ بنی ہاشم

حضرت ابراہیم علیہ السلام دو ہزار دو سو اکسٹھ برس قبل ولادت حضرت مسیح علیہ السلام بابل میں

پیدا ہوئے۔ یہ نمرود بن لاؤذش کا عہد حکومت تھا جو ضحاک کی طرف سے بابل و سواد عراق پر حکمران تھا۔ فریدون کا اول دور سلطنت حضرت ابراہیم کا آخر دور حیات تھا۔ حضرت ابراہیم بابل سے ہجرت کر کے اول حران مین اور پھر مصر مین آئے۔ اور پھر ملک شام مین پہونچکر مابین رملہ وایلیا مقام کیا۔ خدا نے دو فرزند آپ کو عطا فرمائے بڑے اسمٰعیل اور چھوٹے اسحق۔ اسمٰعیل حجاز مین آباد ہوئے اور اسحق شام مین۔

نسل اسمٰعیل عرب مین عرب مستعربہ کے نام سے مشہور ہوئی۔ حضرت ابراہیم عابر بن شالخ کی نسل مین تھے۔ یعنی نسل قحطان اور نسل ابراہیم باہم بنی اعمام تھے۔ تقریباً دو ہزار سات سو تراونین سال قبل ہجرت نبوی بحکم خدا حضرت ابراہیم اور اسمٰعیل نے بیت اللہ کو تعمیر کیا۔ اسوقت حضرت ابراہیم کی عمر سو برس کی تھی اور حضرت اسمٰعیل کو تیرھوان یا چودھوان سال تھا۔

ہادی مطلق نے حضرت اسمٰعیلؑ کو بھی شرف نبوت عطا فرمایا اور قبائل یمن و عمالقہ وغیرہ کی ہدایت پر مامور ہوئے۔ عمالقہ یعنی اولاد عملیق بن سام بن نوح کچھ حجاز مین بسے ہوئے تھے اور کچھ شام مین۔

حضرت اسمٰعیل کی تزویج قبیلہ جرہم ثانیہ مین ہوئی اور جرہمیہ خاتون کے بطن سے حضرت اسمٰعیل کے بارہ فرزند پیدا ہوئے۔ بعد وفات جناب اسمٰعیل سدانۂ بیت اللہ یعنی خدمت خانۂ کعبہ اولاد اسمٰعیل سے متعلق رہی۔ لیکن پھر ایک زمانہ گذرنے کے بعد جرہم سدانہ پر متصرف ہوگئے۔ اور پھر انقلاب ایام نے بنی خزاعہ کو سدانہ پر متصرف بنا دیا۔ چنانچہ زمانۂ دراز تک یہ منصب بنی خزاعہ مین رہا۔ بعد ازین پھر اولاد اسمٰعیل کا دور ترقی شروع ہوا۔ اور ان مین سے فہر بن مالک نمودار و نامور ہوئے۔ واقعہ یہ پیش آیا کہ حسان بن کلال حمیری نے جو بادشاہ یمن تھا کعبہ کو حجاز سے یمن مین منتقل کرنے کے قصد سے بہت سے قبیلون کو جمع کر کے مکہ پر حملہ کیا۔ فہر بن مالک نے قبائل کنانہ وخزیمہ واسد وجزام وغیرہ کو ساتھ لیکر بادشاہ یمن سے جنگ کی اور شکست دی۔ فہر ہی کی نسل قریش کے نام سے تعبیر کی جاتی ہے اور جناب خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ

کا سلسلہ نسب فہر تک یہ ہے۔ ابو القاسم محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک اور مالک سے عدنان تک سلسلہ نسب یہ ہے۔ مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔ عدنان سے اوپر کی پشتون مین حضرت اسمٰعیل تک بعض نامون مین اہل اخبار و انساب باہمدگر مختلف ہین اور اس پر سب کو اتفاق ہے کہ عدنان نسل اسمٰعیل مین ہین۔

فہر کے بعد زید ملقب بہ قصی بن کلاب قریش مین ایک جوانمرد اولو العزم نمودار ہوئے۔ اور انھون نے دعوی کیا کہ حکومت مکہ وخدمت کعبہ ہمارا حق ہے۔ پھر انھون نے تمام قریش کو جو گھاٹیون مین اور پہاڑون پر منتشر آباد تھے میدان مکہ مین جس کو بطحا، کہتے ہین لاکر جمع کیا اور ترتیب کے ساتھ بسایا۔ دور حکومت خزاعہ و بنی بکر ختم ہوگیا اور بعد جنگ و صلح قصی مستقل فرمانروائے مکہ وخادم بیت اللہ قرار پائے۔ یہ ہوشمند حکمران تھے۔ انھون نے دار الندوہ کو تعمیر کیا جہان قریش مجتمع ہو کر اپنے معاملون کو فیصل کرتے تھے۔ ان ہی نے یہ پسندیدہ دستور جاری کیا کہ قوم سے چندہ لیکر جمع کیا جاتا تھا اور موسم حج مین یہ مال صادر و وارد کی مہمانداری مین صرف کیا جاتا تھا۔ قصی کی وفات کے بعد اُن کے بیٹے مغیرہ جن کا لقب عبد مناف مشہور ہے جانشین پدر ہوئے اور قریش مین ان کی سرداری بھی ممدوح رہی عبد مناف کے چار بیٹے تھے۔ ہاشم۔ عبد شمس۔ مطلب۔ نوفل۔ بعد وفات عبد مناف اُنکے جانشین ہاشم ہوئے۔ ان کا اصلی نام عَمرو ہے اور ہاشم لقب۔ اس لقب کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ ایک زمانہ مین قریش مصیبت قحط مین مبتلا ہوئے۔ ہاشم فلسطین سے آٹا خرید کر لائے اور قوم کی پرورش کا یہ طریقہ نکالا کہ اونٹ کے گوشت کا شوربا جس مین روٹیان توڑ کر چور دی جاتی تھین قحط زدہ ضعیف و ناتوان لوگون کو دسترخوان عام پر کھلاتے تھے چنانچہ اس عہد کے مشہور شاعر ابن الزبعری نے اس واقعہ پرورش قوم کو اس طرح نظم کیا ہے ؎

عمرو الذی ھشم الثرید لقومہ ۔ ورجال مکۃ مسنتون عجاف

یعنی عمرو ہی وہ شخص ہے جس نے اپنی قوم کو شوربے مین روٹیان چور کر ایسی حالتمین کھلائین جبکہ وہ لوگ مکہ مین قحط سے نحیف ونزار ہوگئے تھے۔ ان ہی الفاظ "ھشم الثرید" سے لقب ہاشم مشہور ہوا۔ اور بھی شعرائے عصر نے اس جود وسخا کی مدح کی۔ سوء اتفاق سے اس شہرت ونا موری پر ہاشم کے بھتیجے اُمیہ بن عبد شمس کو حسد دامنگیر ہوا۔ اور غرور تمول نے اُس کو معارضہ ہاشم پر دلیر کیا۔ لیکن جب مثل ہاشم ضیافت ومدارات قوم مین خرچ نہ کرسکا تو بعض شوخ چشم لوگون نے اُس کو چڑایا اس پر وہ اور زیادہ بگڑا اور چچا سے لڑنا جھگڑنا چاہا مگر ہاشم نے بزرگانہ اعراض کیا اور آخر جب اُمیہ کو بہت ہی برسر فساد پایا تو اُس سے کہا کہ نزاع وپرخاش سے کیا فائدہ یون ہونا چاہیے کہ مین یا تم دونون مین سے ایک پچاس اونٹ فربہ وجوان ذبح کرکے مکہ مین ضیافت عام کرے اور دوسرا دس برس کے لئے مکہ سے نکل جائے۔ اس فیصلہ کے لیے کہ دونون مین سے کون ضیافت قوم کرے اور کون وطن چھوڑے۔ کاہن خزاعی منحصر علیہ وحکم قرار پایا۔ کاہن نے فیصلہ کیا کہ ہاشم دعوت قوم کرین اور اُمیہ وطن سے نکل جائے چنانچہ ہاشم نے حسب قرارداد ضیافت کی اور اُمیہ کو وطن چھوڑکر ملک شام مین دس برس تک مصائب غریب الوطنی برداشت کرنا پڑے اس وقت سے ہمیشہ کے لیے اُمیہ اور اولاد اُمیہ کو ہاشم اور اولاد ہاشم سے بیر ہوگیا۔

ہاشم غیور ومدبر سردار تھے اونھون نے قوم کو مرفہ الحال بنانے کے لیے تجارت کیطرف رغبت دلائی چنانچہ مقرر کیا کہ ہر سال دو مرتبہ موسم سرما وگرما مین قریش کے قافلے بغرض تجارت ملک شام وغیرہ مین آیا جایا کرین۔ قرآن مجید مین رحلۃ الشتاء والصیف اسی کی طرف اشارہ ہے۔ ہاشم نے فرمانروایان شام وروم وشیوخ غسان سے ملکر معاہدے کیے کہ تجارت کے لیے آزادانہ طرفین ایک دوسرے کے حدود مین سے بامن وامان گذرین اور اسی طرح عبد شمس ونوفل ومطلب کی معرفت حبشہ اور یمن اور ایران کی حکومتون سے بھی معاہدے ہوگئے۔ ان معاہدون کی وجہ سے قریش آزادی سے ان ملکون مین آنے جانے لگے۔ ہاشم نے بحالت سفر بمقام غزہ ملک شام مین وفات پائی۔ ہاشم کے بیٹے شیبہ اس وقت طفل شیرخوار تھے اس لیئے ہاشم کے بھائی مطلب اُن کے جانشین

ہوئے۔ شیبہ یثرب مین اپنے ننہال قبیلۂ بنی النجار مین پرورش پا رہے تھے۔ وفات ہاشم کے سات آٹھ برس کے بعد ایک شخص نے جو بنی حارث مین سے تھا مطلب سے ذکر کیا کہ مین یثرب سے آرہا ہون وہان مین نے بنی النجار مین چند لڑکون کو مشق تیر اندازی کرتے دیکھا۔ اُن مین سے ایک لڑکا جب نشانہ اُڑاتا تھا کہتا تھا انا ابن ھاشم انا ابن سید البطحاء۔ مین ہون فرزند ہاشم۔ مین ہون فرزند سردار بطحا۔ یہ سنتے ہی جوش محبت سے فوراً مطلب ناقے پر سوار ہو کر تنہا روانہ ہو گئے۔ جب بعد قطع منازل قبیلۂ بنی النجار مین پہونچے اتفاق سے شیبہ لڑکون کے ساتھ گیند کھیلتے ہوئے ملے۔ رابطۂ خون و شکل و شمائل سے مطلب نے بھتیجے کو پہچان لیا۔ لوگون سے پوچھا کہ کیون یہی فرزند ہاشم ہے۔ انھون نے کہا کہ ہان یہی آپ کا بھتیجا ہے۔ پھر اُن لوگون نے مشورہ دیا کہ آپ اس کو لیجانا چاہتے ہین تو اسی حالت مین لیکے چلے جایئے ورنہ اس کی مان اس کو نہ جانے دے گی۔ مطلب نے معاً شیبہ کو ناقے پر سوار کر لیا اور وہان سے روانہ ہو گئے۔ ان کے روانہ ہو جانے کے بعد اہل قبیلہ نے سلمہ بنت عمرو مادر شیبہ کو تسلی دیدی کہ شیبہ کو مطلب اپنے ساتھ لے گئے۔ مطلب جب وارد مکہ ہوئے لوگون نے اُن کے ساتھ ناقے پر ایک لڑکے کو بیٹھے ہوئے دیکھکر پوچھنا شروع کیا کہ یہ کون ہے۔ مطلب ہر ایک کے جواب مین کہدیتے کہ عبدٌ لی میرا غلام ہے (شاید اس وجہ سے یہ کہدیا کہ شیبہ کا لباس اُس وقت شایان قدر نہ ہو) پھر مطلب اپنے گھر مین پہونچے اور شیبہ کو نئے کپڑے پہنائے اور اُن کو اپنے ساتھ لیکے قریش کی مجلسون اور صحبتون مین آنے جانے لگے۔ مگر لوگ شیبہ کو عبد المطلب ہی کہتے تھے۔ ممکن ہے کہ اول یہ باقتضائے خوش طبعی ہو مگر سعادتمند بھتیجے کو من بعد بھی پسند آگیا اور اپنے شفیق چچا کی بات کو نباہا۔ بعد وفات مطلب اُن کے جانشین عبد المطلب ہوئے اور قوم مین محترم سردار مانے گئے۔ بڑے عالی ہمت اور اولوالعزم و پرہیزگار تھے۔ چشمۂ زمزم جو زمانۂ دراز سے تو پا ہوا پڑا تھا دوبارہ ان ہی کی کدوکاوش سے جاری ہوا۔ خدا نے ان کی نسل مین برکت دی اور دس بیٹے عطا فرمائے۔ حارث۔ زبیر۔ ابطالب۔ عبد اللہ۔ حمزہ۔ ابولہب۔ غیداق۔ مقوّم۔ ضرار۔ عباس[۱]۔

---

[۱] یہ تمام واقعات قریش و بنی عبد مناف تاریخ ابن جریر طبری سے ماخوذ ہین ۱۲۰

سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جناب عبداللہ بن عبدالمطلب ایک جوان خوش طلعت و پاکیزہ سیرت تھے ان کی تزویج حسب دستورِ خاندان آمنہ بنت وہب بن عبد مناف کے ساتھ وقوع میں آئی اور وہ نورِ محمدی جو مشیت الٰہی نے جناب عبداللہ کو تفویض فرمایا تھا اب آمنہ خاتون کو سپرد ہوا جناب عبداللہ نے بحالت سفر مدینہ میں دارِ فنا سے رحلت کی۔ اور وہیں مدفون ہوئے۔ اس واقعۂ پُر درد کے تقریبًا دو ماہ بعد نبیٔ آخر الزمان محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی مادرِ گرامی آمنہ خاتون کے زینتِ آغوش ہوئے[۱]۔ آپ کی تاریخ ولادت نویں ماہ ربیع الاول مطابق بیسویں اپریل ۵۷۱ء پانچسو اکہتر عیسوی بیان کی گئی ہے[۲]۔ اور مشہور بارھویں ربیع الاول یوم دوشنبہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چار برس کی عمر تک اپنی مرضعہ حلیمہ سعدیہ کے یہاں قبیلۂ سعد بن بکر میں رہے پانچویں برس پھر اپنی مادرِ محترمہ سے آملے[۳] آپ کا سن چھ سال کا تھا کہ آمنہ خاتون نے وفات پائی اور آپ کے تمام خدمات تربیت کے متکفل خود عبدالمطلب ہوئے۔ عبدالمطلب کو اپنی سب اولاد سے زیادہ آپ سے محبت تھی۔ آپ بے تکلف جب کبھی عبدالمطلب کے مسندِ ریاست پر جا بیٹھتے تھے اور لوگ تعظیمًا منع کرنا چاہتے تھے تو عبدالمطلب کہتے تھے میرے بیٹے کو بیٹھنے دو وہ سرداری کو احساس کر رہا ہے۔ بنی مدلج کے قیافہ شناسوں نے ایک مرتبہ عبدالمطلب کو آگاہ کیا کہ آپ اپنے اس فرزند کی حفاظت کیجیے ان کا نقش قدم اُس نقش قدم سے بہت مشابہ ہے جو مقام ابراہیم میں حریم کعبہ میں بنا ہے۔ یہ سنکر عبدالمطلب نے ابوطالب سے کہا کہ سنو یہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں۔ چنانچہ اس وقت سے ابوطالب اور زیادہ آنحضرتؐ کی حفاظت کرنے لگے۔ ابوطالب آنحضرتؐ کے حقیقی چچا تھے۔ عبدالمطلب نے اپنی وفات کے وقت اپنی ساری اولاد میں سے ابوطالب ہی کو آنحضرتؐ کی کفالت کے لیے منتخب کیا اور آنحضرتؐ کو

۱۔ طبقات ابن سعد و تاریخ ابن جریر طبری۔ ۲۔ اجمال الکلام تالیف مصطفیٰ دمیاطی مطبوعہ مصر و دول العرب والاسلام تالیف محمد طلعت حرب مطبوعہ مصر۔ ۳۔ کتاب الاشراف مسعودی ۱۲۰۔

ابوطالب کے سپرد کر کے دنیا سے رحلت کی۔ اس وقت آنحضرتؐ کی عمر تقریباً آٹھ سال کی تھی۔ ابوطالب کو آنحضرتؐ سے بہت ہی محبت تھی۔ یہ حال تھا کہ جہان آنحضرتؐ خواب فرماتے وہین اُن کے پہلو مین ابوطالب بھی سوتے۔ جہان کہین ابوطالب گھر سے باہر جاتے آنحضرتؐ کو بھی ساتھ لیجاتے۔ وصبّ بہ ابوطالب صبابۃً لم یصب مثلہا بشیٔ قط قدرۃً ابوطالب کو آنحضرتؐ سے وہ عشق پیدا ہو گیا کہ اتنا وہ کبھی کسی چیز کے والہ وشیدا نہوئے تھے[۱] حسن اتفاق کہ ابوطالب کی زوجہ پاکیزہ خو فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف کو بھی اسی طرح آنحضرتؐ سے مادرانہ محبت تھی اُن کی شفقت سے آنحضرتؐ ہمیشہ نہائے دھوئے صاف ستھرے اپنے ساتھ والے بچون مین سب سے ممتاز نظر آیا کرتے تھے[۲] فاطمہ بنت اسد کی وفات کے بعد آنحضرتؐ اُن کی شفقت کو یاد کر کے فرمایا کرتے تھے کہ کانت اُمّی بعد اُمّی ولدتنی۔ وہ میری مان تھین بعد میری حقیقی مان کے[۳] آنحضرتؐ کو تیرھوان سال تھا کہ ابوطالب نے بغرض تجارت ملک شام کی طرف سفر کیا۔ اور حسب دستور آنحضرتؐ کو اپنے ساتھ لیا۔ اس سفر مین بحیرا راہب نے ابوطالب کو آنحضرتؐ کی نبوت کی بشارت دی۔ آنحضرتؐ کو بیسوان سال تھا کہ حجاز مین ایک جنگ ہوئی جس کو حرب الفجار کہتے ہین اس جنگ مین قریش اور بنی کنانہ ایک طرف تھے اور قبیلہ ہوازن دوسری طرف۔ اول ہوازن غالب ہوئے لیکن آخر مین قریش نے اُن کو مغلوب کیا۔ اس جنگ مین آنحضرتؐ قریش کے ساتھ تھے۔ اسی سال مین بنی ہاشم اور چند خاندان والون نے ملکر مکہ مین ایک انجمن قائم کی اور باہم کر یہ عہد ہوا کہ یہان دیسی پردیسی جو مظلوم ہوگا اُس کا ساتھ دین گے۔ اور ظالم سے اُس کا حق دلائین گے۔ عرب مین یہ معاہدہ حلف الفضول کے نام سے مشہور ہوا۔ آنحضرتؐ اس انجمن کے اہل معاہدہ مین شامل تھے۔ آنحضرتؐ کا دوسرا سفر شام پچیس برس کی عمر مین ہوا۔ اس مرتبہ آپ خدیجہ بنت خویلد کا مال تجارت لیکر ملک شام مین تشریف لے گئے۔ خدیجہ کا غلام میسرہ بھی آپ کے ہمراہ تھا اس سفر مین نسطورا راہب نے آنحضرتؐ کے سر پر سایۂ ابر اور دیگر نشانیون کو دیکھکر نبوت کی بشارت

---

[۱] طبقات ابن سعد۔ [۲] سیرۃ النبویہ دحلان۔ [۳] ازالۃ الخفا شاہ ولی اللہ

دی۔ جب آنحضرتؐ نے اس سفر سے معاودت فرمائی تو میسرہ نے یہ تمام واقعات خدیجہ خاتون سے بیان کیے۔ یہ سنکر اُس عاقلہ بی بی نے خود پیام تزویج پر مبادرت کی جو منظور ہوا اور ابوطالب نے جلسہ اشراف قریش مین اس رسم تزویج کو ادا کیا[۱] اور یہ خطبہ نکاح خود ابوطالب نے پڑھا۔

الحمد للہ الذی جعلنا من ذریۃ ابراھیم وزرع اسمٰعیل وضئضئ معد وعنصر مضر وجعل لنا بیتاً محجوجاً وحرماً آمناً وجعلنا امناء بیتہ وسواس حرمہ وجعلنا الحکام علی الناس وابن اخی محمد بن عبد اللہ من قد علمتم قرابتہ وھو لایوزن باحد الارجح بہ فان کان فی المال قل فان المال ظل زائل وقد خطب خدیجۃ بنت خویلد وبذل لھا من الصداق ما عاجلہ وآجلہ من مالی کذا وکذا وھو واللہ بعد ھذا نبأ عظیم وخطر جلیل۔ (تاریخ ابن خلدون ومواھب لدنیہ قسطلانی وتاریخ الیعقوبی واعجاز القرآن ابوبکر باقلانی)

الحمد للہ کہ اُس معبود حقیقی نے ہمکو ذریت ابراہیمؑ اور عترت اسمٰعیل اور اصل ونسل معد ومضر مین قرار دیا اور ہمارے لیے اپنے باحرمت گھر (خانہ کعبہ) کو مقام امن مقرر فرمایا اور ہمین اپنے گھر کا امین اور اپنے حرم کا محافظ ومتولی بنایا۔ اور لوگون پر حکومت عطا کی۔ بعد حمد وشکر یہ امر قابل اظہار ہے کہ میرے بھتیجے محمد بن عبد اللہ وہ ہین جن کے شرف حسب ونسب سے تم سب خوب آگاہ ہو اور وہ اگرچہ دولتمندی مین لوگون سے کم ہین مگر باعتبار اپنے اخلاق فاضلہ کے سب سے افضل وبرتر ہین۔ ظاہر ہے کہ مال ودولت ہرتی پھرتی چھاؤن ایک بے ثبات چیز ہے۔ اب مین تم سب کو آگاہ کرتا ہون کہ انھون (آنحضرتؐ) نے خدیجہ بنت خویلد کو اپنی زوجیت مین قبول کیا ہے اور اُن کا مہر معجل وموجل میرے مال سے اس اس طرح ادا کرنا قرار پایا ہے۔ اے حاضرین جلسہ یہ بھی سُن رکھو کہ بعد ازین وہ (آنحضرتؐ) بڑے صاحب عظمت ثابت ہون گے اور اُن کا آوازہ جلالت اقطار عالم مین پہونچے گا۔

آنحضرتؐ کو تیسوان سال تھا کہ خدائے قدیر نے ابوطالب کو وہ فرزند عطا فرمایا جو کہ آنحضرتؐ کا قوت بازو اور مطیع فرمان بھائی ہوکر اسلامی دنیا مین نامور ہوا۔ یعنی علی بن ابوطالب تیرھوین رجب کو بروز جمعہ بیت اللہ مین پیدا ہوئے۔ آنحضرتؐ نے اپنے چچا

[۱] کتاب الاشراف مسعودی۔ ... تور الابصار شبلنجی مطبوعہ مصر وفصول المہمہ ابن صباغ مالکی مطبوعہ ایران ...

ابوطالب اور اپنی چچی فاطمہ بنت اسد سے علیؑ کو لے لیا اور اپنے مقدس آغوش مین پالنے لگے
آنحضرتؐ کو پینتیسواں[۳۵] سال تھا کہ قریش نے قدیم بناے کعبہ کو تعمیر کیا اور تمام خاندانون کے اتفاق سے آنحضرتؐ نے حجر اسود کو اپنے دست مبارک سے اُس کی جگہ پر نصب کیا۔
اسی سال فاطمہ زہراؑ پیدا ہوئین۔ پنتیس سے لیکر چالیس برس کی عمر تک آنحضرتؐ کا یہ طریقہ رہا کہ ہر سال ایک ماہ کوہ حرا پر آپ عزلت گزین رہا کرتے تھے اس زمانہ مین یہ بھی ہوا کہ آنحضرتؐ جو کچھ خواب مین ملاحظہ فرماتے وہی عالم مین ظہور پذیر ہوتا۔ آپ کی عمر چالیس سال کی تھی اور آپ حسب معمول حرا مین گوشہ گیر تھے کہ ایک شب جبرئیل امین آئے اور یہ وحی الٰہی لائے[۵۱]۔ اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۔ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۔ اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۔
اکثر اہل تفسیر کا یہ قول ہے کہ سب سے اول سورہ فاتحہ نازل ہوا ہے[۵۲] اور مفتی مصر محمد عبدہ جو اس صدی مین محقق مانے گئے ہین۔ وہ بھی اسی کے قائل ہین۔ چنانچہ تفسیر سورہ فاتحہ مین فرماتے ہین[۵۳] کہ:۔

ان الفاتحة اوّل سورة نزلت كما قال الامام علي وهو اعلم بهذا من غيره لانه تربى في حجر النبي صلى الله عليه وسلم واوّل من امن به۔

سورہ حمد سب سے اول نازل ہوا ہے جیسا کہ حضرت علیؑ نے فرمایا ہے۔ اور حضرت علیؑ اس باب مین اورون سے زیادہ آگاہ ہین کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود مین پلے ہین اور سب سے اول آنحضرتؐ پر ایمان لائے ہین۔

شرائع اسلام مین سب سے اول معبود حقیقی نے نماز کو آنحضرت پر فرض کیا۔ اندیشہ مخالفت قریش سے مدت تک آنحضرتؐ کا یہ طریقہ رہا کہ جب نماز کا وقت آتا آپ علیؑ کو ساتھ لیکر پہاڑ کی کسی گھاٹی مین جوالی مکہ مین چلے جاتے اور دونون وہان نماز پڑھکر چلے آتے[۵۴]۔
تین برس تک آنحضرتؐ پوشیدہ طور پر دعوت اسلام مین مصروف رہے اس مدت مین اہل مکہ کے مختلف خاندانون مین سے معدودے چند مسلمان ہوئے۔ ازانجملہ خدیجہ خاتون

---

[۵۱] تاریخ ابن جریر طبری۔ [۵۲] اتقان سیوطی مطبوعہ مصر۔ [۵۳] تفسیر سورہ فاتحہ مطبوعہ مصر۔ [۵۴] تاریخ ابن جریر طبری۔

اور زید بن حارثہ اور ابوبکر صدیق اور عثمان بن عفان اور زبیر اور عبدالرحمن بن عوف اور سعد بن ابی وقاص اور طلحہ ایمان لانے والوں کے طبقۂ اولیٰ میں شمار کیے جاتے ہیں۔

بعدازیں رب العزۃ نے آنحضرت کو اظہار دعوت اسلام پر مامور فرمایا۔ اور اسی سلسلے میں حکم۔ وانذر عشیرتک الاقربین۔ بھی نازل ہوا۔ چنانچہ آنحضرتؐ نے بنی ہاشم کو مدعو کیا اور اُن سے قبول اسلام و نصرت دین حق کے متعلق خوش اسلوبی سے تقریر کی گو ابولہب نے اپنی شر انگیز گفتگو سے اس جلسے میں برہمی پیدا کرنے کی کوشش کی مگر علی بن ابیطالب نے بیخوف و خطر سب کے روبرو آنحضرتؐ سے نصرت و رفاقت کا عہد کیا۔ یہ واقعہ اکثر تفاسیر و تواریخ معتبرہ میں مفصل مذکور ہے۔ اس وقت سے باعلان آنحضرت نے ہدایت قوم پر توجہ کی۔ اور جب جو وحی الٰہی نازل ہوئی اُس کو علیٰ رؤس الاشہاد قریش کو سُنایا اور بت پرستی و بداعمالی کی مذمت میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا۔ اس پر قریش برہم ہو کر دشمن ہو گئے ابوسفیان بن صخر بن حرب بن اُمیہ نے خاندانی کادشوں کا عوض لینے کے لیے اس وقت کو بہت غنیمت سمجھا۔ اور قریش کا رفیق بنکر اُن کو بھڑکانا شروع کیا۔ ایک دن ابوسفیان اور چند اشراف قریش عتبہ و شیبہ وغیرہ ابوطالب کے پاس آئے اور آنحضرتؐ کی شکایت کی ابوطالب نے کچھ دل خوش کن باتیں کر کے ٹال دیا اور آنحضرتؐ بدستور مشغول ہدایت رہے۔ اس پر دوبارہ پھر یہ لوگ جمع ہو کر ابوطالب کے پاس آئے اور کہا کہ تم اپنے بھتیجے کو روکو یا ہمارے اور اُن کے بیچ سے نکل جاؤ ورنہ پھر ہم تم سے بھی جنگ کے لیے تیار ہیں۔ اس میں خواہ ہم میں تم میں سے کوئی فریق ہلاک ہو۔ ابوطالب نے باوجود اس تہدید کے بھی آنحضرتؐ کی حمایت و حفاظت سے دستکش ہونا منظور نہیں کیا بلکہ تبلیغ رسالت پر آنحضرتؐ کی ثابت قدمی اور اولوالعزمی دیکھکر آنحضرتؐ سے کہدیا کہ اے فرزند تم اپنے کام میں جس پر مامور ہو برابر مصروف رہو جب تک میں زندہ ہوں تمھاری حفاظت کرونگا اب قریش نے جھنجلا کر مسلمانوں کو بہت ستانا شروع کیا۔ ابوطالب نے جب یہ شور و شر دیکھا اور سُنا بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کو جمع کیا اور اُس جلسے میں ایک نہایت پُراثر رئیسانہ تقریر کی جس سے حاضرین متاثر ہوئے اور سوا ابولہب کے اور سب نے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ کی حفاظت کا عہد کیا۔ اور دلیرانہ آنحضرتؐ کی پاسداری مین ابوطالب کے ساتھ مشغول ہو گئے[۱]

ابولہب کی زوجہ ایک بدعقل و کمینہ عورت تھی حتیٰ کہ لکڑیون کا بوجھ اپنے سر پر لادنے کے لیے خود گلے مین رسی ڈال کر نکلتی تھی۔ کلام مجید مین حمالۃ الحطب فی جیدھا حبل من مسد اسی کی طرف اشارہ ہے۔ یہ عورت ابوسفیان کی حقیقی بہن تھی ہمارا خیال ہے کہ اسی بیوی اور اسی سالے کی وجہ سے ابولہب فی النار ہوا۔ خدا ہمنشین بدسے بچائے۔ افسوس کہ ابوطالب کو اُن مسلمانون کی حفاظت پر دسترس میسر نہ ہوا جو مکہ مین جابجا منتشر تھے۔ اور اشرار قریش اُن کو ستاتے تھے۔ عمار بن یاسر اور اُن کے مان باپ اس مصیبت مین مبتلا تھے کہ مشرکین قریش اُن کے ہاتھ پاؤن باندھ کر دھوپ مین جلتی ہوئی زمین پر ڈال دیتے تھے اور اُنکے سینون پر گرم پتھر رکھدیتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ اس مصیبت مین جب کبھی ان دینداروں کو دیکھتے فرماتے۔ صبراً یا آل یاسر فان موعدکم الجنۃ اے آل یاسر صبر کرو تمھارے لیئے بہشت ہے۔ ظالم قریش بعض مسلمانون کو ایسی ایسی اذیتین پہونچاتے تھے کہ وہ بیچارے اُن شدائد کی تاب نہ لاتے تھے۔ اور قریش جو اُن سے کہلانا چاہتے تھے کہدیتے تھے۔ مشرکین مار مار کر مسلمانون سے کہلاتے تھے کہ کہو لات وعزیٰ ہمارے خدا ہین۔ اور اُن جان بلب مظلومون کو کہنا پڑتا تھا حتیٰ کہ ایسے ظلم و ستم کے وقت اتفاق سے لید یا گوبر کا کوئی گندہ کیڑا دیکھ لیتے تو بدنفس قریش کہتے کہ کہو یہ بھی ہمارا خدا ہے اور کہلا کے چھوڑتے[۲]

آنحضرتؐ نے مسلمانون کو جب یون مبتلائے بلا دیکھا تو ملک حبش کو اُن کے لیے امن کی جگہ تجویز فرما کر رائے دی کہ جس مسلمان کے خاندان والے اُس کی حفاظت نکرتے ہون اُس کو چاہیے کہ ہجرت کر کے حبش مین چلا جائے۔ چنانچہ ۵ نبوی مین دس مرد اور پانچ عورتون نے ہجرت کی جو تین مہینے کے بعد پھر مکہ مین واپس آئے۔

۶ نبوی مین آنحضرت کے چچا حمزہ بن عبدالمطلب جو قریش مین نامور بہادرون

---

[۱] تاریخ ابن جریر طبری۔ [۲] یہ تمام دردانگیز واقعات تاریخ ابن جریر طبری و زاد المعاد ابن قیم مین مفصل مذکور ہین۔

مین سے تھے مسلمان ہوئے۔ اور حضرت عمر بھی مسلمان ہوئے۔ حضرت عمر کے مسلمان ہونے کے متعلق ایک یہ بھی روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے دعا مانگی تھی کہ "خدایا عمر یا ابوجہل سے اسلام کی تائید کر"۔ علامہ سیوطی رسالہ الدرر المنتثرہ مین بحوالہ ابوبکر تاریخی نقل کرتے ہین کہ عکرمہ سے اس حدیث کی صحت کے متعلق پوچھا گیا تو اُنھون نے کہا "معاذ اللہ شان اسلام اس سے اعلیٰ وارفع ہے۔ لیکن آنحضرتؐ نے یہ دعا فرمائی تھی کہ "خدایا عمر یا ابوجہل کو عزت قبول اسلام عطا فرما" انتہی

بظاہر روایت عکرمہ اگرچہ سنجیدہ تر معلوم ہوتی ہے مگر پہلی روایت مین بھی کوئی محل تعریض نہین ہے کیونکہ ہم دیکھ رہے ہین کہ افراد امت مین سے وہ لوگ بھی ہین جو عزالدین۔ موید الدین۔ ناصر الدین۔ معین الدین کے القاب سے اب تک یاد کیے جاتے ہین اور کسی مسلمان کے نزدیک اس سے دین کی کوئی کسر شان نہین ہوتی۔

المختصر حضرت عمر اور حضرت حمزہ کے مسلمان ہونے سے مسلمانون کو ضرور ایک قوت حاصل ہوئی مگر کفار قریش کی تعدیون کا تدارک نہو سکا۔ چالیس بیالیس مسلمان اتنے جم غفیر کے مقابلہ مین کیا کرتے۔

جب کفار نے بہت ہی ستانے پر کمر باندھی تو آنحضرتؐ نے ۵ نبوی مین پھر مسلمانون کو حبش کی طرف ہجرت کی اجازت دی اور اس مرتبہ حضرت جعفر بن ابیطالب کو مہاجرین کی تسلی وحفاظت کے لیے اُن کے ساتھ کر دیا۔ اب تراسی مرد اور اٹھارہ عورتون نے ہجرت کی۔ ادھر یہ ہوا اور اُدھر کفار قریش نے زبان آور شخص عمرو بن العاص کو ہدایا و تحائف دے کر نجاشی بادشاہ حبشہ کے دربار مین بھیجا تاکہ مسلمانون کو وہان سے نکلوا دیا جائے چنانچہ ابن العاص نے نجاشی فرمانروائے حبشہ کے حضور مین ہدیہ و تحفہ پیش کرکے اپنا مقصد ظاہر کیا۔ نجاشی نے مسلمانون کو بلایا اور دریافت کیا کہ یہ کون دین ہے جس کو تم لوگ اختیار کرکے اپنی قوم سے جدا ہو گئے ہو۔ حضرت جعفر نے جواب مین بیان کیا کہ

"اے بادشاہ ہم لوگ جاہل تھے۔ بتون کو پوجتے تھے۔ مردار کھاتے تھے۔ بدکردارِیون مین مشغول رہتے تھے۔ عزیز و اقارب پر ظلم کرتے تھے۔ ہم مین جو زبردست ہوتا تھا

وہ زبردست پر جو چاہتا ستم کر گذرتا تھا۔ خدا نے ہم پر رحم فرمایا اور ہمین مین سے اپنا ایک رسول ہماری ہدایت کے لیے بھیجا۔ اُس نے ہمین توحید کی تعلیم دی۔ شرک و بت پرستی کو ہمسے چھڑایا۔ راست گوئی و امانت داری و رعایت حقوق عزیز و ہمسایہ کی ہدایت کی۔ بدکرداری اور ناحق خونریزی اور دروغ گوئی اور مال یتیم مین بیجا دست اندازی سے منع کیا اور ہمکو خدائے یکتا و بیہمتا کی عبادت کا طریقہ بتایا۔ اس پر یہ ہماری قوم ہم سے بگڑ گئی اور ہمپر طرح طرح کے ظلم کیے تاکہ ہم تنگ ہوکر اس دین حق کو چھوڑ دین اور پھر اُن مین ملجائین مگر ہمنے یہ گوارا نہ کیا اور جب ہم سے ان کا ستم برداشت نہ ہوسکا تو آپ کے عدل و انصاف پر اعتماد کرکے آپ کے ملک مین چلے آئے۔ تمام ملکون پر آپ کے ملک کو ترجیح دی اور یہ سمجھے کہ آپ کی حکومت مین ان لوگون کی شر سے محفوظ رہ سکین گے"

اسی تقریر کے سلسلے مین حضرت جعفر نے سورہ کھیعص کی چند آیتین بھی پڑھ کر سنائین۔ نجاشی متاثر ہوا اور اُس نے حضرت جعفر کا احترام کیا اور حکم دیدیا کہ سب مسلمان امن و اطمینان سے یہان رہین اور عمرو بن العاص کی درخواست کو نامنظور کرکے سب تحفے واپس کردیے۔

جب عمرو حبشہ سے ناکام واپس آیا تو قریش نے جھنجلا کے خلاف بنی ہاشم آپس مین ایک عہدنامہ لکھا کہ بنی ہاشم سے قطعًا میل جول۔ خرید فروخت ہر معاملہ ترک کیا جائے۔ اسوقت ابوطالب نے بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب کو جمع کیا اور آنحضرتؐ اور اُن سب کو ساتھ لیکر اُس گھاٹی مین چلے گئے جو شعب ابوطالب کے نام سے مشہور ہے۔ بنی ہاشم مین سے ابولہب نے اپنے خاندان کا ساتھ نہ دیا اور وہ اپنے سالے ابوسفیان کا شریک رہا۔ حافظ ابن قیم نے زاد المعاد مین لکھا ہے کہ ابوطالب نے اپنا مشہور قصیدہ لامیہ اسی زمانہ مین کہکر شائع کیا تھا۔ اس قصیدے کے تقریبًا نوے شعر سیرت ابن ہشام مین منقول ہین۔ یہ نظم ابوطالب کی عقل و شجاعت و مدبری کا عمدہ نمونہ ہے۔ اس مین تاریخی صحیح شہادتون کو پیش کرکے ابوطالب نے قریش کو ہدایت کی ہے کہ وہ فتنہ و فساد سے باز آئین اور احترام

بنی ہاشم کو لازم سمجھیں۔ بنی ہاشم کو آنحضرتؐ کی رفاقت پر مبارکباد دی ہے اور آنحضرتؐ کی حفاظت پر اُن کی پرجوش مستعدی کی داد دیتے ہوئے اُن کو اولوالعزمی اور ثابت قدمی کا سبق دیا ہے۔ اور کمال راستی و صداقت سے آنحضرتؐ کے اخلاق فاضلہ کو ظاہر کیا ہے اس قصیدے کے بعض شعر یہ ہیں۔

ولما رأیت القوم لا وُدّ عندهم
وقد قطعوا کل العریٰ والوسائل

جب میں نے دیکھا کہ قریش میں کچھ آثار انس و محبت باقی نہ رہے اور انھوں نے تمام عہد و پیمان قرابت داری توڑ ڈالے اور میل جول کے وسیلے قطع کر دیئے۔

صبرت لهم نفسی بسمراء سمحة
وابیض عَضْبٍ من تراث المقاول

تو آخر کار اُن کے مقابلہ کے لیے میں نے بھی لچکتے ہوئے نیزے اور چمکتی ہوئی تلوار پر اپنے جی کو مضبوط اور قائم کر لیا۔

اعوذ برب الناس من کل طاعن
علینا بسوء او مُلحّ بباطل۔

میں خدا کی پناہ میں آتا ہوں ہر اُس شخص کی شر سے جو ہم پر بدی طعنہ زن ہے اور باطل پر جما ہوا ہے۔

کذبتم وبیت الله نترك مكة
ونظعن الا امرکم فی البلابل

اے قریش بخدا یہ نہ ہوگا کہ ہم مکہ سے نکل جائیں اور اُس کو چھوڑ دیں اور اگر نکلے بھی تو تمھارے جاؤ کو پراگندہ کر کے چھوڑیں گے۔

کذبتم وبیت الله نُبزیٰ محمداً
ولما نطاعن دونه ونناضل

تمھاری یہ مراد بر نہ آئیگی کہ محمدؐ مغلوب ہو جائیں۔ حال یہ ہے کہ ابھی تو ہم نے اُن کی حمایت میں نیزہ بازی و تیر اندازی کچھ بھی نہیں کی

ونسلمه حتی نُصرّع حوله
ونذهل عن ابنائنا والحلائل

ہم بنی ہاشم اُسوقت تک محمدؐ کا ساتھ نہ چھوڑینگے جب تک اُنکے جوش حمایت میں اپنے فرزند کو بھول کر اور قتل ہو ہو کر اُن کے گرد نہ گر جائیں

وانا لعمر الله ان جدّ ما اریٰ
لتلتبسن اسیافنا بالاماثل

اے قریش اگر تمھاری بد خلافی یہی رہی تو سمجھ رکھو کہ ہماری تلواریں تمھارے نامداروں اور سرداروں کے جسموں میں در آئی ہوئی ہونگی۔

لقد علموا ان ابننا لا مُکذَّب
لدینا ولا یُعنیٰ بقول الاباطل

بیشک سب جان چکے ہیں کہ ہمارے فرزند محمدؐ اپنے اقوال و افعال میں کبھی جھٹلائے نہیں گئے۔ اور بیہودہ بکنے والوں کی باتوں پر کوئی توجہ نہیں کرتا

فاصبح فینا احمد فی ارومة

ہم میں شرف احمدؐ ہر ایک کے شرف سے بالاتر ہے اور اُن پر

يقصر عنها سورة المتطاول	ترجیح حاصل کرنے سے ہر طالب غلبہ قاصر و عاجز ہے۔
حكيم رشيد عاقل غير طائش	وہ حکیم و رشید و عاقل ہین، سبک سر و خفیف الحرکات نہین ہین
يوالي الٰهًا ليس عنه بغافل	اور اپنے معبود کی محبت و طاعت سے کسی وقت غافل نہین ہین۔

الحاصل بنی ہاشم تین برس تک شعب ابو طالب مین رہے اور اذوقہ اور ضروریات زندگی کی بندش و کمیابی سے انکا حال بہت تباہ ہوا مگر آنحضرتؐ کی حفاظت و رفاقت مین خوب ثابت قدم رہے۔ قریش کا یہ تشدد بنی ہاشم پر اس حد تک پہونچ گیا تھا کہ حافظ ابن قیم زاد المعاد مین روایت کرتے ہین کہ بنی ہاشم کے بھوکے بچون کے رونے کی صدائین گھاٹی کے ادھر سنا کرتی تھین۔ اسی زمانہ مین ایک روز آنحضرتؐ نے ابو طالب سے فرمایا کہ عہدنامہ قریش کے وہ تمام الفاظ جو مشعر ظلم و قطع برادری تھے کیڑون نے کھالیے اور اُس مین سے صرف وہ ٹکڑا باقی رہ گیا ہے جس پر خدا کا نام لکھا ہوا ہے شاید خدا کے نام سے مراد یہ ہے کہ قریش کا دستور یہ تھا کہ عنوان نوشتہ پر بسمك اللهم لکھا کرتے تھے۔ غرضکہ بقول ابو الفدا چونکہ ابو طالب کو آنحضرتؐ کی سی بات مین شک نہ ہوتا تھا اسلیے وہ فوراً قریش کے پاس پہونچے اور یہ ماجرا بیان کیا۔ چنانچہ عہدنامہ نکال کر دیکھا گیا تو قول رسول اللہؐ کی تصدیق ہوئی۔ اور خود کفار قریش مین سے ہشام بن عمرو اور مطعم بن عدی نے بھی قریش کو اس جور و تعدی سے دستکش ہونے کی رائے دی چنانچہ قریش نے اس معاہدے کو رفت و گذشت کر دیا۔ بنی ہاشم پھر اپنے گھرون مین آکر آباد ہوئے۔ ابن عبد البر استیعاب مین لکھتے ہین کہ اس واقعے کے چھ مہینے کے بعد ابو طالب نے (سنلہ نبوی مین) دنیا سے رحلت کی اب سفہائے قریش نے آنحضرتؐ کے ستانے مین کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ ادنی طریقہ دل آزاری یہ تھا کہ بدتمیز کافر جب کبھی آنحضرتؐ کو اور مسلمانون کو راہ مین آتے جاتے دیکھتے تو اُن کے پیچھے تالیان بجاتے اور طعن سے کہتے تھے کہ "دیکھو یہی وہ لوگ ہین جو شاہان روئے زمین ہین اور قیصر و کسریٰ کے خزانون پر متصرف ہونگے"

ستانے کے عجیب عجیب انداز تھے ابن اثیر نے لکھا ہے کہ ایک دن رکانہ بن عبد یزید جو مشہور پہلوان تھا اور کبھی کسی سے زیر نہ ہوا تھا آیا اور آنحضرتؐ سے کہا کہ مجھے پچھاڑو تو

مانونگا کہ نبی برحق ہو۔ تین مرتبہ کشتی ہوئی اور ہر مرتبہ آنحضرتؐ نے اُس کو پچھاڑا مگر یہ عہد کافر مسلمان نہ ہوا اور یہ کہکر چلا گیا کہ بڑے جادوگر ہو۔

بہرحال آنحضرتؐ کمال حلم و صبر سے قریش کے ساتھ برتاؤ کرتے تھے اور اُن کی بدکلامیون اور بےادبیون پر ضبط فرماتے تھے۔ ایک دن عقبہ بن ابی معیط نے باتون باتون مین بگڑ کے آنحضرتؐ کی چادر کو اس زور سے کھینچا کہ آپ کے گلے مین اُس کا پھندا پڑ گیا مگر آنحضرتؐ کچھ نہ بولے۔ حضرت ابوبکر موجود تھے یہ دیکھکر بیتاب ہوگئے اور روکر چلائے۔ "ہے غضب اُس شخص کو مارے ڈالتے ہو جو کہتا ہے کہ اللہ میرا پروردگار ہے"

آنحضرتؐ نے جب دیکھا کہ وعظ و حلم سے قریش متاثر نہین ہوتے تو دوسرے قبائل کی طرف آپ نے نظر کی۔ زید بن حارثہ کو ساتھ لیکر طائف مین آئے کہ قبیلہ ثقیف سے اشاعت دین مین کچھ مدد ملے لیکن شیوخ طائف نہایت کمینگی سے پیش آئے اور آنحضرتؐ کو وہان ٹھہرنے نہ دیا۔ آنحضرتؐ خستہ و ملول پھر مکے مین تشریف لائے۔ دشمنون کا چارون طرف غلبہ و ہجوم تھا اور وہی طریقہ استہزا و آزار دہی قائم۔ مگر باایں ہمہ آنحضرتؐ کے استقلال و ثبات قلب کی یہ حالت تھی کہ آپ نے ایک روز بےہراس مجمع قریش مین فرمایا

یامعشر الملاء من قریش فواللہ لایاتی علیکم غیر کثیر من الدھر حتی تدخلوا فیما تنکرون وانتم کارھون (تاریخ کبیر طبری)	اے گروہ شیوخ قریش بخدا عنقریب تمکو چاروناچار دائرۂ اسلام مین داخل ہونا پڑے گا۔

اسی زمانہ مین خدائے قدیر نے آنحضرتؐ کو مدارج عالیہ معراج پر فائز فرمایا یہ واقعہ اشہر معجزات مین شمار ہوتا ہے۔ دستور تھا کہ ہر سال ماہ رجب و ذی الحجہ مین طواف خانۂ کعبہ کے لیے قبائل عرب آیا کرتے تھے۔ آنحضرتؐ حتی الامکان اس موقع کو ہاتھ سے نہ دیتے تھے اور وقت فرصت پاکر ان لوگون سے ملتے تھے اور سنجیدگی سے اُن کو نصیحت فرماتے تھے۔ آپ کا خلاصہ وعظ یہ ہوتا تھا کہ شرک و بت پرستی و بداعمالی کی مذمت فرماکر خدا کی وحدانیت اور اپنی رسالت پر ایمان لانے کی اور نیک خصلتین اختیار کرنے کی آپ اُن کو ہدایت فرماتے تھے اور بشارت دیتے تھے کہ اگر اشاعت اسلام مین میری نصرت کروگے

تو اس کے صلہ مین خدا تمکو دنیا اور آخرت کی نعمتین عطا فرمائے گا اور تم روم و ایران کی سلطنتون کے خزانون پر متصرف ہوگے۔ ایک مرتبہ قبیلۂ بنی عامر بن صعصعہ کے کچھ لوگ مکہ مین آئے اور آنحضرتؐ نے اُن کو اسی طرح نصیحت فرمائی۔ اُن مین سے بحیرہ بن فراس نے آنحضرتؐ کی طرف اشارہ کرکے اپنی قوم سے کہا کہ واللہ قریش کا یہ جوانمرد اگر میرے ہاتھ مین آجائے تو اس کے ذریعہ سے عرب کو قابو مین کرلون۔ اور اُس سے کافی فائدہ اُٹھاؤن۔ پھر آنحضرتؐ سے کہا کہ اگر ہم آپ کی متابعت اور نصرت کرین اور آپ کو خدا آپ کے دشمنون پر غلبہ عطا فرمائے تو شرط یہ ہے کہ آپ کے بعد آپ کے جانشین ہم ہون آنحضرتؐ نے یہ سنکر فرمایا کہ یہ میرے اختیار کی بات نہین ہے خدا کی مرضی پر ہے۔

قال الامر الی اللہ یضعہ حیث یشاء (تاریخ کبیر طبری) وہ جسکو چاہے میرا جانشین بنائے۔

المختصر اسی سلسلۂ وعظ و پند مین ایک مرتبہ اہل مدینہ مین سے کچھ لوگ متاثر ہوئے مورخین نے اس واقعہ کو نہایت تفصیل سے بیان کیا ہے مگر اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ مدینہ مین اوس و خزرج دو بڑے قبیلے تھے اور دونون مین تقریباً ایک سو بیس برس سے مخالفت تھی اور گاہ و بیگاہ آپس مین لڑ بیٹھتے تھے۔ چنانچہ آخری جنگ جو ان دونون مین ہوئی وہ قبیلہ اوس کے قلعہ بعاث پر ہوئی تھی اور خزرج نے شکست کھائی تھی۔ اس شکست سے شیوخ خزرج بہت متاثر تھے۔ از انجملہ اسعد بن زرارہ بتقریب موسم رجب جب وارد مکہ ہوا تو عتبہ بن ربیعہ کا مہمان ہوا اور ایک روز بامید امداد اپنے میزبان سے اپنی شکست کا بھی تذکرہ کیا۔ عتبہ نے کہا کہ ہم کیا تمھاری مدد کرین اول تو مدینہ یہان سے دور ہے دوسرے محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب کی وجہ سے ہم خود اندنون پریشان ہین۔ اُنھون نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور ہماری جماعت مین تفرقہ ڈالدیا ہے۔

چونکہ حوالی مدینہ مین جو یہودی آباد تھے وہ اکثر خصومت و نزاع کے وقت وہان کے عربون کو یہ کہکر ڈرایا کرتے تھے کہ عنقریب مکہ مین ایک نبی مبعوث ہونے والے ہین اور وہ یہان ہجرت کرکے آئینگے ہم اُن کے ساتھ ہوکر تمکو سزا دینگے۔ یہ بات قبائل اوس و خزرج سب کے کانون مین پڑی ہوئی تھی۔ اسعد نے عتبہ سے جب آنحضرتؐ کے

دعوی رسالت کا ذکر سنا بیساختہ اُس کے دل مین آنحضرتؐ سے ملنے کا شوق پیدا ہو گیا۔ اور جس طرح ہو سکا وہ آنحضرتؐ سے ملا۔ اور دریافت کیا کہ آپ کس امر کی طرف لوگون کو دعوت دیتے ہین۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ مین سب کو یہ ہدایت کرتا ہون کہ خدا کی وحدانیت اور میری رسالت پر ایمان لاؤ۔ اور کسی کو خدا کا شریک نہ قرار دو۔ مان باپ کے ساتھ بحُسن سلوک پیش آؤ ضیق معیشت کے اندیشے سے اپنی اولاد کو ہلاک نہ کرو۔ خدا اُن کا اور تمھارا روزی رسان ہے۔ ظاہر و باطن شرمناک کامون سے دور رہو۔ ناحق کسی کے قتل کے روادار نہو۔ یتیمون کے مال وجائداد کا اہتمام کرو اُن کی حفاظت رکھو مگر اُن کے مال کو اپنے صرف مین نہ لاؤ اور جب وہ بالغ و عاقل ہو جائین اُن کا مال اُن کے حوالے کر دو۔ سچائی سے لین دین کرو۔ تجارت مین کسی کو فریب نہ دو۔ کسی پر اُس کی قوت سے زیادہ بار نہ ڈالو۔ جو فیصلہ کرو انصاف سے کرو خواہ متخاصمین مین سے کوئی فریق کیسا ہی تمھارا عزیز قریب کیون نہ ہو۔ جو خدا سے عہد کرو اُسکو وفا کرو۔

توفیق الٰہی نے ان ہدایتون کو اسعد کے ذہن نشین کر دیا اور وہ اُسی وقت کلمہ پڑھکر مسلمان ہو گئے پھر ذکوان بن قیس کو جو مدینہ سے اُن کے ہمراہ آئے تھے لاکر حاضر کیا اور وہ بھی مشرف باسلام ہوئے۔

اسعد نے اوس وخزرج کی مخالفت کا قصہ اور یہود کی زبان سے مدینہ مین خبر بعثت پیغمبر مشہور ہونے کا واقعہ آنحضرتؐ سے عرض کیا اور درخواست کی کہ تعلیم قرآن اور اشاعت دین کے لیے کسی کو ہمارے ساتھ مدینہ مین بھیجد یجیے۔ چنانچہ آنحضرتؐ نے مصعب بن عمیر کو اسعد کے ساتھ کر دیا۔ اسعد و مصعب نے وہان پہونچکر اظہار دعوت اسلام مین ہوشمندانہ سعی کی۔ خدا نے ایسا کیا کہ روز ہر ایک گھرانے مین ایک ایک دو دو مسلمان ہونے لگے۔ عبداللہ بن ابی کو یہ امر شاق ہوا کیونکہ اوس وخزرج نے باتفاق قبل ازین یہ طے کیا تھا کہ عبداللہ بن ابی کو اپنا سردار و بادشاہ بنائین گے۔ عبداللہ بن ابی سیر چشم جوان تھا اور اس وجہ سے بہت سے لوگ اُس کے ہوا خواہ تھے۔ قبیلہ اوس کو بھی اُس کی یہ ادا پسند آئی تھی کہ جنگ بعاث مین وہ غیر جانبدار رہا تھا اور اُس نے اپنے قبیلہ خزرج کا

ساتھ نہین دیا تھا اور صاف کہدیا تھا کہ تمھاری زیادتی ہے۔

مگر عبداللہ بن ابی اس موقع پر بظاہر کوئی مخالفت نکر سکا کیونکہ سعد بن معاذ جو قبیلہ اوس مین سے ایک باثر شخص تھا مصعب سے قرآن مجید کو سُنکر ابتدا ہی مین مسلمان ہو چکا تھا اور پُرجوش انداز سے اشاعت اسلام مین سعی کر رہا تھا۔ اور یومًا فیومًا جماعت مسلمین مین ترقی ہو رہی تھی۔ اور نامور شیوخ مسلمان ہوتے جاتے تھے۔ اور بُت توڑ توڑ کر پھینکے جا رہے تھے۔

جب مصعب نے اس تمام حال سے آنحضرتؐ کو مطلع کیا تو آنحضرتؐ نے اُن مسلمانون کو جو قریش کے ظلم و ستم اُٹھاتے اُٹھاتے عاجز آ گئے تھے مدینہ کی طرف ہجرت کی اجازت دی اور مسلمان چُپکے چُپکے ایک ایک دو دو کر کے ہجرت کرنے لگے۔ اہل مدینہ ان مہاجرین کو بکشادہ پیشانی اپنا مہمان کرتے تھے اور اُن کے ساتھ بہ نیکی سلوک ہوتے تھے۔

سنہ۱۲ نبوی مین بتقریب موسم حج بہت سے اہل مدینہ وارد مکہ ہوئے جن مین کچھ مسلمان تھے اور کچھ مشرک۔ ان مین سے تہتر شخص شب دوازدہم ذی الحجہ کو کفار سے پوشیدہ بمقام عقبہ منیٰ آنحضرتؐ کی حضور مین حاضر ہوئے۔ آنحضرتؐ نے اس جلسہ مین اولاً کلام مجید کی چند آیتون کی تلاوت سے حاضرین کو مشرف فرمایا پھر اُن سے یہ عہد لیا کہ ہمیشہ دین خدا و توحید پر قائم رہین گے اور دعوت اسلام مین رسول اللہؐ کی نصرت کرین گے اور جو معاند مانع و حارج ہو گا اُس سے جہاد کرین گے۔ پھر آنحضرتؐ نے اُن مین سے بارہ اشراف کو منتخب فرما کر اُن کے گروہون پر نقیب و رئیس مقرر فرمایا۔ اس عہد و بیعت کے بعد سب مرخص ہوئے۔ بارہ منتخب مین نو اسعد بن زرارہ۔ برا بن معرور۔ عبداللہ بن خرام۔ رافع بن مالک۔ سعد بن عبادہ۔ منذر بن عمرو۔ عبداللہ بن رواحہ۔ سعد بن ربیع۔ عبادہ بن صامت قبیلۂ خزرج مین سے تھے اور تین ابوالہیثم بن تیہان۔ اسید بن حضیر۔ سعد بن خثیمہ قبیلہ اوس مین سے۔ جب یہ قافلہ واپس آیا مدینہ مین دعوت اسلام کو خوب فروغ ہوا۔

اخبار مدینہ اور پیاپے مسلمانان مکہ کی ہجرت سے کفار قریش گھبرائے اور اندیشہ کیا کہ کہین شدہ شدہ آنحضرتؐ بھی مدینہ مین پہونچکر قوت نہ حاصل کر لین اسلیے سب نے مشورہ کر کے آنحضرتؐ کو قتل کرنے کے لیے ایک تاریخ مقرر کی اور یہ تدبیر نکالی کہ قریش کے

ہر خاندان میں سے ایک ایک ذی وجاہت جوان منتخب کیا جائے اور یہ سب مل کر ایک ساتھ آنحضرتؐ کو قتل کریں تاکہ بنی ہاشم اگر انتقام لینا چاہیں تو تمام قریش کے خاندانوں کے مقابلہ سے عاجز رہیں۔ آنحضرتؐ کو جب غدار قریش کے اس مکر کی خبر ہوئی تو آپ نے اُس شب کو جو آپ کے قتل کے لیے مقرر کی گئی تھی لوگوں کی وہ سب امانتیں جو آپ کے پاس محفوظ تھیں اُن کو واپس دینے کے لیے علی بن ابیطالب کو سپرد کر دیں حضرت علیؑ کو اپنے بستر پر اپنی چادر اُڑھا کر لٹا دیا تاکہ قریش سمجھیں کہ محمدؐ ہی سو رہے ہیں۔ اور خود آنحضرتؐ کھڑکی سے نکل کر منزل مقصود کی طرف روانہ ہو گئے۔ اور اُس وقت تک کہ قریش کے تعاقب کی طرف سے گونہ اطمینان ہوا آپ اور ابوبکر صدیق غار ثور میں پوشیدہ رہے۔ پھر قصد مدینہ فرمایا۔ اس سفر میں صرف ابوبکر صدیق اور عامر بن فہیرہ آپ کے ہمراہ تھے۔

بعد بعثت تقریباً تیرہ برس تک آنحضرتؐ مکہ میں مصروف وعظ و پند رہے پھر مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ بروز دوشنبہ ۱۲ ربیع الاول سلمہ ہجری کو آنحضرتؐ حوالی مدینہ منورہ میں وارد منزل قبا ہوئے۔ اور بنی عمرو بن عوف میں کلثوم بن ہدم کے یہاں قیام فرمایا۔ اور حضرت ابوبکر محلہ سنخ میں خبیب بن اساف کے یہاں جا کر مقیم ہوئے۔

آنحضرتؐ نے باوجود اصرار اہل مدینہ پندرہ روز تک علی بن ابیطالب کے انتظار میں یہیں قیام فرمایا اور علی مرتضیٰ کے پہونچنے کے بعد وہاں سے مدینہ منورہ میں داخل ہونے کے قصد سے بروز جمعہ سوار ہوئے۔ جب محلہ بنی سالم میں پہونچے نماز جمعہ کا وقت آگیا چنانچہ آپ نے وہیں نماز جمعہ باجماعت ادا کی۔ اس جماعت میں مقتدیوں کی تعداد بعض مورخین نے ایک سَو تک بیان کی ہے۔ پھر اُس وقت تک کہ مسجد نبوی اور اُسکے گرد آنحضرتؐ اور اصحاب کے حجرے تعمیر ہوئے آپ ابو ایوب انصاری کے یہاں قیام پذیر رہے۔ تعمیر مسجد میں آنحضرتؐ خود بھی اینٹیں وغیرہ ڈھوتے تھے اور مہاجرین و انصار بھی۔ مسجد کا عرض و طول سو سو ذراع تھا اور دیواریں تین تین ذراع اونچی تھیں جو پتھر اور کچی اینٹوں اور گارے سے بنی تھیں۔ ستون چوب خرما کے تھے اور چھت خرمے کی شاخوں سے پٹی ہوئی تھی۔

اسی سلمہ ہجری مین سلمان فارسی مشرف باسلام ہوئے۔ اسی سنہ مین طریقہ اذان جاری ہوا اور سمت قبلہ بجائے بیت المقدس کے بیت اللہ قرار پائی۔ عبداللہ بن سلام جو علمائے یہودیین سے نامور تھے مسلمان ہوئے۔ قبائل یہودیین سے بنی قریظہ اور بنی نضیر اور بنی قینقاع جو اطراف مدینہ مین آباد تھے آنحضرتؐ کی خدمت مین حاضر ہوئے بعد گفتگو قبول اسلام مین تامل کیا اور درخواست صلح پیش کی جس کو آنحضرتؐ نے منظور فرمایا۔ معاہدہ ہوگیا کہ یہود آنحضرتؐ اور اُن کے اصحاب کو کوئی رنج و اذیت نہ پہونچائینگے اور اُن کے دشمن کو قولاً و فعلاً ظاہر و باطن کسی قسم کی مدد نہ دین گے۔ اگر اس کے خلاف کوئی امر ظاہر ہو تو یہ معاہدہ فسخ ہو جائے گا اور بمقابلہ یہود قانون جنگ کے اجرا کا مسلمانون کو اختیار حاصل ہو جائے گا۔

اس معاہدۂ یہود کے الفاظ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ کفار قریش کی فتنہ انگیزی اور چڑھائی کا آنحضرتؐ کو خیال تھا۔ قریش جیسا کہ اوپر مذکور ہوا آنحضرتؐ سے سخت بغض و عناد رکھتے تھے۔ اور اس حالت مین بھی کہ مکہ مین مسلمان بہت دبے ہوئے اور سر جھکائے ہوئے رہتے تھے۔ قریش اُن پر انواع و اقسام کے ظلم و ستم کرتے تھے۔ حتیٰ کہ ظالمون نے آنحضرتؐ اور مسلمانون کو اُن کے وطن مالوف سے بغیر نکالے نہ چھوڑا۔ اب کہ مسلمانون کی وہ حالت بیکسی بالکل بدل گئی تھی ظاہر ہے کہ کیسا کچھ رشک و حسد قریش کو اُن پر ہوگا۔ اور جو لوگ بارہ تیرہ برس تک قریش کے مغلوب و مقہور رہ چکے تھے اُن کا یکایک اس طرح پنجۂ ظلم سے رہا ہو جانا اور قوت مقابلہ بہم پہونچانا اس مین شک نہین کہ قریش کو ایسے سخت قلق و اضطراب مین ڈالنے والی بات تھی جس کے تدارک سے اُن کا غافل رہنا محال تھا۔ اگر یہود سے یہ معاہدہ کر کے یکسوئی کا پہلو نہ اختیار کیا جاتا تو کچھ عجب نہ تھا کہ قریش فوراً اُسی طرح جس طرح بعد ازین اُنھون نے حملے کیے اسی وقت یہود کو رفیق حال بنا کر دوڑ پڑتے اور مسلمانون کو اپنی قوت کے آغاز نشو و نما مین ناقابل برداشت مصائب کا سامنا ہوتا۔ کیونکہ یہود بڑے دولتمند تھے اور اطراف مدینہ مین اُن کے املاک اور قلعون کا سلسلہ پھیلا ہوا تھا۔ معہذا آنحضرتؐ کا یہ بھی داب تھا کہ آپ نے کبھی اُس

شخص سے پرخاش کو روا نہین رکھا جس نے صلح و آشتی کو آپ کے سامنے پیش کیا ہو حتی کہ قریش کے ساتھ بھی حدیبیہ مین اس طرح صلح کرلی تھی کہ بظاہر قریش کے موافق تھی۔

غرضکہ مدینہ مین یہ سب اسباب اشاعت دین آنحضرتؐ مہیا فرما رہے تھے اور آپ کو شب و روز اشرار کو اخیار بنانے کی اور سرزمین خدا کو فتنہ و فساد سے پاک کرنے کی فکر تھی کہ یکایک مسلمانون کا دور مظلومی ختم ہوا اور منتقم حقیقی نے متعلق جہاد یہ حکم قضا شیم نازل و نافذ فرمایا

اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰی نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرُ۔ اَلَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ

اجازت جہاد دی گئی اُن (مظلومون) کو جن سے کفار برسر جنگ ہین (اور) اس سبب سے (اُن کو اذن جہاد دیا گیا) کہ اُن پر ظلم کیا گیا اور اللہ بیشک اُن کی مدد پر قادر ہے۔ وہ (مظلوم) اپنے گھرون سے ناحق نکالے گئے (محض) اس کہنے پر کہ ہمارا رب اللہ ہے۔

اسوقت تک رسول اللہؐ محض جہاد اکبر کے طریقے یعنی اصول طہارت نفس امت کو تعلیم فرما رہے تھے۔ اب اُس تعلیم پر اضافہ ہوا اور آئین جہاد اصغر بھی اُن کو تعلیم فرمانا شروع کیے۔ چنانچہ اسی سنہ ہجری ماہ رمضان مین آنحضرتؐ نے تیس مہاجرین کی ایک جماعت پر اپنے چچا حمزہ بن عبدالمطلب کو سردار و علمدار مقرر فرما کر قبیلہ جُہینہ کی بستیون کی طرف بھیجا۔ جدھر سے ابو جہل تین سو آدمیون کے کاروان کے ساتھ آنے والا تھا۔ مقابلہ ہوا مگر دونون فریق جنگ سے دستکش رہے ابو جہل مکہ کی طرف چلا گیا اور حمزہ نے مدینہ کی طرف مراجعت کی۔ مسعودی نے کتاب الاشراف مین لکھا ہے کہ اس واقعہ کے متعلق حمزہ نے یہ فخر کیا ہے:

بامر رسول اللّٰہ اول خافق ٭ علیہ لواء لم یکن لاح من قبلی — سب سے پہلے جسکے سر پر رسول اللہؐ کے حکم سے علم کا پھریرا لہرایا وہ مین ہون۔

ماہ شوال مین ساٹھ مہاجرین کی جماعت پر آنحضرتؐ نے اپنے برادر عم زادہ عبیدہ بن حارث کو سردار بنا کر رابغ کی طرف بھیجا۔ ابو سفیان سے حوالی چشمہ احیاء مین مقابلہ ہوا ابو سفیان کے ساتھ دو سو کفار قریش تھے۔ فریقین نے ایک دوسرے پر تیر چلائے پھر بغیر قتل و خونریزی دونون گروہ اپنی طرف چلے گئے۔ کہا گیا ہے کہ پہلا تیر اس موقع پر جس مسلمان نے کافرون پر چلایا وہ سعد بن ابی وقاص تھے اور یہ امر اُنکے محامد و مناقب مین شمار ہوتا ہے۔

ماہ ذی القعدہ مین آنحضرتؐ نے بیس مسلمانون پر سعد بن ابی وقاص کو سردار قرار دیکر خرار کی طرف بھیجا جو جُحفہ کے قریب ہے مگر کہین کسی گروہ مخالف سے مقابلہ نہین ہوا۔

سنہ ۲ ہجری

ماہ صفر مین آنحضرتؐ نے حفاظت مدینہ سعد بن عبادہ کو سپرد کرکے اور مہاجرین کو ساتھ لے کے وِدّان اور اَبْواء تک سیاحت فرمائی اور پندرہ روز کے بعد مدینہ منورہ مین واپس تشریف لائے کہین کسی دشمن سے مقابلہ نہین ہوا۔

ماہ ربیع الاول مین دو سو مسلمانون کو ساتھ لئے ہوئے آنحضرتؐ کوہ بواط تک تشریف لے گئے۔ اس مرتبہ بھی کوئی دشمن سامنے نہین آیا۔ پھر آنحضرتؐ کرز بن جابر فہری کی تلاش مین جو چراگاہ عقیق سے اہل مدینہ کے اونٹ وغیرہ لوٹ لے گیا تھا کوہ سفوان تک تشریف لے گئے مگر وہ نہ ملا۔

ماہ جمادی الاولیٰ مین آنحضرتؐ نے ذو العشیرۃ تک جو نواح ینبع مین ہے سفر کیا۔ کیونکہ اُدھر سے ابوسفیان ایک قافلۂ قریش کے ساتھ آنے والا تھا۔ اور اس کا تفحص لازم تھا کہ آیا قریش بقصد تجارت نکلے ہین یا بارادۂ جنگ۔ مگر ابوسفیان آنحضرتؐ کے پہونچنے کے پہلے وہان سے گذر چکا تھا۔ آنحضرتؐ نے اُس کا تعاقب نہین کیا اور مراجعت فرمائی۔ اس سفر مین ایکسو پچاس مہاجرین آنحضرتؐ کے ہمراہ تھے۔

ماہ رجب مین آنحضرتؐ نے عبداللہ بن جحش کو گیارہ مسلمانون کے ساتھ قریش کی خبرین معلوم کرنے کو بھیجا عبداللہ بن جحش سے اتفاقاً بمقام نخلہ معدودے چند قریش سے مقابلہ ہوگیا۔ قریش مین سے ایک قتل ہوا اور باقی لوگ بھاگ گئے۔ اور جو اپنا ساز و سامان وہ لوگ چھوڑ کر بھاگ گئے تھے عبداللہ وہ سب لے آئے۔ آنحضرتؐ نے اُن کی اس تمام کارروائی کو ناپسند فرمایا۔ اور فرمایا کہ تمکو ہمنے لڑنے کے لئے نہین بھیجا تھا۔ اور وہ مال اُس وقت تک کہ فساد قریش سے نوبت بجنگ و جدال پہونچی اور مال غنیمت کے متعلق وحی نازل ہوئی محفوظ رہا من بعد مسلمانون کو تقسیم کر دیا گیا۔

غزوهٔ بدر

جب وہ قافلۂ قریش جو ذوالعشیرہ سے آنحضرتؐ کے پہونچنے سے پہلے گذر چکا تھا ملک شام سے لوٹا آنحضرتؐ نے تین سو گیارہ مسلمانون کو ساتھ لیکر اُس کا قصد کیا۔ جب بمقام بدر پہونچے معلوم ہوا کہ ابوسفیان نو سو پچاس کفار قریش کو لیے ہوئے جنگ کے لیے آرہا ہے جن مین چھ سو زرہ پوش اور سو سوار ہین۔ یہ خبر سُنکر مسلمان جو آنحضرتؐ کے ہمراہ تھے اُن مین سے ایک گروہ گھبرا گیا۔ سورۂ انفال مین خدا نے اس بزدلی پر ان لوگون کو بہت سرزنش کی ہے۔ مگر ان لوگون کے سوا اکثر مسلمان جہاد پر تُل گئے اور سعد بن معاذ اور مقداد نے پرجوش انداز سے نصرت دین پر اظہار آمادگی کیا۔ آنحضرتؐ خوش ہوئے اور دونون کو دعائے خیر دی۔ المختصر لشکر قریش آپہونچا۔ سترھوین رمضان کی صبح کو میدان بدر مین فریقین صف آرا ہوئے۔ آنحضرتؐ نے وہ علم جو آپ کے ساتھ رہتا تھا مصعب کو دیا اور علم لشکر علیؑ کو عطا فرمایا۔ نامورانِ قریش مین سے تین غرور و سرداری کے جوش مین عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ سب کفار قریش پر سبقت کرکے اپنی صفون سے آگے بڑھے اور مسلمانون کو للکارا کہ ہم سے جنگ کے لیے بڑھو۔ انصار مین سے معاذ اور معوذ اور عوف نے بڑھنا چاہا مگر آنحضرتؐ نے اُن دلیرون کی ہمتون پر تحسین و آفرین فرماکر اُن کو ٹھہرا لیا اور فرمایا کہ:۔

یا بنی ہاشم قوموا۔ قاتلوا بحقکم الذی بعث اللہ بہ نبیکم اذ جاؤا بباطلہم لیطفئوا نور اللہ فقام حمزۃ بن عبد المطلب وعلی بن ابی طالب وعبیدۃ بن الحارث بن عبد المطلب بن عبد مناف الخ

(طبقات ابن سعد)

اے بنی ہاشم تم بڑھو اور ان کافرون سے اپنے اُس حق پر جنگ کرو جس پر خدا نے تمھارے نبی کو مبعوث فرمایا ہے۔ باطل پرست قریش نور خدا کو بجھانے کے قصد سے آئے ہین۔ چنانچہ حمزہ بن عبد المطلب اور علی بن ابیطالبؑ اور عبیدہ بن حارث بن عبد المطلب بڑھ گئے۔

اور اُن سرکش کافرون سے جنگ ہونے لگی حمزہ نے شیبہ کو اور علی نے ولید کو قتل کیا پھر ان

دونون نے عتبہ کو بھی قتل کیا جو عبیدہ سے لڑ رہا تھا۔ عبیدہ زخم کاری کھا چکے تھے جس سے جانبر نہ ہوئے۔

صحیح بخاری مین عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے ایکبار رو بقبلہ ہوکر شیبہ اور عتبہ اور ولید اور ابوجہل کے حق مین بددعا کی تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ قریش مین یہ لوگ نہایت خوفناک شریر تھے۔

شیبہ وغیرہ کے قتل ہونے کے بعد دونون لشکرون مین جنگ چھڑ گئی اور ہنگامہ حرب و ضرب گرم ہوا۔ علی بن ابیطالبؑ سے روایت ہے کہ

عن علی قال لما کان یوم بدر و حضر البأس اتقینا برسول اللہ صلعم و کان من اشد الناس بأسا یومئذ وما کان احد اقرب من المشرکین منہ

ہمکو رسول اللہ صلعم کی جان کا اندیشہ تھا کیونکہ آنحضرتؐ سب سے زیادہ سخت لڑائی لڑ رہے تھے اور اُس دن ہم مین سے ایک بھی رسول اللہ کی طرح مشرکون سے بھڑا ہوا نہین لڑ رہا تھا۔

(طبقات ابن سعد)

صحیح بخاری مین ایک سلسلۂ حدیث مین ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ:۔

والذی نفسی بیدہ لوددت انی اقتل فی سبیل اللہ ثم احیی ثم اقتل ثم احیی ثم اقتل ثم احیی ثم اقتل۔ انتہی

بخدا میری آرزو ہے کہ خدا کی راہ مین قتل ہون پھر زندہ ہون پھر قتل ہون پھر زندہ ہون پھر قتل ہون پھر زندہ ہون پھر قتل ہون۔

اس مرد آزما معرکۂ جنگ مین علی بن ابیطالبؑ نے تاک تاک کر نمودارانِ قریش کو مارا جن مین ابوسفیان کا بیٹا حنظلہ بھی تھا جس کے قتل ہونے سے ابوسفیان کے حواس بجا نہ رہے۔ اور ایک نوفل بن خویلد تھا جو قریش مین ایسا ڈھیٹ اور شورہ پشت تھا کہ جب ابوبکر و طلحہ مسلمان ہوئے تھے تو اُس نے ان دونون کو برملا رسی مین باندھکر کھینچا تھا۔ غرضکہ سرکشون اور سردارون کے قتل ہونے سے قریش کے دل ٹوٹ گئے۔ اور مسلمانون کی ہمتین بڑھ گئین۔ خوب جی لگا کر لڑے۔ ابوجہل بھی دلیران انصار کے ہاتھ سے مارا گیا۔ قریش شکست کھا کر بھاگ نکلے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ فتحیاب ہوئے۔

قریش مین سے ستر قتل اور اسی قدر اسیر ہوئے۔ آنحضرتؐ نے مجاہدون کو حکم دیا کہ اپنے اپنے قیدیون کو آسایش سے رکھین چنانچہ کبھی یہ بھی ہوتا تھا کہ مسلمان خود کھجور کھاتے تھے اور قیدیون کو پیٹ بھر کر کھلاتے تھے۔ ان قیدیون مین سے صرف نضر بن حرث اور عقبہ بن ابی معیط قتل کیے گئے اور باقی کچھ فدیہ لیکر اور کچھ احساناً چھوڑ دیے گئے۔ قیدیون مین عباس بن عبد المطلب اور عقیل بن ابیطالب اور نوفل بن حرث بھی تھے یہ سب فدیہ دے کر چھوٹے۔ طالب بن ابیطالب کو بھی قریش اپنے ساتھ لائے تھے مگر اس جنگ مین اُن کا پتہ نہ ملا نہ معلوم کب گئے اور کہان گئے اور کیا ہوئے۔

آنحضرتؐ نے جنگ شروع ہونے سے پہلے فرما دیا تھا کہ بنی ہاشم کو قریش بجبر اپنے ساتھ لائے ہین لہٰذا مسلمانون کو چاہیئے کہ اُن کے قتل سے دستکش رہین۔ طبقات ابن سعد مین بسلسلہ ذکر عباس بن عبد المطلب تین روایتین ابو رافع اور عبد اللہ بن عباس سے منقول ہین جن کا محصل یہ ہے کہ سوا ابولہب کے سب بنی ہاشم مسلمان تھے۔ بخوف کفار قریش اور دیگر مصلحتون سے بعض اظہار نہ کرتے تھے۔ اور اسی وجہ سے آنحضرتؐ نے ان کے قتل کی ممانعت فرمائی تھی۔

ابو سفیان کا ایک بیٹا عمرو بھی اسیر ہوا تھا لیکن ابو سفیان نے فدیہ دے کر اُسے نہ چھڑایا اور کہا کہ مجھ سے یہ نہ ہوگا کہ حنظلہ قتل ہوا اور عمرو کو فدیہ دے کر چھڑاؤن۔ بعد چندے سعد بن نعمان انصاری ابو سفیان کے ہاتھ مین پڑ گئے اور اُن کے عوض مین عمرو رہا ہوا بعد ختم جنگ معاویہ بن مغیرہ بن ابی العاص بن امیہ مدینہ مین حضرت عثمان کے یہان سے گرفتار ہوا۔ حضرت عثمان نے اُس کی سفارش کی آنحضرتؐ نے اس شرط پر چھوڑ دیا کہ تین روز سے زیادہ اگر یہان ٹھہرا تو قتل ہوگا وہ اجل گرفتہ (شاید جاسوسانہ مقیم تھا) چوتھے روز حوالی مدینہ مین زید بن حارثہ اور عمار کے ہاتھ سے مارا گیا۔ بعد جنگ اُن چودہ مسلمانون کی نعشین دفن کی گئین جو بدر مین شہید ہوئے تھے۔ آنحضرتؐ نے چوبیس سرداران مشرکین کی لاشین قلیب یعنی ایک گڑھے مین پھنکوا دین۔ اور اُس قلیب کے کنارے پر تشریف لا کر فرمایا اے عتبہ اے شیبہ اے فلان اے فلان کیون خدا کا وعدہ

سیرٹ اور تمھارے حق مین پورا ہوا کہ نہین۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ جو لوگ مر کر جیفہ ہو گئے آپ اُن سے کیا کلام کرتے ہین۔ آنحضرتؐ نے فرمایا یہ تم سے زیادہ میری بات سُن رہے ہین مگر خود بات کرنے پر قوت نہین رکھتے۔

اس جنگ مین مشہور سرداران قریش کے قتل ہو جانے سے ابو سفیان کو یہ فائدہ پہونچا کہ اُس کی سرداری خالص ہو گئی۔ جیسا کہ زبان اورکا فراسود بن یغوث نے جس کے تین بیٹے زمعہ۔ عقیل۔ حرث بدر مین قتل ہوئے تھے اُن کے اور دیگر سرداران قریش کے مرثیہ مین اسکی طرف اشارہ کیا ہے کہتا ہے

الا قد ساد بعدھم اناس ولولا یوم بدر لم یسود

اگر بدر کی لڑائی مین سردار قتل نہ ہو جاتے تو اُن کے بعد جو سردار بن گئے انکو سرداری میسر نہ ہوتی۔

ان سردارون کے قتل کا مشرکون مین دردمندانہ شور تھا۔ قریش کے شاعران کا مرثیہ کہکر قریش کو اُبھارتے تھے اور حضرت علیؑ کی تلوار کے فریادی تھے۔ ابن اثیر نے اسد الغابہ مین اور ابن حجر نے اصابہ مین نقل کیا ہے کہ اُسَیدؓ بن ابی ایاس بن زنیم کنانی نے بھی یہ مرثیہ کہکر قریش کو غیرت دلائی تھی۔

فی کل مجمع غایۃ اخزاکم	تمھارے علمداران لشکر کے ہر مجمع کو ذلیل کیا اس نو عمر نے جو سن سیدون
جذع ابرعلی مذاکی القرح	پر غالب آگیا۔
للہ درکم الما تذکروا	کیا تمنے اس خواری کو فراموش کر دیا حالانکہ آزاد بزرگ یاد
قد یذکر الحر الکریم ویستحی	رکھتے ہین اور شرم کرتے ہین۔
ھذا ابن فاطمۃ الذی افناکم	یہ فاطمہ بنت اسد کا بیٹا ہے جس نے تمکو فنا کر ڈالا اور بڑی تیزی
ذبحاً بقتلۃ قعصۃ لم یذبح	سے قتل کر کے ٹھنڈا کر دیا۔
این الکھول واین کل دعامۃ	کہان ہین وہ دیرینہ سال ارکین قوم جو مشکلون مین کام آتے
فی المعضلات واین زین الابطح	تھے اور زینت مکہ اُن کے دم سے تھی۔

حافظ ابن قیم زاد المعاد مین لکھتے ہین کہ جنگ بدر کے سر ہونے سے نبی صلی اللہ علیہ

و آلہ وسلم کا رعب و دبدبہ اُن دشمنون کے دلون مین بیٹھ گیا جو مدینہ اور حوالی مدینہ مین تھے اور گروہ کثیر نے اسلام قبول کیا اور عبد اللہ بن ابی منافق بھی چار و ناچار داخل دائرۂ اسلام ہوا۔ صحیح بخاری مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا و اعلموا ان الجنۃ تحت ظلال السیوف۔ آگاہ ہو کہ بہشت تلوارون کے سایہ مین ہے۔

طبقات ابن سعد مین ہے کہ جب آنحضرتؐ جنگ بدر کے لیے مدینۂ منورہ سے نکلے تھے تو لشکر اسلام کا شمار موافق لشکر طالوت تین سو پندرہ تھا۔ آنحضرتؐ نے ان مجاہدون کے حق مین دعا کی کہ الٰہی یہ پیادہ پا ہین ان کو سواریان دے۔ یہ برہنہ ہین ان کو لباس دے۔ یہ بھوکے ہین ان کو سیر کر۔ بعد فتح بدر جب مراجعت ہوئی تو لشکر اسلام مین کوئی ایسا نہ تھا جس کے ساتھ ایک یا دو سواری نہ ہون اور سب لباس سے آراستہ اور غذا سے سیر تھے۔

غزوۂ بدر مین بوجہ علالت رقیہ خاتون حضرت عثمان شریک نہین ہو سکے علیٰ ہذا دوسرے کامون پر مامور ہونے کی وجہ سے سعید بن زید عدوی اور طلحہ بن عبید اللہ اور بشیر بن عبد المنذر انصاری اور عاصم بن عدی انصاری اور حارث بن صمہ خزرجی اور خوات بن جبیر اوسی اور حارث بن حاطب کو بھی شرف شرکت جہاد حاصل نہ ہوا لیکن آنحضرت نے ان سب کو بھی مال غنیمت مین سے حصہ دیا۔[۵۱]

بعد غزوۂ بدر نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو حضرت علی علیہ السلام سے تزویج فرمایا۔ اور اسی سنہ مین نماز عیدین فرض ہوئی۔

ماہ ذی القعدہ مین آنحضرتؐ نے بپاداش نقض عہد یہود بنی قینقاع کا محاصرہ کیا لیکن عبد اللہ بن ابی نے اُن کی سفارش مین اصرار کیا چنانچہ وہ قتل سے محفوظ رہے مگر نکال دیئے گئے اور اُن کا مال و متاع مجاہدون کو تقسیم کر دیا گیا۔

ماہ ذی الحجہ مین ابو سفیان نے پھر فوج کشی کی۔ عریض مین پہونچکر دو مرد انصار کو قتل کیا اور گھرون کو پھونک دیا۔ آنحضرتؐ جب یہ خبر پاکر وہان پہونچے تو ابو سفیان

---

۵۱ بجز اُن مقامات کے جہان کسی اور کتاب کا حوالہ دیا گیا ہے باقی تمام واقعات غزوۂ بدر تاریخ ابن جریر طبری و ابن اثیر سے ماخوذ ہین

بھاگ گیا اور اس اضطراب مین قریش بھاگے کہ بوجھ ہلکا کرنے کے خیال سے سویق (آٹا) کی بوریان بھی پھینکدین جو مسلمانون کے ہاتھ آئین۔

۳ سنہ ہجری

محرم مین آنحضرتؐ دوسو مسلمانونکو ساتھ لیکر نواح بنی سُلیم کی طرف تشریف لے گئے۔ کیونکہ بہ نیت فساد اُن کے اجتماع کی خبر پہونچی تھی۔ لیکن وہ لوگ منتشر ہوکر روپوش ہوگئے۔ مقابلہ نہ ہوا۔ یہ غزوہ قرقرۃ الکدر کے نام سے مشہور ہے۔

جمادی الاولیٰ مین تین سو مسلمانون کو ہمراہ لیکر پھر آنحضرتؐ بحران کی طرف بنی سُلیم کے قصد سے تشریف لے گئے۔ اس مرتبہ بھی وہ لوگ متفرق ہوگئے اور نہ ملے۔

بعدازین خبر ملی کہ بہت سے اعراب بنی غطفان وغیرہ کے مدینہ منورہ کو لوٹنے کے قصد سے جمع ہوئے ہین اور دعثور بن حارث محاربی اُن کا سردار بنا ہے۔ آنحضرتؐ فوراً چارسو پچاس مسلمانون کو ساتھ لیے ہوئے اُدھر روانہ ہوئے۔ گروہ اعراب خائف ہوکر مقابلے سے ٹل گیا اور پہاڑون مین چھپ رہا۔ اس سفر مین ایک مقام پر آنحضرتؐ لشکر اسلام سے علحدہ ایک درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے اپنے کپڑے سکھلا رہے تھے کہ ناگاہ دعثور کمینگاہ سے نکل کر سر پر پہونچگیا اور تلوار تول کر غرور سے کہنے لگا محمدؐ بتاؤ اب تمکو میری تلوار سے کون بچا سکتا ہے۔ آنحضرتؐ نے بے ہراس فرمایا کہ اللہ تعالیٰ۔ اس علوی ہمت اور خلوص نیت کا ایسا اثر دعثور پر پڑا کہ تلوار ہاتھ سے گر گئی۔ آنحضرتؐ نے فوراً وہی تلوار اُٹھالی اور فرمایا کہ اب تو بتا کہ تجکو کون میرے ہاتھ سے بچائے گا۔ دعثور نے عاجزانہ کہا کہ کوئی بھی بچانے والا نظر نہین آتا۔ نبی کریم نے اُس کے قصور کو عفو فرما دیا اور قتل نہ کیا۔ اس جوانمردی و درگذر کو دیکھکر وہ اُسی وقت مسلمان ہوگیا۔ خدا اِنے حسن خلق کو بڑا اثر دیا ہے۔

اسی سنہ مین کعب بن اشرف یہودی قتل کیا گیا۔ یہ موذی فاسق بطریق دل آزاری مسلمان بی بیون کے نام پر غزلین کہا کرتا تھا اور کینہ وری سے اہل قلیب یعنی

مقتول سرداران قریش کے مرثیے کہہ کہہ کر قریش کو آنحضرتؐ کی مخالفت پر ابھارا کرتا تھا۔

غزوۂ احد

ماہ شوال مین ابو سفیان اور اُس کے ساتھی قریش نے بڑے ساز و سامان سے آنحضرتؐ پر فوج کشی کی تیاری کی۔ عمرو بن العاص وغیرہ چالاک اور تیز زبان اشخاص نے قبائل ثقیف اور کنانہ اور دیگر قبائل اعراب مین گشت کر کے اُن کو اپنا مددگار بنایا۔ تین ہزار پرجوش مشرک جن مین سات سو زرہ پوش اور دو سو سوار تھے مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوئے اور دامنِ کوہ اُحُد مین جو مدینے سے تقریباً دو میل ہے آکر ٹھہرے۔ اس ہجوم کی خبر پا کر آنحضرتؐ نے مسلمانون سے فرمایا کہ مدینے سے باہر نکل کر قریش سے لڑنا خلاف مصلحت ہے۔ عبداللہ بن ابی نے بھی آپ کی رائے سے اتفاق کیا لیکن کچھ مسلمانون نے باظہار جوش شوق جہاد باہر نکل کر لڑنے پر اصرار کیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ خیر اگر یہی تمھاری خوشی ہے تو منظور ہے۔ قریش چارشنبہ کو احد مین پہونچے اور مسلمانون کے مدینہ سے نکلنے کے منتظر تھے۔ جمعہ کو آنحضرتؐ سلاح جنگ لگا کر بیت الشرف سے برآمد ہوئے اس وقت وہ مسلمان جو باہر میدان مین لڑنے پر مصر ہوئے تھے بجائے خود کچھ نادم ہوئے کہ آنحضرتؐ سے ہمنے کیون ضد کی اور عرض کیا کہ جو آپ کی رائے ہو وہ کیجیے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ نبی کو یہ شایان نہین ہے کہ جنگ کے لیے مسلح ہونے کے بعد بغیر جنگ کے اسلحہ کھول کر رکھدے۔ غرضکہ ایک ہزار کی جماعت کو لیے ہوئے آنحضرتؐ روانہ رزمگاہ ہوئے۔ ابھی کوہ احد اور مدینے کے بیچ مین تھے کہ عبداللہ بن ابی مع اپنے رفیقون کے روٹھ کر جدا ہو گیا کہ اُس کی بات نہ مانی گئی۔ اور دوسرون کے کہنے پر عمل کیا گیا۔ ایک ہزار ہمراہیون مین سے یہ تین سو منافق یکایک کم ہو گئے مگر آنحضرتؐ نے کچھ پروا نہ کی اور آگے بڑھے۔ مربع ابن قیظی مین ایک اندھا منافق مٹھیان بھر بھر کر مسلمانون پر خاک پھینکنے لگا۔ اور آنحضرتؐ کی شان مین بھی بے ادبانہ بکتا جاتا تھا بعض مسلمان اُس کو قتل کرنے کو بڑھے لیکن آنحضرتؐ نے روکا اور فرمایا جانے دو

اس کی آنکھین اور دل دونون کو ہین۔ مسلمانون مین صرف سو زرہ پوش تھے اور دو گھوڑے ایک پر آنحضرتؐ سوار تھے اور دوسرے پر ابو بردہ بن نیار۔ آنحضرتؐ نے کوہ اُحد کو پس پشت دیکر صف آرائی کی اور گھاٹی کے منھ پر عبداللہ بن جُبیر کے ماتحت پچاس تیراندازون کو متعین فرمایا اور حکم دیا کہ کسی حالت مین تم اپنی جگہ سے جنبش نہ کرنا تاکہ کافرون کو ادھر سے حملہ کرنے کا موقع نہ ملے۔

اُدھر ابو سفیان نے میمنہ لشکر پر خالد بن ولید کو اور میسرہ پر عکرمہ بن ابی جہل کو قائم کیا اور بڑا علم سیاہ بنی عبدالدار کو سپرد کیا۔ جنگ چھڑ گئی۔ حمزہ بن عبدالمطلب بطور مقدمۃ الجیش بڑھکر حملہ آور ہوئے۔ اور زبیر و مقداد نے اپنے اپنے ہمراہیون کو لیکر خالد و عکرمہ کا مقابلہ کیا۔ اور آنحضرتؐ نے قلب لشکر کفار اور ابو سفیان پر حملہ کیا۔

طلحہ بن عثمان علمدار لشکر کفار صف سے بڑھکر چلایا کہ اے اصحاب محمدؐ تمھارا زعم ہے کہ تمھاری تلوارین ہمکو جہنم مین جھونکتی ہین اور ہماری تلوارین تمکو جنت مین پہونچاتی ہین۔ پس کوئی آگے بڑھے کہ یا وہ مجکو دوزخ مین ڈالے یا مین اُس کو بہشت مین پہونچاؤن۔ فوراً حضرت علیؑ اُس کے سر پر پہونچے اور طرفین سے وار چل گئے۔ بہت جلد ظالم کو پیشقدمی کی سزا ملی۔ حضرت علیؑ نے اُس مغرور کا پاؤن کاٹ کر زمین پر گرا دیا۔ یہ دیکھکر آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ نے خوش ہو کر باواز بلند کہا۔ اللہ اکبر۔ طلحہ خوف جان و رسوائی سے گھبرایا اور کہا کہ علی خدا کے لیئے اب ہاتھ روک لو چنانچہ آپ نے اُسی طرح اُسکو چھوڑ دیا مسلمانون نے پوچھا کیون طلحہ کا کام تمام نہ کر دیا۔ فرمایا کہ اُس نے عاجزی سے خدا کا واسطہ دے کر کہا کہ مین اشراف قریش مین سے ہون مجھے ذلت و رسوائی سے بچا لو۔ اسلیئے مین نے چھوڑ دیا۔

عبدالرحمن حضرت ابوبکر کا بیٹا مشرکون کے ساتھ تھا میدان مین نکلکر مسلمانون کو للکارا کہ مقابلہ کے لیے کوئی نکلے۔ حضرت ابوبکر نے بیٹے کے مقابلہ مین جانا چاہا لیکن آنحضرتؐ نے اُن کو روک دیا۔

ابو دجانہ شیرانہ ٹھاٹھ سے سُرخ رومال سر سے لپیٹے ہوئے اور رسول اللہؐ کی عطا

کی ہوئی شمشیر سے مشرکون کو کاٹتے ہوئے وہان تک پہونچگئے ۔ جہان ہندہ زوجہ ابوسفیان اپنی سہیلیون کے ساتھ گا بجا کے کفار کو لڑنے پر اُبھار رہی تھی ۔ ابودجانہ نے چاہا کہ اُس ڈائن گائن کا سر اُڑا دین مگر ہاتھ مین رسول اللہ کی تلوار تھی اور آپ نے عورتون سے متعرض ہونے سے منع فرمایا تھا اسلیے دستکش رہے ۔

حضرت علیؓ نے اس معرکے مین بھی اپنی عادت کے موافق چُن چُن کر کافرون کے سردارون کے سر اُڑا دیے ۔ جن کے قتل ہونے سے مشرکون کے پاؤن میدان سے اُکھڑ گئے ہر چند اُن کی عورتین اُن کو غیرت دلاتی رہین مگر وہ سب خیمہ و خرگاہ چھوڑ کر پسپا ہوتے ہی گئے ۔ غضب ہوا کہ اس وقت اکثر مسلمان کافرون کا تعاقب چھوڑ کر لوٹ پر ٹوٹ پڑے اور عبداللہ بن جبیر کے ماتحت جو تیر انداز پہاڑ کے درے پر مامور تھے انھون نے بھی حکم سے سرتابی کی اور عبداللہ کو تنہا چھوڑ کر لوٹنے کے لیے چلدیے ۔

خالد بن ولید نے مسلمانون کا جب یہ رنگ دیکھا فوراً مشرکون کے ایک گروہ کو مجتمع کر کے اُسی درۂ کوہ کی طرف سے جو تیر اندازون نے غلط کاری سے خالی کر دیا تھا مسلمانون پر سخت حملہ کر دیا ۔ اب جنگ کا رُخ بالکل پلٹ گیا ۔ مسلمانون کا وہ جم غفیر جو لوٹ مین مشغول تھا خالد بن ولید کی چستی اور پھرتی نے اُن کو اتنا موقع نہ دیا کہ لوٹ سے دستکش ہو کر تلوارین کھینچین ۔ لامحالہ سراسیمہ ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے ۔ تھوڑے سے مسلمان جو آنحضرتؐ کے ساتھ میدان جنگ مین ثابت قدم رہے اُن کی تعداد قلیل لو دیکھکر کافرون کا دل بڑھ گیا اور نہایت شدت سے تلوار چلنے لگی ۔ عین ہنگامہ گیر و دار مین وحشی نے جو باغوائے ہندہ حضرت حمزہ کی تاک مین لگا ہوا تھا کمینگاہ سے ناگاہ اُن پر وار کر کے اُن کو شہید کر ڈالا ۔ اور مصعب بن عمیر بھی جو آنحضرتؐ کے ساتھ علم لیے ہوئے تھے شہید ہوئے ۔ اس وقت پر آشوب مین یہ علم آنحضرتؐ نے علیؑ کو دیا اور فرمایا کہ کافرون پر حملہ کرو ۔ رسول اللہ پر اس وقت کافرون کا ہجوم تھا چنانچہ علیؑ نے اس جگہ ہم کر لڑنا شروع کیا ۔ اور جب مجتمع ہو ہو کر قریش نے آنحضرتؐ پر حملہ کیا قریش کو پسپا کر کے منتشر کیا ۔ کشمکش جنگ مین سولہ مرتبہ علیؑ ضرب گران کھا کھا کر گرے لیکن ہر بار سنبھل سنبھل کے فوراً

کافرون پر پیاپے حملے کیے اور خوب آنحضرتؐ کا حق رفاقت ادا کیا آنحضرتؐ خود بنفس نفیس کمال شجاعت سے مصروف جنگ تھے اور یہی وہ بات تھی جو رسول اللہؐ کے فدائی بھائی کا دل بڑھا رہی تھی۔ ابو دجانہ اور سعد بن ابی وقاص نے بھی اس نازک وقت مین قابل تحسین و آفرین جوہر دلیری دکھائے۔ نیرنگی طبائع کا یہ منظر بھی قابل عبرت تھا کہ ادھر سعد آنحضرتؐ کی سپرداری مین مشغول تھے اُدھر انھین کا بھائی عتبہ بن ابی وقاص تیر مار مار کر آنحضرتؐ کو مجروح کر رہا تھا۔ اللہ ری شجاعت کہ تمام زخم آنحضرتؐ کے چہرۂ منور پر تھے۔ آنحضرتؐ موقع پاکر جب چہرۂ مبارک سے خون پونچھتے تھے تو قوم کی بدبختی پر متاسف ہوکر فرماتے تھے کیونکر وہ قوم فلاح پائے گی جو خدا کی طرف بلانے والے اُس کے رسول کے مُنھ کو یون خون سے آلودہ کررہی ہے۔ اسی اثنا مین لشکر کفار سے یہ غلغلہ بلند ہوا کہ محمدؐ کو ہمنے قتل کر دیا۔ یہ سُنکر منتشر مسلمانون کے اور بھی دل ٹوٹ گئے اور حوالی میدان جنگ مین جو جہان تھا سر جھکاکے بیٹھ رہا۔ انس بن نضر اُس وقت ایک طرف سے ہوکر گذر رہے تھے کہ حضرت عمرؓ اور طلحہ وغیرہ چند مہاجرین کو اُنھون نے دیکھا کہ ہاتھ پر ہاتھ رکھے ہوئے بیٹھے ہین۔ انس نے کہا کہ کیون اس طرح الگ بیٹھ رہے کہنے لگے کہ نبیؐ قتل ہو چکے۔ انس نے کہا کہ پھر اب اُن کے بعد جی کر کیا کروگے۔ یہ کہتے ہوئے وہ آگے بڑھ گئے اور لڑ کر شہید ہوئے۔ المختصر دن ختم ہونے کو تھا اور قریش مسلمانون کو زک دے کر اپنا دل ٹھنڈا کر چکے تھے اس لیے اُنھون نے جنگ ختم کر دی اور پکار دیا کہ اب سال آیندہ مین دیکھا جائے گا۔ اور فوراً کوچ کر دیا۔ آنحضرتؐ نے علیؓ کو اُن کے تعاقب مین بھیجا کہ دیکھو مکہ کی طرف جاتے ہین یا مدینہ مین گھسنے کا قصد ہے۔ حضرت علیؓ گئے اور پھر آکر خبر دی کہ قریش مکہ کی طرف جا رہے ہین[۱]۔

اس جنگ مین ستر مسلمان شہید ہوئے اور بائیس مشرک قتل ہوئے۔ اس غزوۂ احد کا تذکرہ آخر سورۂ آل عمران مین ہے۔ ابو سفیان نے اس لڑائی کے متعلق چند شعر کہے اور اُن مین حضرت حمزہ اور مصعب کے قتل پر خاص طور پر اظہار مسرت کیا۔ ان اشعار

---

[۱] یہ تمام واقعات غزوۂ اُحد تاریخ کبیر طبری و ابن اثیر و طبقات ابن سعد سے ماخوذ ہین۔

کے جواب مین حسان بن ثابت نے قصیدہ کہا اور واقعہ ہذا کو یاد دلا کر ملامت کی اور جتایا کہ علیؑ کی تلوار نے جو تمکو ہزیمت اور ذلت دی ہے اُس کو بھول نہ جاؤ۔ اسی جنگ مین ہندہ نے حضرت حمزہ کا کلیجہ فرط غضب سے چبایا اور آکلۃ الاکباد لقب پایا۔ ستر آیتین اس واقعۂ احد کے متعلق نازل ہوئی ہین۔[1] اس جنگ کے خصوصیات مین سے ہے کہ مومن و منافق پہچان لیے گئے اور سچے اور جھوٹے لوگون مین تمیز ہو گئی جیسا کہ کلام مجید مین آگاہ فرمایا گیا ہے۔ وما اصابکم یوم التقی الجمعان فباذن اللہ ولیعلم المؤمنین ولیعلم الذین نافقوا۔

صحیح بخاری مین حضرت عمر اور انس اور ربیع بنت معوذ اور سہل بن سعد سے چند روایتین مین جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ام المومنین عائشہ اور ام سلیم اور ام سلیط اور ربیع میدان اُحد مین پانی لا لا کر زخمی مسلمانون کو پلاتی تھین اور اُن کی خدمت کرتی تھین[2] اور فاطمہ زہرا رسول اللہ کے زخمون کو دھونے مین مشغول تھین۔ علیؑ سپر مین پانی لیے ہوئے کھڑے تھے۔ اور فاطمہؑ زخم دھوتی تھین۔ جب دھونے سے زخمون سے خون اور زیادہ بہنے لگا تو جناب سیدہؑ نے ایک چٹائی کا ٹکڑا جلا کر اُس کا خاکستر زخمون مین بھرا اُسوقت خون تھما۔[3]

دوسرے روز آنحضرت صلعم مقام حمراء الاسد تک جو مدینہ منورہ سے دس میل کے فاصلہ پر ہے قریش کے تعاقب مین تشریف لے گئے اور وہان تین روز قیام فرما کر مراجعت فرمائی۔

سنہ ۴ ہجری

ایک گروہ اہل قارہ کا جو قبیلۂ خزیمہ بن مدرکہ کی ایک شاخ ہے آنحضرتؐ کے پاس آیا اور درخواست کی کہ مسائل دین تعلیم کرنے کے لیے اُن کے ساتھ چند مسلمان بھیجے جائین چنانچہ عاصم بن ثابت انصاری وغیرہ چھ مسلمانون کو آنحضرتؐ نے اُن کے ہمراہ کر دیا

[1] زاد المعاد مطبوعہ مصر۔ [2] صحیح بخاری باب الجہاد۔ [3] صحیح بخاری باب غزوۂ اُحد۔ ۱۲

جب یہ لوگ مقام رجیع پہونچے اہل قارہ نے غدر کیا۔ چار مسلمانون کو وہین قتل کرڈالا۔ اور دو کو پکڑ کے مکہ مین لے گئے۔ قریش نے ان دونون کو مول لیکر قتل کیا۔

آنحضرتؐ نے ابو سلمہ بن عبد الاسد مخزومی کو جبل قطن کی طرف جو نجد کے اُس سرے پر ہے کچھ فوج دے کر بھیجا۔ پھر عبد اللہ بن اُنیس جُہنی کو سفیان بن خالد ہذلی کی تنبیہ پر مامور فرمایا چنانچہ عبد اللہ نے اُس شریر کو قتل کیا۔

ماہ صفر مین منذر بن عمر انصاری ستر انصار کے ساتھ اہل نجد کی طرف تعلیم قرآن کے لیے بھیجے گئے جب یہ مسلمان بیر مسعونہ پر پہونچے جو مدینہ سے چار منزل ہے وہان عامر بن طفیل کلابی نے ان پر چھاپہ مارا اور سب شہید ہوگئے۔ یہود بنی نضیر جو حوالی مدینہ مین آباد تھے اور اکثر فتنہ انگیزی کیا کرتے تھے وہان سے نکال دیئے گئے۔ عبد اللہ بن ابی منافق انھین کا بڑا طرفدار تھا۔ سورۂ حشر مین انکے اخراج کا واقعہ مذکور ہے۔

۵ھ ہجری

یہود بنی قریظہ اور بنی نضیر ابو سفیان اور قریش کو جرأت دلاکر پھر مدینہ پر چڑھا لائے اس مرتبہ بہت سے قبائل شریک قریش ہوگئے اور لشکر کفار کی تعداد دس ہزار تک پہونچ گئی۔ اس ہجوم سے جو پست ہمت مسلمان تھے بہت گھبرا گئے جیسا کہ سورۂ احزاب مین مفصل مذکور ہے۔ آنحضرتؐ نے جب ان مسلمانون کی یہ حالت دیکھی تو سلمان فارسی کے مشورے سے حکم دیا کہ گرد خندق کھود کر محصور ہو جائین چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ ابو سفیان اور قریش اپنے اس غلبہ غیر متوقع کو دیکھکر بہت خوش ہوئے اور اُنھون نے محاصرہ کرکے مسلمانون کو بہت ہی تنگ پکڑا حتی کہ ایک روز عرب کا مشہور بہادر عمرو بن عبد ؤد عامری بنی کنانہ کو اپنی کمک پر آمادہ کرکے اور قریش کے جنگجو دلیرون مین سے عکرمہ بن ابی جہل اور ہبیرہ بن ابی وہب اور نوفل بن عبد اللہ اور ضرار بن خطاب کو ساتھ لے کے بڑی جسارت سے خندق کے اندر گھس آیا۔ لشکر اسلام مین ابن عبد ؤد کا مرد مقابل کوئی سوا علیؑ کے نہ نکلا۔ لہذا آنحضرتؐ نے علیؑ ہی کو اُس کے مقابلہ مین بھیجا اور دعا دی

کہ خدائے قدیر دشمن پر فتح و ظفر عطا فرمائے۔ چنانچہ ببرکت دعائے نبیٔ برحق حضرت علیؑ نے اس سفاک و سرکش کو قتل کیا۔ عکرمہ وغیرہ ایسے خوف زدہ ہوئے کہ اپنے پیش رو کی لاش تک چھوڑ کے بھاگ گئے۔ بعدازین خدا نے ایسا رعب کافرون کے دلون پر مسلط کیا کہ اُن کو پھر جنگ کا حوصلہ نہ ہوا اور محاصرہ چھوڑ کر واپس چلے گئے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ بس آج سے قریش کی فوج کشی کا خاتمہ ہوگیا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ من بعد قریش کو کبھی مدینۂ منورہ پر لشکر کشی کی ہمت نہ ہوئی۔ یہ واقعہ غزوۂ خندق یا غزوۂ احزاب کے نام سے مشہور ہے، اور اول سورۂ احزاب مین اسکا ذکر ہے۔

ابوسفیان کے جانے کے بعد آنحضرتؐ نے علی بن ابیطالبؑ کو علم لشکر دے کر یہود بنی قریظہ سے جنگ کے لیے بھیجا اور پھر خود آنحضرتؐ بھی وہان تشریف لے گئے۔ بنی قریظہ محصور ہوگئے۔ تقریباً ایک ماہ تک محاصرہ قائم رہا۔ آخر محصورین نے سعد بن معاذ کو اپنے معاملہ مین حَکَم قرار دیا۔ سعد کے فیصلہ کے مطابق بنی قریظہ کے مرد قتل کیے گئے اور بچے اور عورتین اسیر کی گئین اور اُن کا مال و متاع خمس نکالنے کے بعد مجاہدون کو حسب معمول تقسیم کردیا گیا۔ سوار کو تین حصہ پیدل کو ایک حصہ۔ لشکر اسلام مین اسوقت تک کل چھ خچر اور تین گھوڑے تھے۔ اس واقعہ کا ذکر بھی سورۂ احزاب مین ہے۔

سنہ ۶ ہجری

آنحضرتؐ نے بقصد انتقام شہدائے رجیع بنی لحیان پر فوج کشی کی مگر وہ پہاڑون مین جا چھپے۔ آنحضرتؐ اہل مکہ کی تخویف کے لیے عسفان تک تشریف لے گئے اور وہان سے کراع الغمیم تک اپنے دو سوارون کو بھیجا۔

بنی مصطلق سے نواح قدید مین جنگ ہوئی۔ مشرکون نے شکست کھائی۔ بہت سے قیدی مسلمانون کے ہاتھ آئے۔

ماہ ذی القعدہ مین چودہ سو مسلمانون کو ساتھ لیکر آنحضرتؐ بقصد طواف بیت اللہ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے۔ جب عسفان مین پہونچے، معلوم ہوا کہ قریش

روکنے کے لیے مقام ذی طویٰ مین جمع ہوئے ہین اور انھون نے خالد بن ولید کو کراع الغمیم مین بھیجدیا ہے۔ پھر بابعد گفت وشنید ہو کر بمقام حدیبیہ صلحنامہ تحریر ہوا کہ دس برس تک جنگ موقوف رہے اور جو قریش مین سے بغیر اذن اپنے ولی کے آنحضرتؐ کے پاس آئے وہ واپس دیا جائے اور جو لوگ قریش مین سے مسلمان ہو گئے ہین اگر ان مین پھر کوئی قریش کے مشرکون مین آجائے تو وہ واپس نہ دیا جائے گا۔ اور اس مرتبہ آنحضرتؐ داخل مکہ نہین ہو سکتے۔ سال آئندہ تین دن کے لیے مکہ اُن کے واسطے خالی کر دیا جائے گا اور وہ اسلحہ مین سے صرف تلوارون کو میان مین کیے ہوئے لاسکینگے قبائل کو اختیار ہے کہ طرفین مین سے جس کے معاہدہ مین چاہین داخل ہون۔ چنانچہ خزاعہ معاہدۂ رسول اللہؐ اور بنی بکر معاہدۂ قریش مین داخل ہوئے۔ حضرت عمرؓ کو یون دب کے صلح کرنا بہت شاق ہوا گو آنحضرتؐ اور ابو بکر صدیق نے سمجھایا اور عمر فاروق اس موقع پر خاموش بھی ہو رہے لیکن یہ ناگواری دل مین بدستور قائم رہی۔ طبقات ابن سعد مین ہے کہ حضرت عمرؓ فرماتے تھے کہ جس طرح صلح حدیبیہ آنحضرتؐ نے کی اسیطرح آنحضرتؐ کا مقرر کیا ہوا کوئی امیر کرتا تو مین ہرگز نہ مانتا۔ اس صلح کے بعد ہی آنحضرتؐ پر سورۂ فتح نازل ہوا آنحضرتؐ نے مسلمانون کو خوش کرنے کی غرض سے اثنائے سفر ہی مین بمقام کراع الغمیم یہ سورۂ فتح سُنایا۔ صحیح بخاری مین ہے کہ حضرت عمرؓ نے سُنکر آنحضرتؐ سے کہا "افتح ہو" کیا وہ صلح فتح ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا "ای واللہ" بیشک بخدا فتح ہے۔ حافظ ابن قیم نے زاد المعاد مین صلح حدیبیہ کے متعلق لکھا ہے کہ "یہ صلح اعظم فتوح مین سے تھی کیونکہ امن و امان قائم ہوا اور مسلمانون کو کافرون سے ملنے جلنے کا موقع ملا۔ قرآن سنا سکے۔ بحث و مناظرہ کر سکے۔ قبول اسلام کی ترغیب دے سکے چھپے ہوئے مسلمان ظاہر ہو سکے چنانچہ ایسا ہوا کہ زمانہ صلح مین بہت سے لوگ مشرف باسلام ہوئے۔

سنہ ۷ ہجری

ماہ محرم مین آنحضرتؐ نے یہود خیبر کے قلعون پر لشکر کشی کی۔ یکے بعد دیگرے

قلعے فتح ہونا شروع ہوئے۔ جو سب سے زیادہ مستحکم اور پر از مال قلعہ تھا اُس کو حضرت علیؓ نے فتح کیا۔

صحیح بخاری میں باب غزوہ خیبر میں ابن عمر سے روایت ہے کہ ما شبعنا حتی فتحنا خیبر اور ام المومنین عائشہ فرماتی ہین کہ لما فتحت خیبر قلنا الآن نشبع من التمر۔ محصل کلام یہ کہ جب خیبر فتح ہوا تو بھوکے مسلمانون کے پیٹ بھرے اور مفلسی و فاقہ کشی دور ہوئی۔ اہل فدک نے قبل محاصرہ و جنگ درخواست کی کہ اُن کی جائداد اور اراضی پر قبضہ کرلیا جائے اور اُن کو اپنی جانین لیکر نکلجانے کی راہ دیجائے۔ آنحضرتؐ نے منظور فرمایا۔

یہود خیبر نے مغلوب ہوکر التجا کی کہ نصف محاصل سالانہ اُن سے لے لیا جایا کرے اور وہ بدستور آباد رہین۔ بن بعد بھی آنحضرتؐ کو اختیار ہوگا کہ جب اُن کو حکم دین بلا عذر وہ نکل جائین گے۔ آنحضرتؐ نے منظور کیا۔ اس معاملہ کو دیکھکر اہل فدک نے بھی اسیطرح نصف محاصل ادا کرنے پر آباد رہنے کی اجازت لے لی۔ اس غزوہ کا ذکر بھی سورۂ احزاب مین ہے۔

ماہ ذی الحجہ مین آنحضرتؐ بغرض ادائے عمرۃ القضا مع اُن مسلمانون کے جو صلح حدیبیہ کے وقت ہمراہ تھے مکہ مین آئے۔ سترا اونٹ قربانی کئے اور حسب معاہدہ تین دن قیام کے بعد مراجعت فرمائی۔

بقول ابن اثیر ۷ھ مین اور بقول ابو الفدا ۶ھ مین بعد فتح خیبر آنحضرتؐ نے ہرقل قیصر روم اور ہرمز شہریار ایران اور نجاشی بادشاہ حبشہ اور مقوقس شاہ مصر اور حرث بن ابی شمر غسانی اور ہوذہ امیر یمامہ اور منذر بن ساوی والی بحرین کے پاس ایلچی اور نامے بھیجے اور صاف صاف لکھدیا کہ سلامتی و نجات دین اسلام قبول کرنے مین ہے۔

ان مین سے نجاشی ایمان لایا اور جعفر بن ابی طالب کے ہاتھ پر مسلمان ہوا۔ مقوقس نے قبول اسلام کے متعلق کچھ جواب نہ دیا مگر آنحضرتؐ کے لیے ہدایا بھیجے۔ قیصر روم نے بھی نامہ بر کو باکرام مہمان و باحترام رخصت کیا۔ حرث نے نامہ پاکر غصہ سے فوج کشی کا

ارادہ کیا مگر فوج کشی سے پہلے ہی برباد ہوگیا۔ ہوذہ نے جواب مین یہ پیام بھیجا کہ مجکو ولیعہد بنائیے تو قبول کرون۔ آنحضرتؐ نے فرمایا یہ نہ ہوگا۔ ہرمز نے نامہ پھاڑکر پھینکدیا اور باذان حاکم یمن کو فرمان بھیجا کہ آنحضرتؐ کو حاضر دربار کرے۔ باذان نے چند لوگون کو آنحضرتؐ کے حضور مین بھیجا اور ہرمز کے حکم سے مطلع کیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اب ہرمز کہان اُس کا بیٹا اُس کو قتل کرکے فرمانروا ہے۔ اور فرمایا کہ دین اسلام ایران مین شائع ہوگا۔ اور باذان کو پیام دیا کہ مسلمان ہوکر نجات حاصل کرے اور اپنے منصب پر قائم رہے۔ پھر انعام دے کر اہل یمن کو رخصت کیا۔ انھون نے باذان سے وہ سب جو دیکھا اور سنا تھا بیان کیا پھر قتل ہرمز و تخت نشینی شیرویہ کی خبر پہونچی اور شیرویہ کا یہ فرمان آیا کہ یمن مین ہماری بادشاہی کا اعلان کردو اور نبی عربی سے کچھ متعرض نہ ہو۔ آنحضرتؐ کا یہ معجزہ دیکھکر باذان اور اُس کے بعض ارکان دولت مسلمان ہوگئے۔ منذر فرمانروائے بحرین بھی نامہ پاکر مشرف باسلام ہوا۔ اور اُس کی تمام عرب رعایا نے بھی اسلام قبول کیا۔

۸ھ ہجری

عمرو بن العاص اور خالد بن ولید خود بخود مدینہ منورہ مین آکر مسلمان ہوئے۔

بعض سریئے اطراف مین بھیجے گئے از انجملہ وہ فوج کشی بھی تھی جو جنگ موتہ کے نام سے مشہور ہے۔ آنحضرتؐ نے بسلسلۂ دعوت اسلام ایک نامہ دیکر حارث بن عمیر کو والی بصری کے پاس بھیجا تھا لیکن جب حارث بمقام موتہ پہونچے تو عمرو بن شرجیل غسانی نے بلا وجہ اُن کو مار ڈالا۔ آنحضرتؐ نے انتقام لینے کے لیے تین ہزار فوج بھیجی جب لشکر اسلام سرزمین موتہ مین پہونچا تو تقریباً ایک لاکھ عرب منتصرہ فوج قیصر روم کے ساتھ مسلمانون پر آٹوٹے۔ مسلمان بے مثل دلیری سے لڑے حضرت جعفر بن ابی طالب کچھ اوپر اتنی زخم کھاکر شہید ہوئے۔ زید بن حارثہ و عبداللہ بن رواحہ بھی شہید ہوئے۔ اور بہت سے مسلمان مدارج شہادت پر فائز ہوئے۔ خالد بن ولید بقیۃ السیف مسلمانون کو بدشواری دشمنون کے انبوہ کثیر سے نکال کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ باین حال تباہ واپسی

اہل اسلام پر مطلع ہوکر آنحضرتؐ عبداللہ بن جعفر کو گود مین لیے ہوئے اہل مدینہ کے ساتھ ان مسلمانون بلکہ غازیون کو دیکھنے کے لیے مدینہ سے نکلے۔ فرط قلق سے اہل مدینہ کی یہ حالت تھی کہ خاک اُٹھا اُٹھا کر ان واپس آنے والون پر پھینکتے تھے اور کہتے تھے "یا فرار یا فرار" مگر آنحضرتؐ تسکین دیتے تھے کہ فرار نہین بلکہ انشاء اللہ پھر حملہ آور ہونگے۔

فتح مکہ

اس جنگ کے دو ماہ بعد ماہ رمضان مین مکہ فتح ہوا۔ ابتدا یون ہوئی کہ بروئے صلحنامہ حدیبیہ خزاعہ پناہ رسول اللہ مین تھے اور بنی بکر پناہ قریش مین سوء اتفاق سے ان دونون قبیلون مین فساد ہوا قریش نے خلاف عہد بنی بکر کو مدد دی۔ خزاعہ نے آنحضرتؐ سے بدعہدی کی فریاد کی۔ آنحضرتؐ دس ہزار فوج لیکر مکہ کی طرف روانہ ہوئے لشکر اسلام جب قریب مکہ خیمہ زن ہوا تو حضرت عباس بن عبدالمطلب کے وسیلے سے ابوسفیان اور حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقہ آنحضرتؐ کے حضور مین عاجزانہ حاضر ہوئے اور مسلمان ہوکر اپنے جان ومال کو بچایا۔ مکہ مین داخلہ لشکر اسلام اس طرح شروع ہوا کہ بائین طرف سے زبیر ایک حصہ فوج لیکر بڑھے اور سعد بن عبادہ علم لشکر لیے ہوئے لشکر کے ساتھ شارع عام پر بڑھے اس وقت بیساختہ سعد کی زبان پر یہ الفاظ جاری ہوگئے۔ الیوم یوم الملحمہ الیوم تستحل الکعبۃ۔ آج جنگ عظیم کا دن ہے آج کعبہ مین جنگ ہوگی۔ ایک مہاجر نے لپک کر سعد کے اس جوش وخروش کی آنحضرتؐ کو خبر دی آنحضرتؐ نے فوراً علی بن ابی طالبؑ کو حکم دیا کہ علم سعد سے لے لو اور تم لشکر اسلام کو لیکر مکہ مین داخل ہو۔ چنانچہ حضرت علیؑ نے اس حکم کی تکمیل کی۔ خالد بن ولید کو عقب شہر سے داخل ہونے کا حکم تھا اُدھر عکرمہ وغیرہ مفسدون سے اُنکا مقابلہ ہوگیا اور تلوار چل گئی۔ تین مسلمان اور تیرہ مشرک قتل ہوئے۔ جب خود آنحضرتؐ میدان ذی طوی مین داخل ہوئے اُس وقت ردائے سرخ کا گوشہ چہرۂ انور پر تھا اور کمال خضوع وخشوع سے سر اقدس ناقے کی کاٹھی پر جھکائے ہوئے تھے اور جس وقت در کعبہ پر آپ پہونچے

توعمامہ سیاہ سرمبارک پر تھا اور یہ الفاظ زبان حق ترجمان پر تھے۔ لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ صدق وعدہٗ ونصر عبدہٗ وھزم الاحزاب وحدہٗ۔

پھر قریش کی طرف خطاب فرمایا کہ تمکو مجھ سے کیا توقع ہے۔ سب نے عجز سے پکارا کہ آپ ہمارے کریم النفس بھائی اور کریم النفس بھائی کے فرزند ہین۔ آنحضرتؐ نے فرمایا خیر مین نے تمکو رہا کیا۔ پھر فرمایا صرف سدانۃ البیت اور سقایۃ الحاج کے عہدے بدستور قائم رہین گے۔ اور سب دعوے رد کیے گئے۔ پھر آنحضرتؐ داخل کعبہ ہوئے۔ اور زمانہ جاہلیت مین جو بُت بیت اللہ مین مشرکون نے لا رکھے تھے اُن کو توڑ ڈالا۔ اور علی بن ابیطالبؑ کو خود بلند فرما کر اُس بُت کو بھی تڑوایا جس کو کافرون نے اوپر کی جانب مضبوط نصب کیا تھا۔ من بعد طواف سے فارغ ہوکر بمقام صفا قریش سے اطاعت خدا اور رسول کا عہد لیا اور بیعت عام لی گئی۔ عکرمہ بن ابوجہل اور ابو قحافہ والد ابوبکر صدیق اور معاویہ بن ابوسفیان بھی مسلمان ہوئے۔

غزوہ حنین

فتح مکہ کی خبر سنکر مالک بن عوف النضری نے قبیلہ ہوازن کو مجتمع کیا پھر قبیلہ ثقیف بھی ان مین شامل ہوگیا اور سب نے ملکر آنحضرتؐ پر حملہ آور ہونے کا قصد کیا آنحضرتؐ خود بارہ ہزار فوج لیکر جس مین دو ہزار جدید مسلمانان مکہ تھے مفسدون کیطرف روانہ ہوئے۔ صبح کے دھندلکے مین جب لشکر اسلام وادی حنین مین پہونچا حریف نے کمینگاہ سے نکل کر سخت حملہ کیا۔ باوجود کثرت مسلمانون کے پاؤن اُکھڑ گئے۔ اور آنحضرتؐ کے ساتھ صرف بنی ہاشم اور معدودے چند دیگر اصحاب حضرت ابوبکر وعمر وغیرہ ثابت قدم رہ گئے۔ ابوسفیان ابھی تازہ تازہ حلقہ اسلام مین داخل ہوئے تھے۔ اُن سے یہ ہزیمت دیکھکر ضبط نہ ہوسکا اور کہہ گذرے کہ مسلمان ایسے بھاگے ہین کہ سمندر کے کنارے سے ادھر نہ رکین گے۔ آنحضرتؐ نے عباس بن عبد المطلب سے فرمایا اب بلند آواز مین انصار اور اصحاب بیعت شجرہ کو پکاریے۔ چنانچہ حضرت عباس نے پکارنا شروع کیا بمشکل سو آدمی

آنحضرتؐ کے پاس آکر جمع ہوئے۔ اس وقت آنحضرتؐ بنفس نفیس بکمال توجہ جہاد فرما رہے تھے اور یہ رجز پڑھتے جاتے تھے۔ انا النبی ولا کذب + انا ابن عبد المطلب۔

قدرت خدا سے ہزیمت مبدل بفتح ہو گئی۔ بھاگے ہوئے مسلمان پھر لوٹ پڑے بہت سا مال غنیمت اور قیدی مسلمانون کے ہاتھ آئے۔ ثقیف میدان جنگ سے بھاگ کے قلعہ طائف مین محصور ہو گئے۔ آنحضرتؐ نے بیس روز سے کچھ زیادہ دنون تک محاصرہ قائم رکھا۔ پھر محاصرہ اُٹھا کر بمقام جعرانہ جہان مال غنیمت اور قیدی تھے تشریف لائے۔ یہان وفود ہوازن حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا آنحضرتؐ نے قبیلہ ہوازن کے چھ ہزار قیدیون کو رہا کر دیا۔ مالک بن عوف بھی حاضر ہو گیا اور مسلمان ہوا آنحضرتؐ نے علاوہ اُس کے مال کے جو لوٹ مین آیا تھا اور سو اونٹ اُس کو عطا کئے اور اُسکے قبیلے پر اور قبائل اطراف پر اُس کو حکمران کر دیا اور اُس نے من بعد اسلامی خدمات کو عمدگی سے انجام دیا۔ ہوازن کے قیدیون اور مال کی واپسی کے بعد باقی ماندہ مال غنیمت کو جب آنحضرتؐ نے تقسیم فرمانا شروع کیا۔ تو مسلمانون نے ایسا ہجوم کیا اور اس طرح چمٹے کہ ردائے مبارک تک اُتار لی۔ آنحضرتؐ اُسی طرح حلم و بردباری سے فرماتے رہے کہ اگر اشجار تہامہ کے برابر بھی میرے پاس مال ہو تو سب تمکو تقسیم کر دون۔

سنہ ۹ ہجری

غزوۂ تبوک

آنحضرتؐ نے طائف سے مراجعت فرما کر ماہ ذی الحجہ سے رجب تک مدینہ منورہ مین قیام فرمایا پھر غزوۂ روم کی تیاری کی کیونکہ خبر تھی کہ قیصر روم اور عرب متنصرہ مدینہ پر فوج کشی کی تدبیر مین مصروف ہین۔ یہ موسم شدید گرمی کا تھا۔ فصل خرما بھی تیار تھی۔ سفر دور و دراز بھی تھا اسلیے مسلمانون نے پہلو تہی شروع کی۔ سورۂ توبہ مین یہ سب ماجرا مذکور ہے۔ آنحضرتؐ نے بدشواری تمام ایک لشکر ترتیب دیا جس کی تعداد تیس ہزار

بیان کی گئی ہے اس لشکر میں دس ہزار سوار تھے۔ چونکہ آنحضرتؐ اس قدر لشکر کو ساتھ لیے اتنے دور و دراز سفر کو جا رہے تھے مدینہ و حجاز کی حفاظت ضروری تھی۔ علی بن ابیطالبؑ کو اپنی جگہ مدینہ میں چھوڑا۔ آنحضرتؐ مع لشکر اسلام مدینہ سے روانہ ہو کر جب بمقام تبوک پہونچے۔ بیس روز وہان قیام فرمایا۔ یہان والی ایلہ نے حاضر ہو کر تین سو دینار جزیہ پر اور اہل اذرح نے سو دینار پر صلح کر لی۔ خالد بن ولید اکیدر والی دومۃ الجندل کو گرفتار کر لائے مگر اُس سے بھی جزیہ پر صلح ہو گئی۔ آنحضرتؐ نے ماہ رمضان میں اس سفر سے مراجعت فرمائی۔ طائف سے وفود قبیلہ ثقیف حاضر مدینہ ہوئے جن کی بوجہ احسن مہمانداری کی گئی۔ انھون نے اسلام قبول کیا مگر درخواست کی کہ تین برس تک اُن کے بڑے بُت (لات) کو نہ توڑا جائے اور نماز پڑھنے سے معافی دیجائے آنحضرتؐ نے نامنظور فرمایا اور وہ بُت تڑوا دیا گیا جب توڑا جا رہا تھا قبیلہ ثقیف کی عورتون کی یہ حالت تھی کہ اُس کے گرد کھڑی ہوئی رو رہی تھین۔ بعد ازین مدت تک وفود قبائل عرب کی آمد و اشاعت اسلام کا سلسلہ برابر قائم رہا۔ طبقات ابن سعد مین ہے کہ "تبوک سے مراجعت کے بعد مسلمانون نے اپنے اسلحہ بیچنا شروع کیے اور کہنے لگے کہ اب سلسلہ جہاد منقطع ہو گیا آنحضرتؐ کو جب اس واقعہ کی خبر ہوئی تو سب کو منع کیا اور فرمایا کہ ہمیشہ میری امت مین سے ایک گروہ حق پر جہاد کرتا رہے گا یہان تک کہ دجال خروج کرے۔

اسی سال مین موسم حج مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ نے حضرت علیؑ کو مکہ معظمہ مین بھیجا تا کہ مشرکون کو آئندہ حرم بیت اللہ مین داخل ہونے سے روک دین چنانچہ علی علیہ السلام نے مجمع قبائل عرب مین کھڑے ہو کر پکار دیا کہ بس اس سال کے بعد کوئی مشرک برہنہ طواف بیت اللہ نکرنے پائے گا۔ یہ اعلان سُنکر کفار نے باہم مشورہ کیا کہ جب یہ حالت اقتدار اسلام کی ہے اور قریش مغلوب ہو گئے تو تم کیا کر سکتے ہو چنانچہ من بعد وہ سب بھی تابع اسلام ہو گئے اور ہر طرف جزیرۂ عرب مین اسلام شائع ہو گیا۔

سنہ ۱۰ ہجری

اس سال بھی شروع سے برابر وفود قبائل عرب آتے رہے۔ آنحضرتؐ نے

خالدبن ولید کو یمن مین دعوت اسلام کے لیے بھیجا لیکن کسی نے اسلام قبول نہ کیا۔ اس پر آنحضرتؐ نے علی بن ابیطالبؑ کو بھیجا۔ حضرت علیؑ نے یمن مین پہونچکر بعنوان شایستہ فرمان رسول اللہؐ کو پڑھکر سنایا ایک ہی دن مین سارا قبیلہ ہمدان مسلمان ہو گیا اور پھر یکے بعد دیگرے قبائل یمن مسلمان ہونے لگے۔ علی علیہ السلام نے جب یہ تمام واقعات رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ کے حضور مین بذریعہ عرضداشت پیش کیے تو کمال مسرت سے آنحضرتؐ نے سجدۂ شکر کیا اور تین مرتبہ فرمایا "السلام علی ھمدان"

اسی سال مین آنحضرتؐ نے حج کیا جو حجۃ البلاغ وحجۃ الوداع کے نام سے مشہور ہے۔ بقول ابوالفدا چالیس ہزار مسلمان آنحضرتؐ کے ہمراہ تھے۔ ہنگام مراجعت بمقام غدیر خم آپ نے ہمراہیون کو جمع کر کے خطبہ ارشاد فرمایا اور علی علیہ السّلام کو پیش کر کے فرمایا جس کا مین مولا ہون اُس کے یہ علی مولا ہین۔ پھر آنحضرتؐ براہ راست مدینہ منورہ مین تشریف لائے اور تحصیل صدقات وجزیہ کے لیے عمّال اور تعلیم احکام دین کے لیے فقہا قبائل عرب مین بھیجے گئے۔ اور قوانین شرعیہ نافذ ہوئے۔

اسی سال ایک نیا حادثہ ظہور مین آیا کہ مسیلمہ نے یمامہ مین ادعائے نبوت کا اظہار کیا اور آنحضرتؐ کو لکھا کہ مین آپ کا شریک نبوت ہون۔ ملک نصفانصف آپس مین تقسیم ہونا چاہیے۔ آنحضرتؐ نے جواب مین لکھا کہ مالک الملک خدا ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور حسُن انجام نیک کردارون اور پرہیزگارون کے لیے ہے۔ اسی وقت مین اسود عنسی نے نواح یمن مین اور طلحہ نے قبیلہ بنی اسد مین ادعائے نبوت وبغاوت کا غلغلہ بلند کیا۔

سلسلہ لغایتہ سنہ ۲۵ ہجری

ابن جریر طبری تاریخ کبیر مین نقل فرماتے ہین کہ ابو موہیبہ جو موالی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ مین سے ہین روایت کرتے ہین کہ ایک شب آنحضرتؐ نے مجکو بیدار کیا اور فرمایا کہ مجھے حکم ہوا ہے کہ اُن مسلمانون کے لیے جو بقیع مین مدفون ہین دعائے مغفرت کرون چنانچہ مین ساتھ ہوا اور آپ اُسی وقت شب مین بقیع مین تشریف لائے

اور اہل قبور سے یہ خطاب فرمایا کہ تمکو گوشۂ امن و فراغ مبارک ابتو فتنے مثل پارۂ شب تاریک سامنے نمودار ہین۔ پھر اہل بقیع کے لیے دعائے آمرزش کی اور دنیا سے اپنی رحلت کا بھی ذکر فرمایا۔ صحیح بخاری مین اسامہ بن زید سے روایت ہے۔ قال اشرف النبی صلے اللہ علیہ وسلم علی اُطُم من اطام المدینۃ فقال ھل ترون ما اریٰ قالوا لا قال فانی لأریٰ الفتن تقع خلال بیوتکم کوقع القطر۔

کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قلعہائے مدینہ مین سے ایک قلعہ پر چڑھے اور اصحاب سے فرمایا کہ آیا تم بھی اُس چیز کو دیکھتے ہو جس کو مین دیکھ رہا ہون سب نے عرض کیا کہ ہمین تو کچھ نظر نہین آتا آپ نے فرمایا مین دیکھ رہا ہون کہ فتنے تمھارے گھرون مین مینھ کی بوندیون کی طرح گر رہے ہین۔ المختصر آنحضرتؐ کے جسم اطہر پر آثار مرض الموت ظاہر ہوئے اسی حالت علالت مین آپ نے اسامہ بن زید کی ماتحتی مین ایک لشکر کو شام کیطرف روانگی کا حکم دیا۔ اس لشکر مین اکثر مہاجرین و انصار اور نمودار بزرگ داخل تھے۔ منافقون نے کہا کہ جس لشکر مین معمر و مسن مہاجرین اولین داخل کیے گئے ہین اُس لشکر پر نو عمر لڑکے کو کیون افسر مقرر کیا گیا ہے۔ مگر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اسامہ لائق افسری ہے ابھی یہی گفت و شنید تھی کہ آثار شدت مرض نمودار ہوگئے اور حیلہ جو لوگون کو یہ دوسرا موقع عذر مل گیا اور روانگی لشکر کو التوا مین ڈال دیا مگر نبی اولوالعزم کو یہ کب گوارا تھا اُسی شدت مرض مین ایک دن آپ بسبب درد سر رومال سر پر باندھے ہوئے برآمد ہوئے اور حکم دیا کہ فوراً لشکر اسامہ روانہ ہو چنانچہ اسامہ درنگ نہ کرسکے اُسیوقت چل کھڑے ہوئے اور بمقام جرف بانتظار اجتماع لشکر پڑاؤ ڈالا مگر اہل لشکر اب بھی ٹالتے رہے۔[۵۱]

اسی زمانۂ علالت مین ایک روز اُن مسلمانون کو جو عیادت کے لیے جمع ہوئے تھے آنحضرتؐ نے دعائین دے کر فرمایا کہ تمھین خدا کی سپرد کرتا ہون۔ ہمیشہ خدا سے ڈرتے رہنا اور سرزمین خدا مین بندگان خدا پر جور و تعدی کرکے رضائے خدا پر اپنی مرضی کو ترجیح

۵۱۔ فتح الباری و ابن اثیر وغیرہ ۱۲۔

نہ دنیا۔ خدا نے میرے اور تمھارے دونوں کے لیے فرمایا ہے تلک الدار الاخرۃ نجعلھا للذین لا یریدون علوا فی الارض ولا فسادا والعاقبۃ للمتقین۔ یہ دار آخرت ہم اُن لوگوں کے لیے قرار دیتے ہیں جو روئے زمین پر ترفع و تعلی نہیں چاہتے اور فساد نہیں پھیلاتے اور حسن انجام پرہیزگارون کا حصہ ہے۔ یعنی بالآخر کامیابی انھیں کے لیئے ہے جو دنیا مین تکبر و فساد سے دور رہتے ہین۔ اصحاب نے پوچھا کہ آپ نے اپنے غسل و کفن کی خدمت کس سے متعلق فرمائی۔ فرمایا اپنے عزیز قریب سے اور خاندان کے قریب رشتہ دارون سے۔ وہی غسل و تکفین کے بعد تم سب سے پہلے نماز جنازہ پڑھین اور وہی قبر مین اُتارین ؎۱

اسی زمانۂ علالت مین ایک دن آنحضرتؐ نے حاضرین سے فرمایا کہ لکھنے کا سامان لاؤ تمھارے لیے ایک ایسا نوشتہ دون کہ بعد میرے کبھی گمراہ نہ ہو۔ اس پر جو اصحاب حاضر تھے وہ باہم جھگڑنے لگے کوئی کہتا تھا لاؤ کوئی کہتا تھا کچھ ضرورت نہین قرآن ہمین کافی ہے۔ آنحضرتؐ نے یہ حالت مشاہدہ کرکے فرمایا یہ مقام لڑنے جھگڑنے کا نہین اُٹھ جاؤ ؎۲ یہ پنجشنبہ کا واقعہ ہے۔ علالت یوماً فیوماً شدید ہوتی گئی۔ دوشنبہ ۱۲ ربیع الاول کو نماز صبح کے وقت مسجد مین تشریف لائے۔ بیٹھ کر نماز پڑھی اور بعد نماز حاضرین کیطرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ اے لوگو آگ بھڑکا دی گئی اور پارۂ شب تاریک کی طرح فتنے سامنے آگئے۔ مجھپر کوئی بات نہ رکھنا۔ بخدا مین نے وہی چیز تمھارے لیے حلال کی ہے جو قرآن نے تمھارے لیئے حلال کی ہے۔ اور وہی چیز تم پر حرام کی ہے جو قرآن نے تم پر حرام کی ہے۔ جب آنحضرتؐ اس تقریر سے فارغ ہوئے ابوبکر صدیق نے عرض کیا کہ بفضلہ آج آپ کی طبیعت اچھی ہے۔ آج بنت خارجہ کے یہان جانے کا دن ہے مین وہان جاؤن گا۔ آنحضرتؐ گھر مین تشریف لے گئے اور ابوبکر بنت خارجہ اپنی زوجہ کے یہان حوالی مدینہ مین بمقام سنح چلے گئے۔ اسی دن دوپہر سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دار فانی سے رحلت فرمائی۔ اہل مسجد مین کہرام پڑ گیا۔ افراط قلق سے

؎۱ تاریخ ابن جریر طبری۔ ؎۲ صحیح بخاری و تاریخ ابن جریر طبری وغیرہ ۱۲

حضرت عمر فاروق کے حواس بجا نہ رہے تلوار کھینچ لی کہ جو یہ کہے گا کہ رسول اللہؐ نے وفات پائی اُس منافق کا سر اُڑا دونگا۔ لوگ ششدر تھے کہ کیا ہو گیا بارے سنخ مین جا کر بھی کسی نے خبر دی حضرت ابوبکر فوراً آئے۔ اول آنحضرتؐ کو جا کر دیکھا پھر مسجد مین آکر حضرت عمر کو ہوش مین لائے۔ اور دونون بزرگوار ابو عبیدہ بن الجراح کو ساتھ لیکر سقیفہ بنی ساعدہ مین تشریف لے گئے اور انصار سے بحث خلافت چھڑ گئی۔ زبانون کے چلنے کی کوئی حد نہ رہی۔ مسلمانون کی کچھ قسمت اچھی تھی کہ تلوار چلنے سے رہ گئی۔ اور انصار مین تفرقہ پڑ گیا حضرت عمر نے فوراً حضرت ابوبکر کو خلافت کے لئے منتخب کر لیا۔ اتفاق کہ اس وقت قبیلہ اسلم کے اعراب (دہاتی عرب) ہجوم کر کے سقیفہ مین گھس آئے اور حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کرنے لگے۔ اس ہنگامے مین سعد بن عبادہ جو مریض تھے کچل گئے۔ اس پر اُن سے اور حضرت عمر سے درشت کلامی ہوتے ہوتے دست درازی تک نوبت پہونچی مگر حضرت ابوبکر نے رفع دفع کر دیا اور سقیفہ سے نکل آئے۔ اور دیگر مقامات مناسب پر بیعت ستانی کا اہتمام کیا۔ علیؑ اور بنی ہاشم مین سے کوئی ان معاملون مین شریک نہ تھا۔ کیونکہ حسب وصیت وہ تجہیز و تکفین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مین مصروف تھے۔ علی ابن ابیطالب نے آنحضرتؐ کو اس طرح غسل میت دیا کہ عباس بن عبدالمطلب اور فضل و قثم فرزندان عباس بن عبدالمطلب آنحضرتؐ کو کروٹین دیتے تھے اور شقران واسامہ بن زید جو آنحضرتؐ کے غلام آزاد کردہ تھے پانی ڈال رہے تھے۔ اور علی غسل دیتے تھے۔ اسی دوران غسل مین اوس بن خولی خزرجی نے بیرون در سے پکار کر کہا اے علی خدا کا واسطہ ہمین اس شرف سے محروم نہ رکھو۔ حضرت علیؑ نے اجازت دیدی کہ اندر چلے آؤ اور غسل کے وقت صرف فخر حضوری اُن کو عطا کیا۔ بعد نماز جنازہ جب علیؑ و فضل و قثم و شقران نے آنحضرتؐ کو قبر مطہر مین اُتارا تو پھر اوس خزرجی نے کہا اے علیؑ خدا کے لیے مجھے بھی مشرف ہونے کی اجازت دو۔ امیرالمومنین علیؑ نے فرمایا اچھا تم بھی آجاؤ چنانچہ وہ بھی قبر مین اُتر آئے۔ آنحضرتؐ نے دوشنبہ کو قریب دوپہر وفات پائی تھی مگر چونکہ اکثر مسلمانون کو اہتمام خلافت و بیعت سے فرصت شرکت جنازہ

نہ ملی اس وجہ سے سہ شنبہ کو بعد دو پہر وہ آفتاب زیر زمین نہان ہوا۔ اب علیؑ کو بھی تکلیف بیعت دی گئی مگر اُنھون نے اور اُن کے ساتھ سب بنی ہاشم نے انکار کر دیا اور مقداد و عمار و سلمان و زبیر معدودے چند اصحاب نے بھی علیؑ کا ساتھ دیا۔ کئی مہینے تک اُدھر سے اصرار اور ادھر سے یہی انکار رہا۔ اس دوران مین ابو سفیان نے ایکبار علیؑ کو بھڑکایا کہ لشکر فراہم کرنا میرے ذمے اُٹھو اور بزور شمشیر مسند خلافت پر بیٹھو مگر حضرت علیؑ نے اس کو ابو سفیان کی خود غرضی و فتنہ انگیزی پر محمول کیا۔ پھر جب وہ وقت آگیا کہ بیعت مین توقف لا محالہ خونریزی تک منجر ہو تو علیؑ اور اُن کے سب ساتھیون نے بیعت کر لی۔ حضرت ابوبکر مطمئن ہو گئے کہ اب بنی ہاشم عہد شکنی نہ کرین گے اور فتوحات کے لئے فوج جمع کرنے پر توجہ کی۔ ابو سفیان جس لشکر کے مہیا کرنے کا اقرار علیؑ سے کرتے تھے اب اُنھون نے وہ لشکر تیار کر کے حضرت ابوبکر کے سامنے پیش کر دیا۔ یہان امداد کی سخت ضرورت تھی کیونکہ اکثر قبائل عرب سرکش ہو گئے تھے۔ حضرت ابوبکر نے اس لشکر کو گیارہ حصون پر تقسیم کیا اور اُنھین مین سے خالد بن ولید۔ عکرمہ بن ابو جہل۔ مہاجر بن امیہ۔ خالد بن سعید۔ عمرو بن العاص۔ خذیفہ بن محصن۔ عرفجہ بن ہرثمہ۔ طریفہ بن حاجز۔ شرحبیل بن حسنہ۔ سوید بن مقرن۔ علاء حضرمی۔ کو اُن پر سردار مقرر کر کے عربون کی سرکوبی پر مامور کیا۔ ان سردارون مین سے کوئی مہاجرین اولین مین سے نہین ہے۔ الغرض ان سپہ سالارون نے اُن قبائل عرب کو جو منحرف ہو گئے تھے زیر کر کے مطیع بنایا۔ اور اُنھین مین سے جدید سپاہی بھرتی کر کے تقریباً ستائیس ہزار فوج تیار کی۔ اس فوج پر حضرت ابوبکر نے ابو سفیان کے بڑے بیٹے یزید کو سپہ سالار اعظم مقرر فرمایا۔ یزید بن ابو سفیان ملک شام پر حملہ آور ہوئے اور بعد فتح وہان کے مستقل گورنر مقرر ہوئے۔ اور پھر نسلاً بعد نسلٍ حکومت ملک شام اسی خاندان ابو سفیان مین رہی ؎

حضرت ابوبکر نے دو برس تین مہینے دس دن خلیفہ رہکر ترسٹھ برس کی عمر مین آٹھوین جمادی الآخرہ ۱۳ھ ہجری کو وفات پائی۔

۵۱ وقت وفات آنحضرتؐ سے یہان تک تمام واقعات تاریخ کبیر ابن جریر طبری و ابن اثیر سے ماخوذ ہین ۵۲ کتاب الاثر ابن اعثم کوفی

چونکہ حضرت ابوبکر نے حضرت عمر کو اپنا ولیعہد مقرر فرمایا تھا لہذا وہ خلیفہ ہوئے۔ یہ وقت مسلمانون کی سعی کے شباب کا تھا۔ عرب جدھر جُھکے دل لگا کے لڑے۔ خوب خوب معرکے سر کیے۔ درفش کاویانی کی دھجیان اڑا دین اور مسند کیانی کو روند ڈالا۔ مگر افسوس خوش درخشید ولی دولت مستعجل بود۔ حضرت عمر ہی کے آخر دور سلطنت مین آثار زوال نمودار ہو گئے۔ ابن جریر طبری نے بسلسلۂ ذکر سیرت عثمان لکھا ہے کہ :-

عن الحسن البصری قال کان عمر ابن الخطاب قد حجر علی اعلام قریش من المهاجرین الخروج فی البلدان الا باذن واجل فشکوه فبلغه فقام فقال الا انی قد سننت الاسلام سن البعیر یبدأ فیکون جذعا ثم ثنیا ثم رباعیا ثم سدیسا ثم بازلا الا فهل ینتظر بالبازل الا النقصان۔ الا وان الاسلام قد بزل الا وان قریشاً یریدون ان یتخذوا مال الله معونات دون عباده الا فاما وابن الخطاب حی فلا انی قائم دون شعب الحرة اخذ بحلاقیم قریش وحجزها ان یتهافتوا فی النار۔

حسن بصری فرماتے ہین کہ حضرت عمر نے مہاجرین مین سے مشاہیر قریش کو بلاد مختلفہ مین آنے جانے سے روک دیا تھا اور اگر کسی کو کسی ملک مین جانے کی اجازت دیجاتی تھی تو صرف ایک میعاد مقررہ تک کے لیے۔ اس روک ٹوک کی مہاجرین نے شکایت کی جب حضرت عمر کو اس شکایت کی خبر پہونچی تو آپ نے یہ خطبہ ارشاد فرمایا کہ مین نے اسلام کی عمر کو اونٹ کی عمر سے مشابہ ٹھہرایا ہے کہ پہلے وہ ایسا بچہ ہوتا ہے جسکے دودھ کے دانت نہ ٹوٹے ہون۔ پھر جوانی کی طرف بڑھتا ہے اور دو دانت توڑتا ہے پھر چار دانت ہوتا ہے پھر چھ دانت ہوتا ہے۔ نیش نکال لاتا ہے اور نوین سال مین اجمل ہوتا ہے۔ اب اُسکی جوانی درجہ کمال پر پہونچ جاتی ہے اور اسکے بعد زوال عمر شروع ہوتا ہے سلسلۂ افزائش ختم ہو کر زمانہ کاہش و نقصان آجاتا ہے اسی طرح اسلام بھی اب رو بتنزل ہے۔ قریش چاہتے ہین کہ اور سب بندگان خدا کو محروم کر کے سارا مال خدا خود ہضم کر جائین۔ ابن خطاب جب تک زندہ ہے یہ نہو گا مین حرہ کی گھاٹی کے سرے پر کھڑا ہوا انکے گلون کو دبائے ہون کہ جہنم مین نہ گر پڑین۔

حضرت عمر نے اُن عمائد قریش کی بندش کی جو مہاجرین مین سے تھے۔ اور معاویہ اور ابن العاص اور خالد وغیرہ اُن مشاہیر قریش کہ جو مہاجرین مین سے نہ تھے اور سب سے آخر مین مسلمان ہوئے تھے اس قید سے آزاد رکھا یہ انتظام غیر مفید ثابت ہوا اور یوں گا

فیونگا ابتری پڑھی۔

اسی تاریخ ابن جریر طبری مین ہے کہ قریش کی حرکتون سے تنگ آکر آخر حضرت عمر نے اپنی موت کی یون دعا مانگی تھی کہ: "اللّٰھم ملونی وملتھم واحسست من نفسی واحسوا منی ولا ادری بایّنا یکون الکون وقد اعلم ان لھم قبیلاً فاقبضنی الیک"

کاش حضرت ابوبکر و عمر شروع ہی مین ابو سفیان و قریش کو سر نہ چڑھاتے اور حضرت علی کی طرح حزم و انجام بینی سے کام لیتے تو یہ خرابی نہ پڑتی۔

حضرت عمر دس برس چھ مہینے اٹھارہ دن خلیفہ رہے چھبیسوین ذی الحجہ سنہ ۲۳ ہجری کو دار بلا سے عالم لقا کی طرف رحلت فرمائی[51]۔

حضرت عمر کے بعد اُس چھوٹی سی مجلس شوری مین جو عثمان و علی و عبد الرحمن بن عوف و زبیر و سعد بن ابی وقاص پر مشتمل تھی حضرت عثمان خلیفہ قرار پائے اور حضرت علی یہ کہکر اُٹھ کھڑے ہوئے کہ یہی کچھ پہلا دن نہین ہے کہ تم لوگون نے باہم سازش کرکے ہم پر چڑھائی کی ہو خیر صبر بہتر ہے اور جو کچھ تم کر رہے ہو خدا دیکھ رہا ہے اور وہی ہمارا مددگار ہے[52]۔

حضرت عثمان کا دور خلافت سرتاسر دور آزادی قریش تھا۔ حضرت عثمان کے خاندان والے بڑے بڑے ملکون پر مستقل حکمرانون کی طرف متصرف ہوگئے اور چونکہ اُن مین اکثر کم عقل و کم سن ناتجربہ کار تھے انتظام درہم و برہم ہوا اور رعایا بلبلا اٹھی۔ جو لوگ حکومتون سے محروم رکھے گئے تھے اور معزول ہو ہو کر خانہ نشین ہوگئے تھے۔ اُنھون نے رعایا کو اور شہ دی۔ انتہا ہوگئی کہ ام المومنین عائشہ کی زبان سے حضرت عثمان کے حق مین یہ کہلا دیا کہ اقتلوا نعثلاً فقد کفر[53]۔ اور حضرت عثمان کو بھی یہ کہنا پڑا کہ فان اھل المدینة قد کفروا واخلفوا الطاعة ونکثوا البیعة[54]۔

خیر بگذرم ازین قصہ پر غصہ آخر یہ ہوا کہ مصر و عراق وغیرہ سے رعایا شورش کرکے تمام دار الخلافہ مدینہ پر چڑھ آئی۔ اور مدت مدید تک حضرت عثمان کو محبوس و محصور رکھا۔ امیر معاویہ

---

۵۱ کتاب الاشراف مسعودی۔ ۵۲ ابن جریر طبری و ابن اثیر و ابو الفداء وغیرہ۔ ۵۳ ابن جریر طبری بذیل واقعات سنہ ۳۶۔ ۵۴۔ ابن جریر طبری بذیل واقعات سنہ ۳۵ ۱۲۔

کی جرات ہوئی کہ باوجود طلب و استغاثہ ملک شام سے فوج لیکر آئیں اور بچائیں نہ اور کوئی حکمران مدد کو آیا اور آخر انجام یہ ہوا کہ حضرت عثمان کو اہل شورش نے دار الخلافہ ہی مین قتل کیا۔ بقا بقای خدا یست و ملک ملک خدا۔

حضرت عثمان گیارہ برس گیارہ مہینے بائیس دن خلیفہ رہے بیاسی برس کی عمر مین اٹھارھوین ذی الحجہ ۳۵ھ کو دنیا سے انتقال[۵۱] فرمایا۔

امیر المومنین علی علیہ السلام کا دور حکومت

حضرت عثمان[۵۲] کے قتل کے پانچ دن کے بعد اہل مدینہ مجتمع ہوئے تو معلوم ہوا کہ سعد بن ابی وقاص اور زبیر مدینۂ منورہ سے نکل گئے ہین اور طلحہ بھی اپنے باغ مین چلے گئے ہین اور بنی امیہ مین سے بھی ولید اور سعید اور مروان بھی مکہ معظمہ کیطرف بھاگ گئے ہین اور اسی طرح تمام بنی امیہ یکے بعد دیگرے بھاگے جارہے ہین۔ اس مجمع مین اہل مصر نے اہل مدینہ سے کہا کہ:۔

انتم اهل الشورى وانتم تعقدون الامامة وامركم عابر على الامة فانظروا رجلاً تنصبونه ونحن لكم تبع. فقال الجمهور علی بن ابی طالب نحن به راضون۔

تم اہل شوریٰ ہو اور تمھین خلیفہ و امام منتخب و مقرر کرتے ہو اور تمھارا ہی منتخب کیا ہوا خلیفہ امت پر حکمران ہوتا ہے۔ بس تمکو چاہیئے کہ کسی شخص کو انتخاب کرکے خلیفہ قرار دو ہم سب بھی تمھارا اتباع کرکے اُسکو خلیفہ تسلیم کرینگے۔ اس پر جمہور نے باتفاق کہا کہ علی بن ابیطالب کی خلافت پر ہم سب رضامند ہین۔

اہل مصر نے کہا اچھا اب دو دن کی ہم تمکو مہلت دیتے ہین اس مدت مین اس انتخاب سے فارغ ہوجاؤ ورنہ بخدا ہم علیؑ و طلحہ و زبیر اور ان کے سوا اور بہت سے لوگون کو ضرور قتل کر ڈالین گے۔ چنانچہ سب لوگ حضرت علیؑ کے پاس ہجوم کرکے پہونچے اور کہا کہ:۔

۵۱ کتاب الاشراف مسعودی۔ ۵ھ۔ تمام واقعات عہد حکومت علی علیہ السلام از اول تا آخر تاریخ کبیر ابو جعفر محمد بن جریر طبری سے ماخوذ ہین۔ ۱۲

فقالوا انا نبایعك فقد تری مانزل بالاسلام وما ابتلینا به من ذوی القربی فقال علیؑ دعونی والتمسوا غیری فانا مستقبلون امرا له وجوه وله الوان لا تقوم له القلوب ولا تثبت علیه العقول فقالوا ننشدك الله الا تری ما نری الا تری الاسلام الا تری الفتنة الا تخاف الله فقال قد اجبتکم لما اری واعلموا ان اجبتکم رکبت بکم ما اعلم وان ترکتمونی فانما انا کاحدکم الا انی اسمعکم واطوعکم لمن ولیتموه امرکم۔

ہم لوگ آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہین۔ آپ دیکھ رہے ہین کہ اسلام پر کیسی مصیبت نازل ہوئی ہے اور خلیفہ سابق کے حکمران قرابتمندون کے ہاتھ سے ہم کس بلا مین پڑ گئے ہین۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ مجھے چھوڑ دو اور دوسرے کو تلاش کرو کیونکہ ہمارے سامنے ایک ایسا امر ہے کہ وہ بہت سی صورتین اور رنگ رکھتا ہے اور جس پر دلون اور عقلون کو ثبات و قیام نہوگا۔ سب نے کہا کہ خدا کے لیے انکار نہ کیجیے۔ کیا آپ کے پیش نظر نہین ہے کہ اسلام کی کیا حالت ہے۔ اور کیسا فتنہ برپا ہے۔ کیا آپ کو خوف خدا نہین ہے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا اچھا مین یہ سب کچھ دیکھتے ہوئے تمھاری درخواست کو منظور کرونگا مگر یہ خوب جان لو کہ اگر مین خلیفہ ہونگا تو احکام الہی کا جو علم مجھے ہے اسی کے مطابق تم پر حکمران ہونگا۔ اور اگر تم مجکو میرے اسی حال پر چھوڑ دوگے تو مین بھی تم مین سے مثل ایک کے ہونگا بلکہ تم سے زیادہ اس کا مطیع و فرمان پذیر ہونگا جس کو تم اپنے اوپر حکمران بناؤ۔

اس قرارداد کے بعد دوسرے روز پر معاملہ بیعت کو محول کرکے سب واپس چلے گئے اور بجائے خود باہم مشورہ کیا کہ طلحہ و زبیر بھی آجائین تو معاملہ راست ہوجائے چنانچہ کچھ لوگ گئے اور ان دونون کو بھی بلا لائے۔ اور پھر اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ مجتمع ہوکر حضرت علیؑ کے پاس آئے اور پھر درخواست قبول حکومت پیش کی حضرت علیؑ نے پھر یہی فرمایا کہ

لا تفعلوا فانی اکون وزیرا خیر من ان اکون امیرا فقالوا لا والله ما نحن بفاعلین حتی نبایعك قال ففی المسجد فان

میرے ہاتھ پر بیعت نکرو۔ میرا بحیثیت وزیر رہنا اس سے بہتر ہے کہ تم پر امیر بنون۔ سب نے کہا کہ خدا کی قسم اب ہم بغیر آپ کے ہاتھ پر بیعت کیے ہوئے کوئی کام نکرینگے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا کہ یہی اصرار ہے تو مسجد نبوی مین سب

بیعتی لا تکون خفیاً ولا تکون الا عن رضی المسلمین۔ | میری بیعت خفیہ اور بغیر رضامندی اہل اسلام کے نہ ہوگی۔ جمع ہو کر بیعت کریں۔

پھر حضرت علیؓ مسجد میں تشریف لائے۔ مہاجرین وانصار اور عامہ اہل اسلام بھی وہان حاضر ہوئے۔ اول مہاجرین وانصار نے اور اُن کے بعد اور لوگون نے بیعت کی۔ پانچ روز ماہ ذی الحجہ ۳۵ھ مین باقی تھے کہ یہ بیعت بروز جمعہ حضرت علیؓ کے ہاتھ پر کی گئی۔ جو لوگ حاضر جلسۂ بیعت نہ ہوئے اور بیعت سے دستکش رہے اُن کے نام یہ ہین۔

حسان بن ثابت۔ کعب بن مالک۔ مسلمہ بن مخلَّد۔ ابو سعید الخدری۔ محمد بن مسلمہ نعمان بن بشیر۔ زید بن ثابت۔ رافع بن خُدیج۔ فُضالہ بن عُبید۔ کعب بن عجرہ۔ سعد بن ابی وقاص۔ عبد اللہ بن عمر۔ صہیب۔ سلمہ بن وقش۔ اسامہ بن زید۔

حضرت علیؓ نے ان بیعت نہ کرنے والون پر مطلق کوئی دباؤ نہین ڈالا نہ کوئی تشدد کیا اور اُن کو اُن کے حال پر بلا کسی قسم کے تعرض کے چھوڑ دیا۔

عبد اللہ بن حسن سے پوچھا گیا کہ یہ لوگ کیون بیعت سے دستکش رہے۔ عبد اللہ نے کہا کہ حسان ایک مرد شاعر اور اپنے کردار کی طرف سے بے پروا آدمی تھے۔ اور زید بن ثابت کو حضرت عثمان نے سردفتر و مہتمم خزانہ مقرر فرمایا تھا اور کعب بن مالک کو حضرت عثمان نے وہ تمام رقم دے ڈالی تھی جو مال صدقات قبیلہ مُزینہ سے وہ وصول کر لائے تھے۔ روایت مین سوا ان تین شخصون کے اور کسی کے متعلق کوئی وجہ مذکور نہین ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید انھین کے متعلق پوچھا گیا ہو۔

بعد بیعت حضرت علیؓ نے ایک مختصر خطبہ ارشاد فرمایا جس مین اتباع قرآن مجید وادائے فرائض و پاسداری مسلم و پرہیزگاری کی نصیحت فرمائی اور فرمایا کہ مسلمان وہی ہے کہ جس کے ہاتھ اور زبان سے ناحق اذیت پانے سے لوگ محفوظ رہین اور جتایا کہ اگر بہائم تک پر کوئی ظلم کروگے تو بروز قیامت اُس کی تم سے بازپرس ہوگی۔ اور یاد دلایا کہ قوم عرب اس سے پہلے دنیا مین کیسی ذلیل و زبون تھی یعنی اب اس

ترقی قوت پر شکر خدا بجالاؤ اور اُس کے قائم رکھنے کی صلاحیت پیدا کرو۔

بعد ازین ایک روز طلحہ و زبیر مع چند صحابہ کے حضرت علیؓ کے پاس آئے اور کہا کہ مجرمون کو تعزیر دیجائے اور ظاہر ہے کہ یہ اہل شورش خون عثمان مین شریک تھے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا بھائیو جو تم جانتے ہو مین بھی اُس سے جاہل و غافل نہین ہون۔ لیکن دیکھو تو ایسی حالت مین کیا کرون کہ اہل شورش تم پر قابو پائے ہوئے ہین۔ اور تم اُن کے مقابلے مین بے بس ہو۔ دیکھو اُن لوگون کے ساتھ تمھارے غلام اور اعراب (بدو) سب شریک شورش ہین اور یہ سب تمھارے اس شہر کے اندر گھسے ہوئے ہین۔ جو چاہین تم پر جبر و تعدی کرسکتے ہین۔ اس حالت مین تمھین بتاؤ کہ کیا اختیار چل سکتا ہے سب نے کہا کہ بیشک کوئی بس نہین ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ مطمئن رہو انشاء اللہ اپنی رائے کے خلاف مجھے نہ پاؤ گے۔ خوب سمجھ لو کہ یہ شورش بھی ایسی ہی ہے جیسی زمانہ جاہلیت مین شورش ہوتی تھی۔ اور یہ اس قوم کی موجودہ شورش ایک خاص مادہ رکھتی ہے۔ اور وہ یہ کہ جب کبھی کوئی فتنہ شیطانی برپا ہوا ہے تو دنیا مین اہل فتنہ کو خوب کھل کھیلنے کا موقع ملا ہے۔ غور کرلو کہ بحالت موجودہ اگر کوئی تحریک اس امر مین کی گئی تو تین صورتین پیش آئین گی اور تفرقہ پڑجائے گا۔ ایک یہ کہ کچھ لوگ تمھاری رائے کے موافق ہونگے۔ دوسری یہ کہ کچھ تمھارے خلاف ہون گے۔ تیسری یہ کہ کچھ لوگ ایسے ہون گے کہ تم سے اور تمھارے مخالف دونون سے علٰحدہ رہین گے۔ ذرا ٹھہرو اور دم لو کہ لوگ ڈھرے پر لگ جائین اور دل ٹھکانے ہوجائین تو مواخذۂ حقوق کی نوبت آئے

ان امور انتظامیہ کے متعلق کچھ لوگون نے حضرت علیؓ کی رائے کو اولیٰ سمجھا اور کچھ لوگ کہنے لگے کہ جو ہمپر لازم ہے آؤ خود اُس کو کرگذرین دیر کیون لگائین۔ علیؓ تو اپنی رائے مین سب سے مستغنی ہین اُن کو کسی کی رائے کی پروا نہین ہے اور ہم دیکھتے ہین کہ وہ بہت جلد قریش کے حق مین سب سے زیادہ شدید ثابت ہونگے۔ جب ان اذکار و افکار کی خبرین حضرت علیؓ کو پہونچین تو پھر آپ نے سب کو فہمایش کی اور اُن کے فضل و ذکر اعم کو ظاہر کرکے فرمایا کہ مین تمھاری رفاقت سے بے پروا نہین ہون مین تم پر نظر رکھتا ہون

اور تمھارے ساتھ ہوں اور تمھاری اصلاح و فلاح میں کوشش کر کے خدا سے طالب اجر ہونے کے سوا اس حکومت سے اور کچھ میرا مقصد و مطلب نہیں ہے۔

بعد ازین آپ نے منادی کرادی کہ جو غلام اپنے آقا کے یہان نہ لوٹ جاییگا حکومت اُسکی ذمہ دار نہین ہے۔ اور سب اعراب اپنے اپنے مقامات کو واپس چلے جائین اور اہل مدینہ اُن کو اپنے یہان نہ ٹھہرائین۔ مگر اہل شورش اس منادی سے متاثر نہ ہوئے اور اُنھون نے بدستور اپنا جماؤ قائم رکھا۔ طلحہ و زبیر مع چند اصحاب پھر حضرت علیؓ کے پاس آئے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا دیکھا۔ اپنا انتقام لو۔ سب نے کہا کہ کوئی بس نہین چلتا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا آج کے بعد اس سے بھی زیادہ بے بسی کا سامنا ہونا ہے۔ اور یہ شعر پڑھا ؎

لوان قومی طاوعتنی سراتہم امرتہم امراً یدیخ الاعادیا

میری قوم کے سربرآوردہ لوگ اگر میرے مطیع ہوتے تو اُن کو وہ کام بتاتا جو دشمنون کو ذلیل و خوار کرتا۔

اسی جلسے مین طلحہ نے کہا کہ مجھے حکومت بصرہ دیجیے کہ جب آپ پر کوئی وقت پڑے تو سوارون کے رسالے لیکر وہان سے آپ کی مدد کو پہونچون اور اسی طرح زبیر نے درخواست حکومت کوفہ پیش کر کے وعدہ مدد کیا مگر حضرت علیؓ نے دونون کو یہی ایک جواب دیا کہ جب تک اس امر مین غور نہ کرلون کوئی حکم نہ دونگا۔

مغیرہ بن شعبہ حاضر خدمت ہوئے اور حضرت علیؓ سے خیر خواہانہ انداز سے عرض کیا کہ معاویہ و ابن عامر و دیگر تمام عمال عہد عثمان کو اُسوقت تک کہ ان لوگون اور اہل لشکر سے عہد اطاعت نہ لے لیا جائے سب کو اُن کے عہدون پر بحال رکھا جائے بعد ازین جو چاہیے کیجیے گا۔ اور عبد اللہ بن عباس نے بھی کہا کہ معاویہ اور اُن کے ساتھی سب اہل دنیا ہین آپ جب اُن لوگون کو بدستور اُن کے عہدون پر برقرار رکھینگے تو یہ لوگ اس کی کچھ پروا نہ کرینگے کہ کون خلیفہ ہوا۔ اور اگر ان کو معزول کیجیے گا تو کہدینگے کہ بغیر شوری کے علیؓ خلیفہ ہوگئے اور علیؓ ہی نے ہمارے صاحب یعنی عثمان کو

قتل کیا ہے۔ اور عوام الناس کو اس حیلے سے آپ پر برانگیختہ کر دین گے اور اہل شام و عراق سب آپ سے بگڑ جائین گے بلکہ طلحہ و زبیر پر بھی مجھے اعتماد نہین ہے کہ وہ آپ پر حملہ کرنے سے باز رہین۔ حضرت علی نے یہ سب کچھ سنکر فرمایا کہ :۔

فقال علی اما ما ذکرت من اقرارهم فوالله ما اشك ان ذلك خير فی عاجل الدنيا لاصلاحها واما الذی يلزمنی من الحق والمعرفة بعمال عثمان فوالله لا اولی منهم احدا ابدا فان اقبلوا فذلك خير لهم و ان ادبروا بذلت لهم السيف	بیشک ان عاملون کو برقرار رکھنا اس جلد گذر جانے والی دنیا کے خوب کام بنائے گا۔ لیکن عمال عثمان کے کردار سے مین باخبر ہون اور اتباع حق کو اپنے اوپر لازم جانتا ہون اسلیئے خدا کی قسم مجھسے یہ نہ ہوگا کہ ایک کو بھی کبھی اُن مین سے فرمانروا بنا رہنے دون۔ اگر یہ لوگ بہ اطاعت پیش آئے تو اُن کے لیے اچھا ہوگا اور اگر میرے حکم سے روگردان ہونگے تو اُن پر میری تلوار چلے گی۔ (اور یہ بھی فرمایا) کہ
والله لا ادهن فی دينی ولا اعطی الدنی فی امری	واللہ معاملہ دین مین سستی کو دخل نہ دونگا اور اپنی حکومت کو ذلت و ذارت سے پاک رکھونگا۔

تنقید

بعض تاریخ پڑھنے والے کہتے ہین کہ حضرت علی اگر مغیرہ کی صلاح پر کاربند ہوتے۔ طلحہ و زبیر کو اُن کی خواہشون کے موافق حکومت بصرہ و کوفہ دیدیتے معاویہ کو بھی بدستور ملک شام پر فرمانروا رہنے دیتے اور دیگر سرداران عہد عثمانیہ کو بھی بحال رکھتے تو اپنا دور خلافت باآسایش و آرام بسر کرتے مگر یہ کوتاہ نظر اور تنگ خیال لوگ یہ نہین سمجھتے کہ علیؑ نے دولت و نعمت جمع کرنے اور بعیش و راحت لطف زندگی اُٹھانے کے لیے خلافت کو قبول نہین کیا تھا بلکہ شریعت اسلام و صداقت و عدالت کو دنیا مین شائع کرنے کی نیت سے وہ خلیفہ ہوئے تھے لہذا جو طرز عمل حضرت علیؑ نے اختیار کیا اُن کو

وہی اختیار کرنا چاہیئے تھا۔ سیاسی فریب کاریان اور پولٹیکل دغا بازیان بیشک خلفائے راشدین کی شان نہین ہے بلکہ یہ مذموم افعال دنیا پرست حکمرانون کا شعار ہین۔ الحرب خدعۃ اگر حدیث صحیح ہے تو ظاہر ہے کہ صرف میدان جنگ مین محاربانہ داؤن پیچ کو استعمال کرنا جائز قرار دیا گیا ہے نہ معاملات تمدن و حکومت و معاشرت مین فریب و دغا و کذب و افترا پر کاربند ہونا کیونکہ کسی رسول برحق کی یہ شان نہین ہے کہ وہ امت کو مکر و فریب کی تعلیم دے اور لوگون کو مکار و دغا باز بننے کی طرف رغبت دلائے۔

وہ عمال جن کو حضرت علیؓ معزول کرنا چاہتے تھے اگر قابل معزولی نہ تھے اور اُن کا برقرار رکھنا مفید ملک و ملت و قرین مصلحت تھا تو مغیرہ وغیرہ کو لازم تھا کہ اُن عمال کی مدبری و خوش انتظامی و دینداری باور کرانے کے بعد حضرت علیؓ سے اُن کی سفارش کرتے یہ نہ کہتے کہ وہ عمال ایسے دنیا پرست و فتنہ پرداز ہین کہ معزول کیے جائین گے تو خلیفہ وقت پر بہتان قتل عثمان لگائین گے اور ناحق مسلمانون کا خون بہائین گے۔ اگر حضرت علیؓ ان ہوسناک اور ظالم عاملون کو اپنے ذاتی علم اور اس شہادت مغیرہ وغیرہ کے بعد بھی مسلمانون کی گردنون پر سوار رہنے دیتے۔ اور اُن کو اُن کے جلیل القدر اور باثر عہدون پر برقرار رکھنا پسند کرتے تو خود حضرت علیؓ خلافت رسول اللہ کے اہل سمجھے جانے کے قابل نہ ہوتے۔

حسان بن ثابت وغیرہ بیعت نہ کرنے والون سے حضرت علیؓ نے کوئی تعرض نہ کیا۔ اور اہل شورش کے تدارک کو بھی مصلحۃً ملتوی رکھا مگر بنی امیہ اور اُن کے رفقا قریش کو دو روز بھی مسلمانون پر حکمران رکھنا گوارا نہ کیا یہ بالکل ایسا ہی ہے کہ جیسے ابتدائی امر مین رسول اللہ صلعم نے عبداللہ بن ابی اور اُسکے گروہ سے باوجود احساس مخالفت کچھ تعرض نہ کیا اور بنی قریظہ وغیرہ قبائل یہود سے بھی معاہدہ التوائے جنگ منظور فرما لیا مگر قریش و بنی امیہ کو مہلت

نہ دی اور سب سے پہلے قریش ہی کی خبر لی۔

اس گروہ قریش کے منصوبون اور اسرار سے جیسا رسول اللہ صلعم اور حضرت علیؓ واقف تھے اور کوئی واقف نہ تھا۔ اور اگر کوئی واقف تھا تو اُس کو یہ ہمت وجرات نہ تھی کہ خلاف قریش دم مار سکے۔ بارگاہ خلافت تک پر یہ لوگ حاوی رہتے تھے جیسا کہ حضرت علیؓ نے زمانہ شورش مین ایک مرتبہ تنگ آکر صاف صاف حضرت عثمان سے کہدیا تھا کہ

انی قد کلمتک مرۃ بعد مرۃ فکل ذلک نخرج فتکلم وتقول و تقول وذلک کلہ فعل مروان وسعید بن العاص وابن عامر ومعاویۃ اطعتہم وعصیتنی	مین نے بار بار اس معاملہ مین تم سے گفتگو کی اور صلاح و مشورہ ہوا پھر جب باہر جاکر مین نے لوگون کو سمجھایا تو تم اور کچھ کہنے لگے۔ مروان اور سعید بن العاص اور ابن عامر اور معاویہ کی رفاقت یہ سب کچھ تم سے کرا رہی ہے تم اُنھین لوگون کے مطیع بنے ہوا ور میری رائے پر عمل نہین کرتے

بعض مورخون کا یہ خیال ہے کہ حضرت ابوبکر و عمر اس گروہ قریش کی شر سے اس ترکیب سے محفوظ رہے کہ اُنھون نے پہلے ہی قریش کو فوجون کی افسریان دے دے کر فوراً مانعین زکوٰۃ وغیرہ کی جنگ مین مشغول کردیا اور پھر اُدھر سے اُدھر ہی روم وایران کے ایسے زرخیز ملکون مین جہاد پر بھیدیا کہ جہان سے قریش ہٹانے پر بھی ہٹنا پسند نکرتے تھے۔ ہمارے نزدیک بھی یہ خیال بعید از قیاس نہین ہے، مگر اس سے اگر یہ مطلب ہو کہ حضرت علیؓ بھی اس سیرت شیخین کا اتباع کرتے تو فساد قریش سے پریشان نہ ہوتے یہ خیال صحیح نہین ہے حضرت ابوبکر و عمر کے عہد مین قریش بھوکے ننگے تھے اور بتدریج غنائم و فتوحات سے متمتع ہوتے ہوتے اب وہ بڑے مالدار و دولتمند و با اقتدار ہوگئے تھے۔ اُس وقت مہاجرین و انصار کا جم غفیر زندہ تھا اور قریش فی الجملہ اُن سے دبتے تھے۔ اب ان بزرگان باوقار مین سے بہت ہی کم باقی رہ گئے تھے اور اکثر لڑائیون مین شہید ہو چکے تھے۔ اور جو باقی رہ گئے تھے وہ بنجاہ و بنجسالہ کی حد

سے تجاوز کیے ہوئے تھے۔ غرضکہ زمانہ بدل چکا تھا۔ اب قریش کو دولت و غنیمت کی چندان ضرورت باقی نہ رہی تھی بلکہ حکومت و سیادت کی ہوس تھی۔ اسکے سوا یہ بات بھی تھی کہ عہد رسول اللہ صلعم مین حضرت علیؑ نے غزوات مین ناموران قریش کو قتل کیا تھا اور پس ماندہ گمنو داران قریش اُن کے سوگوار تھے اور باانیہمہ اب بھی قریش کو حضرت علیؑ سے اس کی امید نہ تھی کہ وہ اُن کی مطلق العنانی کو قائم رہنے دین گے چنانچہ قریش نے ایک موقع پر صاف کہہ بھی دیا کہ:۔

واللہ ان علیا لمستغن برائہ وامرہ عنا ولانراہ الا ان سیکون علی قریش اشد من غیرہ	بخدا علیؑ کو کسی کی رائے کی پروا نہین اور وہ اپنے امر حکومت مین سب سے مستغنی ہین۔ اور ہم دیکھتے ہین کہ وہ قریش کے حق مین اورون سے زیادہ شدید ثابت ہون گے۔

بعض بیہودہ بکتے ہین کہ علیؑ مین قابلیت حکمرانی نہ تھی اسلیے رعایا اُن سے برسر پیکار رہی۔ حضرت ابوبکر کا سارا زمانہ خلافت رعایا سے جنگ و جدال مین گذر گیا۔ زکوٰۃ بند کردینے والون سے برابر لڑائیان رہین۔ رعایا نے برہم ہوکر حضرت عمر کو بھری مسجد مین اور حضرت عثمان کو خاص دار الخلافہ مین قتل کیا۔ حضرت علیؑ کے عہد مین ان خرابیون سے زیادہ اور کیا ہوا۔ علاوہ اسکے کیا خوب انصاف ہے کہ علیؑ کو صداقت شعاری و راستبازی پر ملامت کی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ وہ مکار و فریب کار و دغاباز کیون نہ بن گئے۔ مغیرہ بن شعبہ و معاویہ و عمرو بن العاص ایسے چلتے پرزون کو خلافت کی مشین مین لگاکر حضرت عمر نے اس کے سوا اور کیا پھل پایا کہ انھی مغیرہ بن شعبہ کے غلام کے ہاتھ سے قتل ہوئے۔ حضرت عثمان نے داد و دہش بیحساب سے سب کے گھر بھر دیے مگر بیکسی مین ایک بھی اُن کی مدد کو نہ آیا۔ ایسے ناہنجار احسان فراموش گروہ سے حضرت علیؑ کو کیا امید رفاقت ہوسکتی تھی۔ طبری وغیرہ مین مفصل مذکور ہے کہ واقعۂ قتل سے تین روز پیشتر کعب الاحبار نے حضرت عمر کو جتایا تھا کہ

تین روز کے بعد آپ نہ بچین گے۔ کون مسلمان اسکو باور کر سکتا ہے کہ کعب الاحبار ایک نو مسلم یہودی اسرار موت وحیات سے واقف تھا اور علم غیب رکھتا تھا۔ کھلی ہوئی بات ہے کہ جس سازش مین حضرت عمر قتل ہوئے اُسکی خبر کعب الاحبار کو مل گئی تھی مگر اُس نے اپنی جان کے خوف سے کھل کر نہ کہا بلکہ غیب دانی کے لہجے مین متنبہ کیا۔

جن گورنرون کا عہد حکومت اس قدر بدتر ثابت ہوا کہ تمام ممالک اسلامیہ مین برہمی پھیل گئی اور خلیفہ وقت خاص دار الخلافہ مین بکیسانہ ذبح کر ڈالے گئے اور کوئی گورنر انکی مدد نہ کر سکا۔ اُن نااہل گورنرون کو بحال رکھنا کون کہہ سکتا ہے کہ سخت مخالف اصول حکمرانی وسیاست نہ تھا۔ محقق دوانی لوامع الاشراق مین افادہ فرماتے ہین کہ "مدارات باقتضائے رائے صحیح اُن لوگون کے ساتھ جائز ہے جن کی نسبت یہ خیال ہو کہ وہ نصیحت واصلاح سے اثر پذیر ہو سکتے ہین اور یہ بھی شرط ہے کہ اُن کی شر متعدی نہ ہو مگر جن کے اصلاح پذیر ہونیکی امید نہ ہو اور جن کا اثر تعدی وجور اُن کے اقتدار کے اعتبار سے مخلوق خدا تک پہونچنے والا ہو اُن کا قلع وقمع ہی شرعاً وعقلاً واجب ہے۔ اور تصرفات تمدنی سے قطعاً اُن کو علیحدہ رکھنا لازم ہے تاکہ اُن کی مخالطت سے انتظام تمدن برہم نہ ہو۔ الملک یبقی مع الکفر ولا یبقی مع الظلم۔ شہریاران عجم کی نسل مین سے ایک ساسانی شاہزادے سے پوچھا گیا کہ تمھارے خاندان کی چار ہزار برس کی سلطنت پر کیون زوال آگیا۔ اُس نے کہا کہ نااہل لوگون کو بڑی بڑی ملکی خدمتون پر مقرر کیا گیا۔ لامحالہ سلطنت تباہ ہوئی"۔ شاہان عجم مین اردشیر مدبر اعظم مشہور ہے جس کے آئین سلطنت کا ترجمہ نہایت دلچسپی سے خلفائے بغداد وغیرہ نے بھی عربی زبان مین کرایا ہے فردوسی شاہنامہ مین اسی اردشیر کی زبان سے علل زوال سلطنت کو یون بیان کرتا ہے۔

بتخت شاہان بہ پیدید سہ کار نخستین ز بیداد گر شہریار دگر آنکہ بے مایہ را برکشد زمرد ہنرمند بر تر نہد سہ دیگر کہ با گنج خویشی کند بدینار کوشد کہ بیشی کند۔ خلاصہ یہ کہ تین چیزین زوال سلطنت کا باعث ہوتی ہین۔ بادشاہ کا خود ظلم وستم کرنا۔ نااہل لوگون کو سر چڑھانا۔ مال جمع کرنے کی ہوس مین خراج بڑھانا

اب ہم پھر سلسلۂ واقعات کو لیتے ہین۔ اسی ۳۵ھ ہجری مین قسطنطین بن ہرقل قیصر روم ایک ہزار کشتیون پر فوج لیکر سمندر مین چلا تاکہ ممالک اسلامیہ پر حملہ آور ہو مگر باد مخالف نے ان

کشتیون کو تباہ کردیا۔ قیصر طوفان سے بچ نکلا اور سقلیہ مین پہونچا وہان اُس کے بد دل ملازمون نے حمام مین اُسکو مار ڈالا۔ یہ واقعہ بھی خوش اعتقاد بزرگون کے لیئے غالباً معنی خیز ہے۔

آغاز ۳۶ھ مین حضرت علیؓ نے جدید عامل مقرر فرمائے۔ عثمان بن حُنیف کو والی بصرہ اور عمارہ بن شہاب کو والی کوفہ اور عبیداللہ بن عباس کو والی یمن اور قیس بن سعد کو والی مصر اور سہل بن حُنیف کو والی شام مقرر فرمایا۔ ان مین سے اور سب اپنی اپنی جگہ پہونچ کر متصرف ہو گئے مگر سہل بوجہ مخالفت امیر معاویہ کے شام سے اور عمارہ بوجہ رؤسائے کوفہ کے اختلاف کے عراق سے واپس آگئے اس پر حضرت علیؓ نے مستفسرانہ فرمان معاویہ اور ابو موسیٰ اشعری والی کوفہ کے نام بھیجے۔ امیر معاویہ نے سادہ کاغذ جواب مین بھیجدیا اور ابو موسیٰ اشعری نے اطاعت قبول کرلی اور اہل کوفہ سے بھی حضرت علیؓ کی بیعت اطاعت لے لی اور مفصل حالت سے کہ کون راضی ہے اور کون کارہ حضرت علیؓ کو اطلاع دی قبیصہ امیر معاویہ کا ایلچی جو سادہ کاغذ جواب مین لایا تھا اُس کو امیر معاویہ نے خوب سکھا پڑھا دیا تھا حضرت علیؓ نے جب اُس سے احوال پوچھا تو اُس نے کہا کہ امان دیجیے تو بیان کرون حضرت علیؓ نے فرمایا کہ تو قتل سے امن مین ہے اُس نے کہا کہ ساٹھ ہزار شیوخ قمیص خون آلود عثمان کے نیچے رو رہے ہین اور وہ قمیص منبر دمشق پر پڑی ہے اور آپ سے طالب خون عثمان ہین۔ پھر وہ ایلچی چونکہ حکم امن حاصل کر چکا تھا علیٰ رؤس الاشہاد لوگون کو ڈراتا ہوا اور دھمکاتا ہوا روانہ دمشق ہوگیا۔ یہ رنگ دیکھکر طلحہ و زبیر ادائے عمرہ کیلیے اجازت لیکر مکہ معظمہ کی طرف چلے گئے۔ اور حضرت علیؓ نے معاویہ پر لشکر کشی کا اہتمام شروع کردیا۔ اپنے فرزند محمد بن حنفیہ کو علمدار فوج اور عبداللہ بن عباس کو سردار میسرہ اور عمرو بن ابی سلمہ کو افسر میمنہ اور ابو لیلیٰ بن عمر برادر زادہ ابو عبیدہ بن الجراح کو افسری مقدمہ لشکر پر نامزد فرمایا۔ اور اُن لوگون مین سے جنھون نے حضرت عثمان پر خروج کیا تھا کسی کو کسی عہدے پر مامور نہ کیا۔ اور قیس بن سعد والی مصر اور عثمان بن حُنیف والی بصرہ اور ابو موسیٰ اشعری والی کوفہ کے نام فرمان جاری کیے کہ فوجین بھیجنا شروع کرین۔ بعد ازین اہل مدینہ کے مجمع مین یہ خطبہ ارشاد فرمایا۔ قال ان اللہ عزوجل بعث رسولا ھادیا مھدیا

بکتاب ناطق وامر قائم واضح لایهلک عنه الا هالک وان المبتدعات والشبهات هن المهلکات الا من حفظ اللہ وان فی سلطان اللہ عصمۃ امرکم فاعطوہ طاعتکم غیر ملویۃ ولا مستکرہ بہا واللہ لتفعلن او لینقلن اللہ عنکم سلطان الاسلام ثم لا ینقلہ الیکم ابداً حتی یارز الامر الیہا انہضوا الی ہولاء القوم الذین یریدون یفرقون جماعتکم لعل اللہ یصلح بکم ما افسد اہل الافاق و تقضون الذی علیکم۔

خلاصہ کلام یہ کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ایک رسول ہادی و مہدی کو کتاب ناطق وامر قائم واضح کے ساتھ مبعوث فرما چکا اب کوئی بدبخت ناشدنی ہی ہلاک ہوگا۔ دین مین خلاف شرع نئی نئی باتین ایجاد کرنا اور احکام شرع مین اپنے اغراض نفسانی سے شبہے ڈالنا یہی وہ چیزین ہین جو ہلاک کرنے والی ہین۔ مگر خدا جس کو اس ہلاکت مین پڑنے سے محفوظ رکھے وہی نجات پانے والا ہے۔ خوب سمجھ لو کہ تمھارے حفظ حقوق کا دار و مدار اسی پر ہے کہ تم سب بطیب خاطر اُس حکومت کے فرمان پذیر رہو جو مطابق احکام خدا قائم ہو۔ یہ بھی بتائے دیتا ہون کہ خدا کی قسم تم اس حکومت سے سرتابی کروگے تو سلطنت اسلام کو خدا تم سے منتقل کرلے گا۔ اور پھر کبھی تمھاری طرف اُسوقت تک منتقل نہ فرمائے گا جب تک کہ تم اُس کے سامنے سر تسلیم خم نہ کرو۔ اب مستعد ہوجاؤ اور ان تفرقہ اندازون کی طرف چلو جو تمھارے اسلامی تمدن کو درہم و برہم کرنا چاہتے ہین۔ شاید اُس فساد کی اصلاح مین جو شریرون نے بلاد مختلفہ مین برپا کر رکھا ہے اللہ تعالیٰ تمھاری سعی کو مشکور فرمائے۔ اور تم اپنے فرض سے ادا ہوجاؤ۔

حضرت علیؓ اسی اہتمام مین تھے کہ ام المؤمنین عائشہ و طلحہ و زبیر وغیرہ کے برخلاف ہوجانے کی بھی پوری خبرین مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ مین پہونچگئین۔ حضرت علیؓ نے یہ سب ماجرا سُنکر مجمع اہل مدینہ مین کھڑے ہوکر ارشاد فرمایا۔ کہ

ان اللہ عزوجل جعل لظالم ہذہ الامۃ العفو والمغفرۃ وجعل لمن لزم الامر واستقام الفوز والنجاۃ فمن لم یسعہ الحق اخذ بالباطل الا وان طلحۃ والزبیر وام المومنین قد تمالؤا علی سخط امارتی ودعوا الناس الی الاصلاح وسأصبر

مالم اَخَفُ علے جماعتکم واکفّ ان کفوّا واقتصرعلے ما بلغنی عنہم۔ اللہ تعالیٰ نے اس امت کے ظالم کے لیے عفو اور مغفرت کو قرار دیا ہے اور اہل طاعت واستقامت کے لیے فوز ونجات کو۔ ظاہر ہے کہ جس مین حق پر قائم رہنے کی قابلیت نہین ہے اُسی نے باطل کو اختیار کیا ہے۔ تم سب کو آگاہ ہونا چاہیے کہ طلحہ وزبیر وام المومنین میری خلافت کی مخالفت پر متفق ومجتمع ہوئے ہین اور لوگون کو اصلاح کی طرف بلایا ہے۔ مین اُسوقت تک صبر کرونگا جب تک تمھاری جماعت کی پراگندگی کا خوف نہ ہوگا اور جب تک وہ باز رہین گے مین بھی اُن سے دستکش رہونگا اور جو خبرین اُن کی اسوقت تک مجھے پہونچی ہین انھین پر ختم کردونگا۔

پھر یہ خبر پہونچی کہ طلحہ وغیرہ قصد بصرہ کر رہے ہین یہ معلوم کر کے حضرت علیؑ نے فرمایا کہ ان فعلوا ھذا فقد انقطع نظام المسلمین وما کان علیہم فی المقام فینا مؤنۃ ولا اکراہ۔ اگر اُنھون نے یہ حرکت کی تو بیشک سلسلۂ نظام اہل اسلام ٹوٹا۔ اور اگر یہ لوگ ہم مین رہین تو کبھی اُن پر جبر واکراہ نہ ہوگا۔

المختصر ان وحشت انگیز خبرون سے اہل مدینہ بھی گھبرانے لگے اور حضرت علیؑ کی رفاقت سے پہلو تہی کرنے پر آمادہ ہوگئے۔ اور عبداللہ بن عمر بھی چھپ کر مکہ معظمہ کی طرف بھاگ گئے۔ حضرت علیؑ نے یہ رنگ دیکھکر مدینہ منورہ کے روشناس لوگون کو جمع کیا اور فرمایا کہ۔ ان آخر ھذا الامر لا یصلح الا بما صلح اولہ فقد رأیتم عواقب قضاء اللہ عزوجل علے من مضی منکم فانصروا اللہ ینصرکم ویصلح لکم امرکم۔ اس امر کے آخر کی درستی بھی وہی طرز عمل کرے گا جس سے اول امر کی درستی ہوئی تھی۔ اُس حسن انجام کو جو قضا و قدر الٰہی سے تمھارے اسلاف کو نصیب ہوا تم مشاہدہ کر چکے ہو پس اُسی طرح اب تم بھی خدا کے دین کی مدد کرو خدا تمھاری مدد کرے گا اور تمھارا کام سنوارے گا۔

ہثیم بن تیہان بدری وخزیمہ بن ثابت (ہمنام خزیمہ بن ثابت ذوالشہادتین) سب سے اول حضرت علیؑ کی رفاقت کے لیے مستعد ہوگئے۔ زیاد بن حنظلہ نے عرض کیا کوئی بیٹھ رہے مگر مین آپ کے ساتھ رہونگا اور ابوقتادہ نے کہا کہ اے امیرالمومنین

رسول اللہ صلعم نے یہ تلوار میرے گلے مین حمائل کی تھی اور پھر مین نے اُس کو میان مین کر لیا تھا اور مدتون میان مین رہ چکی۔ اب اس کے کھینچنے کا وقت آگیا۔ ان ظالمون پر کھینچے گی جو امت کو فریب دینے مین کمی نہین کر رہے ہین اگر آپ چاہین مجھے سب سے آگے کیجیے۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ نے کہا کہ امیر المومنین اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ مین عورت ہو کر جہاد کرون تو خدا کی گنا ہگار ہونگی اور یہ خیال نہ ہوتا کہ آپ بھی اسکو قبول نہ کرین گے تو مین جہاد مین آپ کے ساتھ چلتی مگر یہ میرا بیٹا عمر جو مجکو اپنی جان سے زیادہ عزیز ہے آپ کے ساتھ جائے گا۔ اور ہر جنگ مین آپ کی خدمت بجا لائے گا۔

خروج ام المومنین عائشہ

جب حضرت عثمان محصور تھے حضرت عائشہ اُن کو اُسی حالت مین چھوڑ کر مکہ معظمہ مین چلی آئین اور جو یائے اخبار دار الخلافۃ رہین۔ چنانچہ ایک روز اخضر نامی ایک عرب نے (شاید بطریق ظرافت) حضرت عائشہ کو یہ خبر دی کہ حضرت عثمان نے تمام مصریون کو (جو اہل شورش مین سب سے آگے تھے) مار ڈالا۔ یہ سُنکر ام المومنین نے فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اَیَقتل قوماً جاؤا یطلبون الحق وینکرون الظلم واللہ لا نرضی بھذا۔ انا للہ۔ عثمان نے اُن لوگون کو قتل کیا جو حق طلبی کو آئے تھے اور ظلم کو ناپسند کرتے تھے ہم اس فعل سے راضی نہونگے۔

بعد ازین جب حضرت عائشہ نے مکہ سے مدینہ کی طرف مراجعت فرمائی تو منزل سرف مین اُن کو عبد بن ام کلاب سے معلوم ہوا کہ عثمان قتل ہو گئے اور علی خلیفہ ہوئے۔ یہ سُنکر عبد سے آپ نے فرمایا۔ واللہ لیت ان ھذہ انطبقت علی ھذہ ان تمّ الامر لصاحبك۔ اگر تیرے صاحب کی خلافت وحکومت قائم رہ جائے تو بخدا میری آرزو ہے کہ آسمان زمین پر پھٹ پڑے۔ اور وہین سے مکہ کی طرف لوٹ پڑین اور یہ بین کرتی ہوئی چلین۔ قُتِلَ واللہ عثمان مظلوما واللہ لاطلبن بِدَمِہٖ۔ عثمان مظلوم قتل ہوئے بخدا مین ضرور اُن کا انتقام لون گی۔

عبد نے کہا کہ سب سے پہلے آپ ہی نے عثمان کے عیب نکالے تھے۔ اور آپ ہی فرمایا کرتی تھیں اُقتلوا نعثلا فقد کفر۔ اس لمبی ڈاڑھی والے کو قتل کر ڈالو یہ کافر ہو گیا ہے۔ اسلیئے میرے نزدیک تو آپ ہی اُن کی قاتل ہین۔ حضرت عائشہ نے فرمایا سنتی ہون عثمان سے توبہ بھی کرائی اور مار بھی ڈالا یہ کیون کیا۔ پہلے مین نے جو کچھ کہا تھا اُس سے میرا یہ قول آخر بہتر ہے۔ پھر ام المومنین نے مکہ مین پہونچکر کہنا شروع کیا کہ عثمان مظلوم قتل ہوئے۔ اُن کا انتقام لو اور اسلام کو عزت دو سب سے اول عبد اللہ بن عامر نے جو حضرت عثمان کی طرف سے والی مکہ تھا۔ ام المومنین سے عہد رفاقت کیا۔ پھر حجاز مین تمام بنی امیہ نے سر اُٹھایا اور سعید بن العاص اور ولید بن عقبہ وغیرہ اُن سے موافق ہو گئے۔ اور طلحہ و زبیر نے بھی اُن سے ساز کر لیا۔ عمال حضرت عثمان مین سے یعلی بن امیہ والی یمن نے جو چھ سو اونٹ اور چھ لاکھ خزانہ سرکاری لیکر بھاگ آیا تھا۔ یہ سب مال و ساز و سامان آراستگی لشکر کے لیے ام المومنین کی حضور مین پیش کر دیا۔ اور ابن عامر نے بھی اسی طرح مالی امداد کی۔ مشورہ ہوا کہ ملک شام کی طرف چلنا چاہیے مگر ابن عامر نے کہا کہ وہان کے لیے معاویہ کافی ہے قصد بصرہ کرو۔ وہان میرا اثر ہے اور وہان کے لوگ طلحہ کے ہواخواہ بھی ہین۔ اس پر طلحہ و زبیر نے کہا کہ بدبخت کاش پہلے ہی سے تو بصرہ کو زیر تصرف رکھتا اور جس طرح معاویہ کی وجہ سے ہم شام کی طرف سے مطمئن ہین بصرہ کی طرف سے بھی مطمئن ہوتے۔ اور پھر ایک کوفہ ہو متصرف ہونا باقی رہ جاتا۔ اور ہم اُدھر ہی بڑھتے۔ المختصر بصرہ ہی کی طرف چلنے کی رائے قائم ہوئی۔ اور بذریعہ منادی اعلان کر دیا گیا کہ ام المومنین و طلحہ و زبیر بصرہ کی طرف چل رہے ہین جو لوگ طالب خون عثمان ہون اور حرام کو حلال سمجھنے والون سے جنگ کرنا چاہتے ہون اور جن کو پاس اعزاز اسلام ہو وہ آئین اور ساتھ ہون جس کے پاس مرکب و سامان سفر نہو گا دیا جائے گا۔ چنانچہ لوگ جمع ہو گئے اور چھ سو اونٹ یعلی کے پیش کیے ہوئے تقسیم ہو گئے اور باقی اپنے

اپنے مرکبون پر سوار ہوئے۔ دو ہزار فوج لیکر ام المومنین مکہ معظمہ سے نکلین۔ مکہ مین ایسا کہرام بپا ہوا کہ اس دن کا نام یوم النحیب رکھا گیا۔ دیگر امہات المومنین نے منزل ذات عرق تک مشایعت کی۔ ام المومنین حفصہ بنت حضرت عمر فاروق نے بھی حضرت عائشہ کے ساتھ چلنے کا قصد کیا مگر اُن کے بھائی عبداللہ بن عمر نے اُن کو روک لیا اور باوجود اصرار طلحہ و زبیر خود بھی ساتھ نہوئے۔

ام الفضل بنت الحارث نے فوراً ایک قاصد کے ذریعہ سے جس کا نام ظفر تھا یہ سب خبرین امیر المومنین کو لکھ بھیجین۔ زبیر نے اپنے اُن سب بیٹون کو جو اسمار بنت ابی بکر صدیق کے بطن سے تھے ساتھ چلنے کا حکم دیا تھا۔ اور دوسری بیویون کے بطن سے جو بیٹے تھے اُن مین سے بعض کو مکہ مین چھوڑ دینا چاہا۔ اس پر اُن کے بڑے بیٹے عبداللہ ناخوش ہوئے اور کہا کہ آپ ہماری مان اسمار ہی کو اولاد کے غم مین رُلانا چاہتے ہین۔ اگر سب کو ساتھ لیچلیئے تو ہمارے بھائی بھی چلین گے۔ یہ سنکر خود زبیر رو دیئے اور اسمار کے دونون بیٹون عروہ اور منذر کو چھوڑ دیا۔

سعید بن العاص بمقام ذات عرق مروان بن الحکم اور اُس کے ساتھیون سے آکر ملا اور کہا کہ تم کہان جارہے ہو جن سے انتقام خون عثمان لینا چاہتے ہو وہ تو تمھارے ساتھ اونٹون پر سوار ہین۔ اُن کو قتل کرکے اپنے اپنے گھرون کو پھر چلو۔ اور آگے بڑھکر اپنی جانون کو ہلاکت مین نہ ڈالو۔ مروان نے نہ مانا۔ بعد ازین سعید طلحہ و زبیر سے خلوت مین ملا اور کہا کہ سچ سچ بتاؤ کہ اگر تم فتحیاب ہوئے تو کس کو خلیفہ بناؤ گے۔ دونون نے کہا کہ ہم دونون مین سے جس کو لوگ منتخب کرین گے وہ خلیفہ ہوگا سعید نے کہا کہ یہ نہین بلکہ تمھین چاہیئے کہ فرزند عثمان کو خلیفہ بناؤ۔ طلحہ نے کہا کہ بوڑھے مہاجرین کو چھوڑ کر اُن کے بچون کو خلیفہ بنائین یہ نہ ہوگا۔ یہ سُنکر سعید نے کہا کہ پھر مین بھی اسمین کوشش کرنے والا نہین ہون کہ بنی عبد مناف سے خلافت نکل جائے اور وہین سے سعید لوٹ پڑا اور عبداللہ بن خالد بن اسید بھی لوٹا۔ مغیرہ بن شعبہ کو جب یہ حال معلوم ہوا تو کہا کہ رائے وہی ہے جو سعید کی ہے چنانچہ مغیرہ خود بھی لوٹے

اور قبلیۂ ثقیف والون سے کہا کہ تم بھی لوٹ جاؤ۔ طلحہ وزبیر وغیرہ ابان اور ولید فرزندان حضرت عثمان کو ساتھ لیے ہوئے آگے بڑھے۔

بمقام بئر میمون مروان بن الحکم طلحہ وزبیر کے پاس آیا اور کہا کہ تم مین سے کس کس کو امیر کہکر سلام کرون اور کس کو نماز پڑھانے کو بلاؤن۔ عبد اللہ بن زبیر نے کہا کہ میرے والد کو اور محمد بن طلحہ نے کہا کہ میرے والد کو۔ ام المومنین نے مروان سے کہا کہ تجھے کیا ہوا ہے کیا ہم مین تفرقہ ڈالنا چاہتا ہے۔ جا میرا بھانجا عبد اللہ بن زبیر نماز پڑھائے گا۔

جب ام المومنین مع لشکر بمقام حَوأب پہونچین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشین گوئی پیش آئی اور پشیمان ہوکر لوٹنا چاہا مگر (افسوس) ساتھ والون علی الخصوص عبد اللہ بن زبیر نے نہ لوٹنے دیا۔

المختصر تعاقب کے خوف سے ام المومنین جلد جلد منزلین طے کر کے حوالی بصرہ مین پہونچین۔ عثمان بن حنیف والی بصرہ نے عمران بن حصین اور ابوالاسود الدؤلی کو بھیجا کہ پوچھو کیا قصد ہے۔ ام المومنین نے فرمایا کہ اصلاح وانتقام۔ علیٰ ہذا طلحہ وزبیر نے کہا کہ ہمنے مجبور ہوکر بیعت کی تھی اب ہم طلب انتقام مین نکلے ہین۔ اس کے بعد عثمان نے تفحص کیا تو پتہ لگا کہ اہل بصرہ مین سے ایک گروہ طرفدار ام المومنین ہے اور انھین لوگون کی مدد سے ام المومنین داخل بصرہ ہوگئین۔ داخلہ کے وقت تعداسہ بن جاریہ السعدی نے ام المومنین سے کہا کہ بخدا خلیفہ عثمان کے قتل ہونے سے یہ ہتک بہتر زیادہ دردانگیز ہے کہ تم اس ملعون اونٹ پر چڑھکر نشانۂ سلاح بننے کو گھر سے نکلے ہو تمنے خود اپنی خداداد حرمت کو برباد کردیا اور خود اپنی یہ پردہ دری کی۔ اگر اپنی خوشی سے آئی ہو تو لوٹ جاؤ۔ اور اگر زبردستی تمکو یہ لوگ لائے ہین تو مسلمانون سے مدد لیکر لوٹ جاؤ۔ اسی کے ساتھ قبیلہ بنی سعد کے ایک جوان نے طلحہ وزبیر سے کہا کہ مقام شرم ہے اپنی جورؤن کو تو اپنے گھرون مین محفوظ بٹھا آئے ہو اور اپنی مان کو لیکر لڑنے آئے ہو۔ بڑے ناانصاف لوگ ہو۔

قبیلہ جُہینہ مین سے ایک نوعمر نے محمد بن طلحہ سے پوچھا کہ بتائیے تو سہی کس کس نے حضرت عثمان کو قتل کیا۔ محمد بن طلحہ ایک مرد عابد تھے کہنے لگے خون عثمان تین حصوں مین منقسم ہے۔ ایک ثلث اس صاحب ہودج یعنی عائشہ کی گردن پر ہے اور ایک ثلث اس سوار شتر سرخ یعنی طلحہ پر اور ایک ثلث علیؑ بن ابی طالب پر۔ یہ سنکر پوچھنے والا ہنسا اور کہنے لگا مجھے تم مبتلائے ضلالت نہ دیکھوگے۔ اور اس کے متعلق پھر اُس نے پانچ شعر کہے۔ چار شعر مین اس تقریر ابن طلحہ کو نظم کرکے پانچوین شعر مین کہا کہ عائشہ و طلحہ کے متعلق سچ کہا مگر علیؑ کے متعلق جھوٹ کہا! الحاصل لشکر ام المومنین داخل بصرہ ہوا اور کشت وخون کے بعد بیت المال اور دارالامارہ پر قبضہ کرلیا اور عثمان بن حنیف والی بصرہ کو اُن کی ڈاڑھی مونچھین بھوین پلکین نوچ کر نکالدیا۔ زبیر نے چاہا کہ بیت المال مین سے لوگون کو دین مگر عبداللہ اُن کے بیٹے نے روک دیا اور کہا کہ لوگ لے لے کر بھاگ جائین گے۔ چنانچہ کل بیت المال حضرت عائشہ کے بھائی عبدالرحمان بن ابی بکر کے سپرد کردیا گیا۔ اہل شام ومدینہ وکوفہ ویمامہ کو فتحنامے بھیجے گئے۔ کہ بصرہ کو ہمنے فتح کرلیا۔ اور قاتلان عثمان سب قتل کرڈالے گئے صرف ایک حرقوص باقی ہے وہ بھی عنقریب ماخوذ ہونے والا ہے۔ تمکو خدا کی قسم ہے کہ تم بھی اپنی اپنی جگہ ایسا ہی کرو جیسا کہ ہمنے یہان کیا۔ اور اس تحریک وتحریص مین بہت طولانی وموثر جملے لکھے گئے۔

فتحنامون کے سوا اور بااثر شیوخ کو بھی مغویانہ خطوط لکھے گئے۔ ازانجملہ زید بن صوحان کو جو خط بھیجا گیا اُس کا مضمون یہ ہے۔ من عائشۃ ابنۃ ابی بکر حبیبۃ رسول اللہ صلعم الی ابنہا الخالص زید بن صوحان اما بعد فاذا اتاک کتابی ھذا فاقدم فانصرنا علی امرنا ھذا فان لم تفعل فخذل الناس عن علی۔ دختر ابوبکر محبوبہ رسول اللہ صلعم کی طرف سے فرزند خالص زید بن صوحان کے نام۔ جس وقت یہ میرا نامہ تمکو ملے میری مدد کو پہونچو اور اگر یہ نہ ہوسکے تو یہی کرو کہ لوگون کو علی کا ساتھ دینے سے باز رکھو۔

جب فتح بصرہ سے اطمینان ہوا تو ایک روز زبیر نے لوگون سے کہا کہ ایکہزار شہسوار میرا ساتھ دین تو بصرہ سے دھاوا مار کر یا تو علیؓ پر شبخون مارون یا صبح ہوتے ہوتے اُن پر جا کر ٹوٹ پڑون اور شاید یہان پہونچنے کے قبل ہی راہ مین اُن کو قتل کر سکون مگر کوئی ساتھ دینے پر راضی نہ ہوا۔

بعد فتح بصرہ طلحہ و زبیر نے جو خطبے پڑھے اُن مین بیان کیا کہ ہر گناہ کے لیئے توبہ ہے چنانچہ ہم عثمان سے توبہ کرانا چاہتے تھے مگر سفیہون نے حلیمون پر غالب آکر عثمان کو قتل کر ڈالا۔ یہ سنکر لوگون نے طلحہ سے کہا کہ تمھارے جو خطوط ہمارے پاس آتے تھے اُن کے مضامین اس تقریر کے خلاف تھے۔ طلحہ نے تو اس کا کچھ جواب نہ دیا مگر زبیر نے کہا کہ مین نے عثمان کے باب مین تمھین کچھ لکھا ہو تو بتاؤ۔ پھر زبیر نے واقعہ قتل عثمان بیان کرنا اور علیؓ پر عیب لگانا شروع کیا۔ سنتے سنتے قبیلہ عبد القیس مین سے ایک شخص اُٹھ کھڑا ہوا اور بیساختہ زبیر سے کہا کہ اے شخص ذرا چپ رہ کہ مین کچھ کہہ لون۔ عبد اللہ بن زبیر گرم ہوئے کہ تجکو کلام کرنے سے کیا واسطہ۔ مگر وہ نہ مانا اور کہنا شروع کیا کہ اے گروہ مہاجرین تم پہلے ایمان لائے اس وجہ سے صاحب فضیلت قرار پائے۔ پھر تمھاری طرح اور لوگ مسلمان ہوئے۔ بعد وفات رسولخداؐ تمنے بغیر ہمارے مشورے کے اپنے لوگون مین سے ایک کو خلیفہ بنا لیا پھر اسی طرح اُس خلیفہ نے مرتے وقت ایک ولیعہد بنا لیا اور پھر اُس امیر نے مرتے دم خلافت کو چھ شخصون مین منحصر کر دیا۔ جن مین سے تمنے عثمان کو خلیفہ قرار دیا اور ہم تمھارے ہر انتخاب کو مانتے چلے آئے۔ پھر تمھین نے عثمان کے افعال سے ناخوش ہو کر اُن کو قتل کیا اور علیؓ کو خلیفہ مانا اب علیؓ سے کیون تم بلا وجہ منحرف ہو گئے۔ اگر علیؓ نے کوئی مسلمانون کا حق کھا لیا ہو یا خلاف حق کوئی کام کیا ہو تو بتاؤ ہم تمھارے ساتھ ہو کر اُن سے لڑین ورنہ تم لوگون نے کیون ناحق یہ شورش برپا کر رکھی ہے۔ یہ سنکر ہوا خواہان طلحہ و زبیر اُس شخص کے قتل کرنے پر دوڑ پڑے مگر اُس وقت اُس کے قبیلے والون نے اُس کو بچا لیا۔ آخر دوسرے روز اُس پر چھاپہ مارا اور

اُس کو مع اور ستر آدمیون کے جو اُس کے رفیق تھے مار ڈالا۔

مدینہ منوّرہ سے حضرت علیؑ کی روانگی

خروج ام المومنین کی اطلاع پاکر امیرالمومنین نے تمام بن عباس کو امیر مدینہ اور قثم بن عباس کو امیر مکہ مقرر فرمایا اور خود اُسی انتظام لشکر کے ساتھ جو شام پر فوج کشی کے لیے قائم کیا تھا آخر ماہ ربیع الآخر ۳۶ھ مین عازم بصرہ ہوئے۔ سپاہ کا شمار صرف سات سو تھا جس مین اہل کوفہ وبصرہ بھی تھے۔ امیرالمومنین چاہتے تھے کہ راہ ہی مین مخالفون کو روک لین مگر جب آپ ربذہ مین پہونچے تو معلوم ہوا کہ وہ لوگ گذر چکے۔ امیرالمومنین بغرض مشورہ وتدبیر وہین ٹھہر گئے اور چند روز قیام پذیر رہے ایک روز جب نماز صبح سے فارغ ہوکر لوگون کی طرف متوجہ ہوئے تو امام حسن علیہ السلام سامنے آکر بیٹھ گئے اور عرض کیا کہ مین نے جو رائے دی تھی آپ نے اُس پر عمل نفرمایا اب یہ منظر پیش نظر ہے کہ کل آپ ایسے سخت مصیبتناک مقام مین قتل ہونگے جہان کوئی آپ کا ناصر و مددگار نہ ہوگا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا تم ہمیشہ اسی طرح رقیق القلب بنے رہتے ہو آخر وہ تمھاری کون سی رائے تھی جس پر مین کاربند نہ ہوا۔ عرض کیا کہ جب عثمان گھر گئے تھے مین نے آپ سے عرض کیا تھا کہ مدینہ سے نکل جائیے تاکہ اُن کے قتل کے وقت آپ مدینہ مین نہ ہون۔ پھر جس دن وہ قتل ہوئے مین نے عرض کیا کہ اُس وقت تک بیعت نہ قبول کیجیے جب تک تمام ممالک اسلامیہ کے اور عرب کے وفود اظہار اطاعت کے لیے آپ کے پاس نہ آجائین۔ پھر جب ان دونون (طلحہ وزبیر) نے وہ کیا جو کیا تو مین نے آپ سے عرض کیا کہ اپنے گھر مین بیٹھ رہیے۔ یہان تک کہ فتنہ وفساد رفع ہوجائے۔ اور جو خرابی پڑے وہ اورون کے ہاتھ سے پڑے۔ آپ نے ان مین سے ایک بھی میری بات نہ مانی۔

حضرت علیؑ نے فرمایا کہ اپنی تینون باتون کا جواب سنو۔ اوّل یہ کہ اگر مین اُس وقت جب عثمان محصور تھے مدینہ سے نکلتا تو مین بھی گھر جاتا۔ دوم یہ کہ قاعدہ

مقررہ چلا آتا ہے کہ اہل مدینہ ہی انتخاب خلیفہ کرتے ہین دیگر ممالک اسلامیہ کے لوگون کو اس مین دخل نہین ہوتا ہے۔ مین نے گوارا نہ کیا کہ مین اس قاعدہ مقررہ کو توڑ دون۔ اور اہل مدینہ کی یہ خصوصیت ضائع ہو جائے۔

سوم یہ کہ طلحہ و زبیر کے خروج پر اگر مین اپنے گھر مین بیٹھ رہتا تو اس کے یہ معنی ہوتے کہ مین نے حفاظت، اہل اسلام مین کمزوری اور سستی کی۔ اگرچہ یہ حالت ہے کہ جس روز سے مین خلیفہ ہوا ہون برابر دبایا جا رہا ہون اور مجکو نقصان پر نقصان پہونچائے جا رہے ہین۔ اور جن کامون کو مجھے کرنا چاہیے اُن مین سے کسی کام تک دسترس میسر نہین ہوتا لیکن پھر بھی کیونکر ہو سکتا ہے کہ مین گھر مین بیٹھ رہون اور جو بحیثیت خلیفہ ہونے کے میرے فرائض ہین اُن کو ادا نہ کرون۔ اگر مین ہی اپنے فرائض کو نظر انداز کر دون تو کون اُن فرائض کو ادا کرے اور کون مصالح امت پر نظر کرے"

ایک روز ایک جماعت، قبیلہ طی کی حاضر خدمت ہوئی اور عرض کیا گیا کہ ان مین سے کچھ لوگ آپ کی ہمراہی کے لئے آئے ہین اور کچھ محض آپ کو سلام کرنے کے لیئے۔ امیرالمومنین نے فرمایا خدائے تعالیٰ ان دونون فریق کو جزائے خیر دے پھر یہ آیہ پڑھا۔ وفضل اللہ المجاھدین علے القاعدین اجراً عظیما۔ پھر قبیلۂ طی کے حسن کردار کی تعریف فرمائی۔ سعید بن عبید طائی نے عرض کیا کہ مین اپنے جذبات دل کے پورے اظہار سے قاصر ہون مگر یہ کہتا ہون کہ ظاہر و باطن مین آپ کا خیر خواہ رہونگا۔ اور ہر جنگ مین آپ کے دشمن سے لڑونگا۔ اور میرا اعتقاد ہے کہ باعتبار فضل و شرف قرابت رسول اللہ صلی اللہ وآلہ جو آپ کو حق حاصل ہے وہ آپ کے زمانہ مین اور کسی کو حاصل نہین ہے۔ امیرالمومنین نے فرمایا خدا تم پر رحم فرمائے۔ تمھاری زبان نے تمھارے مافی الضمیر کو ادا کر دیا۔ اسی زمانۂ قیام ربذہ مین امیرالمومنین نے محمد بن ابی بکر صدیق اور محمد بن جعفر کے ہاتھ یہ نامہ اہل کوفہ کو روانہ کیا۔

انی اخترتکم علے الامصار وفزعت الیکم لما حدث فکونوا لدین اللہ اعواناً	مین نے مسلمانون کے تمام شہرون مین سے تمھین کو انتخاب و اختیار کیا ہے اور تم سے اس شورش کے فرو کرنے مین

واانصاراً او ایدّونا وانعضوا الینا فالاصلاح مانرید لتعود الامۃ اخواناً ومن احبّ ذلک وآثرہ فقد احبّ الحق وآثرہ ومن ابغض ذلک فقد ابغض الحق وغمصہ۔

طالب نصرت ہون۔ تمکو چاہیئے کہ دین خدا کے اعوان وانصار بنو اور ہمین مدد دو اور ہم سے آکر ملو۔ جو اصلاح ہمارا مقصود ہے یہ ہے کہ پھر اہل اسلام باہمدگر باتفاق بھائی بھائی ہوکر رہین جس نے اس مقصد و اصلاح کو دوست رکھا اور اختیار کیا بیشک اُس نے حق کو دوست رکھا اور حق کو اختیار کیا اور جو اس اصلاح کا دشمن ہو وہ بیشک حق کا دشمن ہے اور حق کو ہیچ و حقیر سمجھتا ہے

تبصرہ

عراق مین کوفہ فوجی قوتون کو مجتمع کرنے کے لیے مناسب مقام تھا۔ امیر المومنینؑ جانتے تھے کہ اہل شام جنگ پر آمادہ ہین اور اگر عراق کو خالی رکھا گیا تو وہ حدود شام سے تجاوز کر کے عراق کو معرکۂ جنگ بنائین گے۔ اور جب عراق مین جنگ قائم ہوئی تو اہواز سے لیکر ایران تک سلسلہ بسلسلہ تزلزل کا اثر پہونچے گا۔ اور فوج اور رسد جمع کرنے مین سخت دشواریان پیش آئین گی۔

یہ بھی معلوم تھا کہ اکثر رؤسائے عراق بنی امیہ کی جابرانہ حکومت سے نافر ہین۔

قبائل طے و بکر و ربیعہ جو سواد عراق مین با اثر تھے اُن کی نسبت بھی یہ خیال تھا کہ وہ جاہلانہ حمیت کی تحریک سے مثل قریش کے بنی امیہ کی حمایت نہ کرینگے۔

کچھ ایرانی بھی بطیب خاطر مسلمان ہوکر عراق مین آباد ہوچکے تھے اور اُن لوگون کو خاندان رسالت سے ارادت تھی اور اس ارادت کو اس خیال نے اور قوی کردیا تھا کہ یزدجرد شہریار ایران کی بیٹی شاہ زنان ملقب بہ شہربانو امیر المومنینؑ کی بہو یعنی امام حسینؑ کی زوجہ تھین۔ جس طرح رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت سے خاص قریش بھی مصاہرت بنی ہاشم کو اپنے لیے ذریعہ شرف و عزت جانتے تھے اسی طرح ایرانی مسلمانون کو بھی یہ رشتۂ قرابت بہت عزیز تھا۔

سلمان فارسی جو طبقۂ صحابہ مین مشہور و معروف بزرگ

ہین حسن اتفاق سے پرجوش محبان اہل بیت مین سے تھے۔ حضرت عمر کے عہد مین وہ حجاز سے عراق مین چلے آئے تھے اور اکثر فتوحات مین رہنمائے لشکر اسلام رہے۔ بعد ازین یہین رہ گئے۔ اور مدائن دارالسلطنتہ نوشیروان مین وفات پائی اور قریب طاق کسریٰ مدفون ہوئے۔ بہت ہی قرین قیاس ہے کہ سلمان نے اپنے ہموطن ایرانی مسلمانون کو محبت اہل بیت کا سبق دیا اور اپنا ہم خیال بنایا۔ کیونکہ واقعات مابعد اس کے شاہد ہین کہ ایرانیون کو آل محمدؐ کے ساتھ خلوص تھا۔ اور جب امیرالمومنینؑ عراق مین تشریف فرما ہوئے تو یہ لوگ آپ کے گرد جمع رہتے تھے اور یہ اُن کا تقرب اگرچہ بعض خودپسند شیوخ عرب کو ناگوار بھی ہوتا تھا مگر امیرالمومنینؑ ایرانیون کی دلجوئی بدستور قائم رکھتے تھے[لف]

یہ واقعہ بھی نتیجہ خیز ہے کہ تقریباً بیس ہزار ایرانی مسلمان جو کوفہ مین رہتے تھے اُن مین سے اکثر انتقام خون امام حسینؑ لینے کے لئے مختار ثقفی کے ساتھ تھے یہ لوگ اپنی سرخروئی کے اعتبار سے عرب مین حمرآ کے لقب سے مشہور تھے[۵۲]

المختصر امیرالمومنینؑ نے عراق و اہل عراق کو جو انتخاب کیا وہ مدبرانہ انتخاب تھا۔ ہم نے صلاح النشائتین مین کوفہ کا مفصل ذکر کیا ہے جو قابل ملاحظہ ہے۔

جب امیرالمومنینؑ نے ربذہ سے آگے بڑھنے کا قصد کیا تو رفاعہ بن رافع کے ایک بیٹے نے پوچھا کہ آپ کیا ارادہ رکھتے ہین اور ہمین کہان لیے جاتے ہین آپ نے فرمایا ارادہ و نیت اصلاح ہے بشرطیکہ وہ لوگ اصلاح پذیر ہون اور ہماری بات مانین۔ اُس نے کہا کہ اگر ہماری بات اُنھون نے نہ مانی۔ آپ نے فرمایا

لف الف کلمۃ علی بن ابی طالب مطبوعہ مصر۔

۵۲ الاخبار الطوال۔

کہ ہم اُن کو مہلت دین گے اور کسی کو اُس کے حق سے محروم نہ رکھین گے ۔ اور صبر
کرتے رہین گے۔ اُس نے کہا کہ اگر وہ اس پر بھی راضی نہ ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ
اُس وقت تک کہ وہ ہم سے دستکش رہین گے ہم اُن سے دستکش رہین گے۔ اُس نے
کہا کہ اگر وہ ہم سے دستکش نہ رہے آپ نے فرمایا کہ پھر اُن سے ہم اپنی حفاظت کرینگے
یہ سنکر ابن رفاعہ نے کہا ہان اب ٹھیک ہے۔ پھر حجاج بن غزیہ انصاری کھڑے ہوئے
اور عرض کیا کہ امیرالمومنین جس طرح حسن ارشاد سے آپ نے ہمین خوش کیا۔
اُسی طرح ہم اپنے حسن کردار سے آپ کو خوش کرین گے۔ اور جیسا کہ خدا نے ہمارا نام
انصار رکھا ہے ہم دین خدا کی نصرت ضرور کرین گے۔ المختصر امیرالمومنین علیہ السلام
نے ربذہ سے کوچ کیا۔ مقدمہ لشکر پر بدستور ابو لیلی اور میمنہ پر عبداللہ بن عباس
اور میسرہ پر عمر بن ابی سلمہ مقرر تھے اور علم لشکر محمد بن حنفیہ کے ہاتھ مین تھا اور کل
لشکر کا شمار سات سو ساٹھ تھا۔ امیرالمومنین سُرخ ناقے پر سوار تھے اور ایک کمیت
فرس کوتل ساتھ تھا اور اُن کے آگے آگے اُن کا رجز خوان یہ اشعار پڑھتا ہوا
چلا جا رہا تھا۔

سیروا ابابیل وحثوا السیرا ÷ اذ عزم السیر وقولوا خیرا ÷ حتیٰ یلاقوا وتلاقوا خیرا ÷
تغزوا بها طلحة والزبیرا ÷

جب عزم سیر ہو گیا تو پھیل کر خوب تیزی سے چلو اور جو بات کہو نیک کہو۔ یہان تک
کہ وہ تم سے ملین اور تم نیکی سے ملاقی ہو اور بحسن نیت طلحہ و زبیر سے غزا کرو۔

مقام فید مین ایک نوعمر لڑکا قبیلۂ بنی سعد بن ثعلبہ کا ملا اور اُس نے کاہنون
کے لہجہ مین خونریزی وقوع مین آنے کی پیشین گوئی کی۔ امیرالمومنین نے پوچھا تیرا
کیا نام ہے اُس نے کہا مُرہ آپ نے فرمایا أمَرّ اللہ عیشک۔ تیری زندگی کو خدا تلخ
کرے تو کاہن بنتا ہے۔ اسی مقام فید مین قبائل اسد وطی کے لوگ حاضر آئے
اور عرض کیا کہ ہم بجا آوری خدمات کو حاضر ہین۔ امیرالمومنین نے فرمایا کہ تم لوگ
اپنی اپنی جگہ ٹھہرے رہو یہی ہمارے ساتھ والے کافی ہین۔ جب امیرالمومنین

منزل ثعلبیہ پر پہونچے تو خبر ملی کہ عثمان بن حُنیف ڈاڑھی نچوا کر نکالدیے گئے اور محافظان دار الامارہ و بیت المال قتل کرڈالے گئے۔ امیر المومنین نے ہمراہیون کو جمع کیا اور ان واقعات کو بیان فرمایا اور اُسی مجمع مین دعا کی کہ۔ اللّٰھُم عافنی مما ابتلیت بہ طلحۃ والزبیر من قتل المسلمین وسلمنا منہم اجمعین۔ خدایا اس قتل اہل اسلام سے جسمین طلحہ و زبیر مبتلا ہوئے مجھے محفوظ رکھ اور اُن قاتلون کے ہاتھ سے ہم سب کو بچالے۔ پھر جب آپ مقام ذی قار مین پہونچے تو عثمان بن حُنیف اُسی حال زار سے کہ تمام ڈاڑھی مونچھین نچی ہوئی تھین امیر المومنین علیہ السّلام سے آکر ملاقی ہوئے۔ اس موقع پر امیر المومنین کا ضبط و تحمل قابل تامل و غور ہے کہ آپ نے عثمان کو اس حالت مین دیکھکر اپنے اصحاب سے بس یہ جملہ ارشاد فرمایا انطلق ھذا من عندنا وھو شیخ فرجع الینا وھو شاب۔ یہ جب ہمارے پاس سے گئے تھے بوڑھے تھے۔ اور جب ہمارے پاس لوٹ کر آئے ہین تو جوان ہین۔ اور عثمان سے فرمایا۔ اصبت اجراً وخیراً تم خدا کے نزدیک مستحق اجر و خیر قرار پائے۔ امیر المومنین ذی قار مین ٹھہر گئے اور محمد بن ابی بکر و محمد بن جعفر کا انتظار فرمایا۔ پھر یہ خبر پہونچی کہ قبیلہ ربیعہ پر تشدد ہوا مگر وہ ثابت قدم رہے اور خاندان عبد القیس بصرہ سے نکل کر راہ مین آٹھہرا امیر المومنین نے فرمایا کہ کل قبیلۂ ربیعہ نیک ہے اور اُن مین عبد القیس نیک تر ہین اور قبیلۂ ربیعہ کی اطاعت کی مدح کی۔ اور اُن پر جو تشدد کیا گیا تھا اُس پر افسوس کیا۔

قبیلہ بکر بن وائل نے حاضر ہو کر مثل قبائل اسد و طی اپنے خدمات کو پیش کیا۔ امیر المومنین نے اُن سے بھی یہی فرمایا کہ تم اپنے اپنے مقام پر ٹھہرو جو ہمارے ساتھ ہین وہ کافی ہین۔

واقعاتِ کوفہ

محمد بن ابی بکر صدیق و محمد بن جعفر نے مجمع اہل کوفہ مین ابو موسی اشعری والی کوفہ کو نامۂ امیر المومنین دیا اور پڑھکر سنایا گیا مگر اُس وقت کسی نے کچھ جواب نہ دیا۔

پھر وہان کے سر برآوردہ اشخاص ابوموسیٰ کے پاس آئے اور پوچھا کہ کیا رائے ہے۔ اُنھون نے کہا کہ آخرت چاہتے ہو تو نہ جاؤ اور دنیا چاہتے ہو تو جاؤ چنانچہ اس پر سب رُک گئے اور کوئی جانے پر آمادہ نہ ہوا۔ یہ حالت دیکھکر دونون نامہ بر برہم ہوئے اور ابوموسیٰ سے بدرشتی پیش آئے۔ ابوموسیٰ نے کہا کہ عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت مین ابھی میری اور تمھاری اور تمھارے صاحب (علیؓ) کی گردنین بندھی ہوئی ہین اگر بجز جنگ کے کوئی چارہ کار ہی نہ ہوگا تو ہم اُس وقت تک کسی سے نہ لڑین گے جب تک قاتلان عثمان سے فارغ نہ ہوجائین گے۔ یہ جواب صاف سُنکر دونون نامہ بر واپس آئے اور امیرالمومنینؑ سے سب ماجرا عرض کیا آپ نے عبداللہ بن عباس اور اشتر کو بھیجا۔ ان دونون نے بھی ابوموسیٰ سے ملکر ان کو سمجھایا مگر وہ بدستور منحرف رہے بلکہ اس مرتبہ ابوموسیٰ نے اہل کوفہ پر اپنا یہ اثر ڈال کر کہ ہم صحابی رسول اللہؐ ہین اور ہم سب سے زیادہ خدا ورسولؐ سے واقف ہین بڑے شدومد سے اُن کو تعمیل حکم امیرالمومنینؑ سے باز رکھا۔ ام المومنین عائشہ کا نامہ بھی زید بن صوحان عبدی اور رؤسار کوفہ کے نام پہونچ چکا تھا کہ اپنے گھرون مین بیٹھے رہو جس کو پڑھ کر مجمع عام مین زید نے کہا کہ خدا نے ام المومنین کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اپنے گھر مین بیٹھین۔ اور ہم مردون کو یہ حکم دیا ہے کہ جب تک فتنہ فرو نہ ہوجائے برابر لڑتے رہو۔ مگر ام المومنین نے خدا کے ان حکمون کو اُلٹ دیا کہ خود تو گھر سے نکل کھڑی ہوئین اور ہم مردون کو کہتی ہین کہ تم گھر مین بیٹھو۔ یہ جملہ شیث بن ربعی کو بہت ناگوار ہوا اور اُس نے زید کو بہت سخت وسُست کہا۔ اُن تمام تقریرون مین جو ابوموسیٰ نے اہل کوفہ کے جلسون مین اُن کو تعمیل حکم امیرالمومنین سے باز رکھنے مین کی ہین مورخ کے قابل نظر یہ جملے ہین ابوموسیٰ نے ایک سلسلہ تقریر مین کہا کہ

الزموا بیوتکم خلوا قریشا اذا ابوا الا الخروج من دار الھجرۃ و فراق اھل العلم بالامرۃ تتوقہ	تم اپنے گھرون مین بیٹھے رہو۔ قریش اگر مدینہ کو اور عالمون کی صحبت کو چھوڑ کے امیری کی فکر مین نکلے ہین۔ تم اُن کو اُن کے حال پر چھوڑ دو۔ خود اپنی شکستگی کو جوڑین اور اپنے رخنہ کو

فتقها وتشعب صدعها | ابند کرین

مقدمۂ کتاب مین ہمنے لکھا ہے کہ قرآن مجید مین ولتعرفنہم فی لحن القول ۔
نہایت پاکیزہ تنقید کی طرف اشارہ ہے ۔ ما اضمر احد شیئا الا ظھر من فلتات
لسانہ ۔ ضرور دل کا حال بیساختہ لہجہ و انداز کلام سے کھل جاتا ہے ۔ اصل امر یہ ہے
کہ ابوموسیٰ واقف تھے کہ قریش عموماً علیؓ و بنی ہاشم سے امر خلافت مین خلاف
ہین اور ابوموسیٰ ممنون و ہوا خواہ قریش تھے اور یہ بھی جانتے تھے کہ علی کو انصار
و مددگار مثل اہل کوفہ مل گیے تو کچھ عجب نہین کہ وہ قریش کو زیر کرلین اور اگر یہ سب
علیؓ سے علیحدہ رہے تو قریش کی متفقہ قوت علیؓ کو لیے دست و پا کرکے بٹھا دے گی
قطع نظر دیگر شواہد کے یہ راز کہ قریش سب کے سب علیؓ کے خلاف ہین خود بیساختہ
حضرت عمر نے فاش کردیا تھا ۔ ابن جریر طبری و ابن اثیر جزری نے اپنی اپنی تاریخون
مین نقل کیا ہے کہ بسلسلۂ مکالمہ حضرت عبداللہ بن عباس سے حضرت عمر نے فرمایا کہ
"اتدری ما منع قومکم منکم بعد محمد" تم جانتے ہو کہ کون امر تمھاری قوم کو بعد محمد تمھین خلافت
دینے سے مانع ہوا ۔ ابن عباس نے اس کا جواب دینا پسند نہ کیا اور کہا کہ امیرالمومنین
اگر مین نہین جانتا تو آپ ہی ارشاد فرمائین کہ قوم کو اس سے کون امر مانع ہوا ۔
حضرت عمر نے فرمایا کہ "کرھوا ان یجمعوا لکم النبوۃ والخلافۃ فتبجحوا علی قومکم بجحا بجحا
فاختارت قریش لانفسہا فاصابت ووفقت" ۔ قوم نے اس کو ناپسند کیا کہ نبوت کے ساتھ
خلافت بھی تمھارے لیے جمع کردین اور تم اپنی قوم پر فخر پر فخر کرو چنانچہ قریش نے
خلافت کو اپنے لیے اختیار کرلیا اور قریش کی یہ تجویز اچھی تھی اور خدا نے اُن کو یہ
نیک توفیق دی تھی ۔ اس کا جو جواب حضرت ابن عباس نے دیا اُس کا محصل یہ
ہے کہ اوّل ادب کے ساتھ معذرت کی کہ امیرالمومنین مجھے ناخوشی و غضب سے
معاف فرمائین پھر کہا کہ قریش اس خود اختیاری مین مصیب و موفق اُس وقت
ہوتے کہ جب خدا بھی خلافت کے لیے اُن کو اختیار کرتا اور اس حالت مین کہ انھون نے
ہم بنی ہاشم مین نبوت و خلافت کا جمع ہونا پسند نہ کیا قریش اس وعید خدا کا مصداق

ہوئے۔ ذلک بانھم کرھوا ما انزل اللہ فاحبط اعمالھم۔ اُنھون نے ناپسند کیا اُس امر کو جو خدا نے مقرر فرمایا تھا پس اُن کے سب اعمال حبط و ضائع ہو گئے۔ یہ سُنکر حضرت عمر برہم ہوئے اور بات بڑھ گئی لیکن ابن عباس بھی برابر جواب دیتے رہے۔ آخر حضرت عمر ہی کو اُن کی دلجوئی کرنی پڑی۔ خیر یہ واقعہ تو بہت طولانی ہے ہمارا اس جگہ اس کے ذکر کرنے سے صرف مقصود اتنا ہے کہ شروع ہی سے قریش باہم متفق ہو گئے تھے کہ خلافت رسول اللہؐ کے خاندان مین نہ رہنے پائے اور عامۂ قریش اس فخر سے مفتخر ہون۔ حضرت علیؑ نے بھی اُسی وقت اس اتفاق قریش کو محسوس کر لیا تھا چنانچہ ابن جریر و ابن اثیر نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ حضرت علیؑ نے سقیفہ مین اپنے نہ منتخب ہونے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ "قریش نے یہ خیال کر کے ہمین چھوڑ دیا کہ بنی ہاشم مین خلافت پہونچ گئی تو پھر قریش کا اور کوئی خاندان اُس سے متمتع نہ ہوگا ورنہ قریش مین سے نوبت بنوبت لوگ خلیفہ بنتے رہین گے"۔

الغرض ابن عباس بھی بے نیل مرام کوفہ سے واپس آئے۔ اب امیر المومنین نے امام حسن اور عمار یاسر کو بھیجا اور قرظہ بن کعب انصاری کو امیر کوفہ مقرر کر کے روانہ کیا اور اُن کو ابو موسیٰ کے نام یہ فرمان لکھکر دیا۔

اما بعد فقد کنت اری ان تعذب عن ھذا الامر الذی لم یجعل اللہ عزوجل لک منہ نصیبا سیمنعک من رد امری وقد بعثت الحسن بن علی و عمار بن یاسر یستنفران الناس و بعثت قرظۃ بن کعب والیا علی المصر فاعتزل عملنا مذموما مدحورا۔ فان لم تفعل فانی قد امرتہ ان

ہم پہلے ہی خیال کرتے تھے کہ بغیر معزول ہونے کے تم ہمارے حکم کے رد کرنے کی جرأت سے باز نہ آؤ گے لہذا اب ہم حسن و عمار کو لوگون کو جمع کر کے لانے کے لیے بھیجتے ہین اور تمھاری جگہ قرظہ کو والی کوفہ مقرر کر کے بھیجتے ہین تم ہمارے کام سے علحدہ ہو جاؤ ذلیل و خوار ہو کر دور ہو۔ اگر تم علحدہ نہ ہوئے اور برسر پرخاش ہوئے تو ہمنے قرظہ کو حکم دیدیا ہے کہ تم سے جنگ کرے۔ اور جب تم پر فتحیاب ہو تو تمھارے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے۔

نبابذلک فان نابذتہ فظفر بک ان یقطعلک ارابا۔

یہ حکم پاکر ابوموسیٰ عہدہ سے برطرف ہوئے اور امام حسنؑ وعمار نے مسجد مین لوگون کو جمع کرکے فہمایش کی کہ امیرالمومنینؑ نے کہا ہے کہ میرا مدینہ سے نکلنا دو حالتون سے خالی نہین ہے یا تو مین ظالم ہون یا مظلوم۔ اب مین ہر اُس شخص سے جو خدا کو اور اُس کے حق کو جانتا ہے کہتا ہون کہ خدا را وہ مجھ تک آئے اگر مجھے مظلوم پائے تو میری مدد کرے اور اگر مین ظالم ہون تو مجھ سے مواخذہ کرے خدا کی قسم طلحہ وزبیر نے سب سے اول میری بیعت کی اور اب سب سے پہلے غدر کیا۔ کیا مین کچھ مال خدا کھا گیا تھا یا مین نے کسی حکم شرع کو بدل دیا تھا جو اُنھون نے مجھپر غدر کیا۔ آؤ انصاف کرو اور اچھی باتون کی ہدایت اور بُری باتون کی ممانعت کرو۔ امام حسن علیہ السّلام نے یہ بھی فرمایا کہ اے مسلمانان کوفہ اپنے امیرالمومنینؑ کی دعوت کو قبول کرو اور اپنے برادران اسلام کی طرف چلو۔ یہ تو ظاہر ہے کہ اس کام کے لیے ہمین کچھ لوگ مل ہی جائینگے۔ لیکن اس کام کو اگر صاحبان عقل اپنے ہاتھ مین لیتے تو یہ دنیا اور آخرت مین بہتر ہوتا۔ پس ہماری دعوت کو قبول کرو اور جس بلا مین ہم اور تم پڑ گئے ہین اُس مین ہماری مدد کرو۔

ابوموسیٰ بھڑکانے والے علٰحدہ ہو چکے تھے فہمایش موثر ہوئی اور شیوخ کوفہ جوانمردانہ تعمیل حکم امیرالمومنینؑ پر مستعد ہوگئے اور بہت جلد سامان سفر مہیا کرکے خشکی کی راہ سے اور دریائے فرات کی راہ سے بارہ ہزار مردان جنگ امیرالمومنینؑ کی خدمت مین روانہ ہوئے اور امام حسن علیہ السّلام نے کامیاب مراجعت فرمائی۔

امیرالمومنینؑ ہنوز مقام ذی قار ہی مین فروکش تھے کہ اہل کوفہ آپہونچے آپ چند اصحاب اور ابن عباس کو ساتھ لیکر اُن سے ملے اور فرمایا کہ:۔

یا اھل کوفة انتم ولیتم شوکة العجم وملوکھم وفضضتم جموعھم حتی صارت الیکم	اے اہل کوفہ تم وہ لوگ ہو جو شوکت عجم وشاہان ایران پر غالب آئے اور اُن کی افواج قاہرہ کو توڑ ڈالا اور اُنکے

مواساتهم فاغنيتم حوزتكم واعنتم الناس
على عدوهم وقد دعوتكم لتشهدوا معنا
اخواننا من اهل البصرة فان يرجعوا
فذاك ما نريد وان يلجوا داويناهم
بالرفق وباينّاهم حتى يبدؤنا بظلم ولم
ندع امرا فيه صلاح الا آثرناه على
ما فيه الفساد ان شاء الله ولا قوة
الا بالله۔

املاک پر متصرف ہو گئے۔ خود اپنے ملک کی حفاظت کی
اور دوسرے مسلمانون کو اُن کے دشمن کے مقابلہ مین
مدد دی۔ اب مین نے تمکو اس لیے بلایا ہے کہ ہمارے برادران
بصرہ سے ملو اگر وہ اپنی حرکت سے باز آئین تو بس یہی ہمارا
مقصود ہے اور اگر اپنی ضد پر اڑے رہین تو اُسوقت تک
ہم اُن سے دور رہین اور بہ نرمی سمجھاتے رفع فساد مین کوشش
کرتے رہین۔ جب تک کہ وہ ہم پر ظلم کی ابتدا نکرین اور
لڑنہ پڑین۔ ان شاء اللہ ولا قوۃ الا باللہ۔

امیرالمومنین نے اپنے لشکر کو سات حصون مین تقسیم فرمایا۔ ازانجملہ قبائل قریش وکنانہ واسد وتمیم ومزینہ پر معقل بن یسار الریاحی اور قبیلہ قیس پر سعد بن مسعود ثقفی اور وائل وتغلب پر وعلہ بن مخدوج الذہلی اور مذحج واشعریین پر حجر بن عدی اور بجیلہ وانمار وخثعم وازد پر مخنف بن سلیم الازدی سردار قرار پائے۔

پھر امیرالمومنینؑ نے یہین سے قعقاع بن عمرو کو بطور سفیر روانہ بصرہ کیا قعقاع صحابی رسول اللہ صلعم تھے۔ اوّل ام المومنین کی خدمت مین حاضر ہوئے اور وہین طلحہ وزبیر بُلائے گئے اور گفت وشنید شروع ہوئی۔ قعقاع نے پوچھا کہ آپ حضرات جو اصلاح بین الناس کے مدعی ہین آخر آپ نے اس اصلاح کی کیا تدبیر سوچی ہے۔ طلحہ وزبیر نے کہا کہ قاتلان عثمان سے انتقام لینا۔ قعقاع نے کہا کہ آپ نے بصرہ مین قاتلان عثمان مین سے ایک کم چھ سو کو قتل کر کے چھ ہزار کو آمادۂ فساد کر دیا اور وہ سب آپ کو چھوڑ کے علحدہ جا بیٹھے اور پھر جب آپ نے اُس ایک مفرور حرقوص کو ماخوذ کرنا چاہا تو وہی چھ ہزار آپ کے مقابلہ مین کھڑے ہو گئے اور مانع ہوئے۔ اور اُسی طرح برسر مقابلہ ہین۔ اگر آپ ان سے نہین لڑتے ہین اور اُن کو چھوڑتے ہین تو اپنے دعوی انتقام وخونخواہی سے دست بردار ہوتے ہین اور اگر لڑتے ہین تو جو فساد عظیم برپا ہوگا ظاہر ہے۔ آپ نے تمام ان شہرون کے قبائل ربیعہ ومضر مین

آتش حمیت کو شعلہ ور کر دیا اور وہ سب اُن لوگون کی مدد پر جن کو آپ نے قتل کیا
اور جن کو ماخوذ کرنا چاہا آپ کے مقابلہ مین جنگ کے لئے مجتمع ہو گئے ہین اب آپ ہی
بتایئے کہ آپ نے یہ اصلاح کی کہ اور فساد پھیلایا۔ حضرت عائشہ نے فرمایا کہ اچھا
قعقاع تم کیا کہتے ہو۔ قعقاع نے کہا کہ اس درد کی دوا تسکین ہے۔ جب ٹھہراؤ
ہو جائے گا تو بحسن تدبیر سب کے بیچ مین سے مجرمون کو چُن لیا جائے گا۔ مقتضائے
صلاح و خیر یہ ہے کہ آپ لوگ ہماری اطاعت قبول کرین اور اگر آپ لوگ یہ نکرینگے
اور مکابرہ و ناانصافی کو اس امر مین دخل دیتے رہین گے تو یہ سب شر کی علامت
ہے اور انتقام بھی لینا میسر نہ ہوگا اور اس فساد انگیزی کی پاداش مین منتقم حقیقی
ساری قوم کو تباہ و برباد کر دے گا۔ واقعۂ قتل عثمان کوئی معمولی واقعۂ قتل نہین
ہے جس کا تدارک اُسی طرح معمولاً ہو سکے۔ ام المومنین و طلحہ و زبیر نے کہا تمھاری
یہ سب باتین معقول ہین۔ علیؑ جب آئین گے اور اُن کی رائے بھی مثل تمھاری
رائے کے ہوگی تو یہ معاملہ راست ہو جائے گا"

قابل نظر ہے کہ انتقام خون حضرت عثمان لینے کے متعلق قعقاع نے وہی
کہا ہے جو امیر المومنین نے مدینہ منورہ مین بکمال سنجیدگی طلحہ و زبیر وغیرہ سے کہا تھا
کہ ذرا ٹھہر جاؤ اور جوش شورش کو فرو ہو لینے دو تو تدارک ہو سکے" مگر امیر المومنینؑ
کی اس رائے کو اُس وقت طلحہ و زبیر نے نہ مانا اور بہانہ کر کے مکہ معظمہ مین چلے گئے
اور فوج جمع کر کے بصرہ مین پہونچے اور کشت و خون کر کے اُس پر متصرف ہو گئے
اور امیر المومنینؑ سے بصرہ کو چھین لیا۔ اب کہ طلحہ و زبیر یہ اقتدار حاصل کر چکے
امیر المومنینؑ کی اسی رائے کو کیون اس طرح بےچون و چرا مان گئے۔ اگر
صاف دلی سے بعد خرابی بصرہ اس رائے کو منظور کیا تھا تو امر خیر مین اب تاخیر
کی کیا ضرورت تھی کمال حزم و عافیت اندیشی کا یہی اقتضا تھا کہ فوراً خود قعقاع
کے ساتھ امیر المومنینؑ کے پاس چلے جاتے یا اپنے بیٹون کو ایک جماعت معتبر
کے ہمراہ بھیج دیتے اور کہا جاتا کہ امیر المومنینؑ کی رائے پر عمل نہ کرنے سے شورش

بڑھ گئی بڑی غلطی ہوئی اب ہم ہمراہ رکاب ہین انسداد کی تدبیر فرمائی جائے۔ تمام قصہ ختم ہوجاتا۔ علی علیہ السّلام غلطیون سے درگذر کرنے کے لیے پہلے ہی تیار بیٹھے تھے۔ مگر اصل امر یہ ہے کہ یہ مقصود ہی نہ تھا بلکہ جس طرح پہلے ادائے عمرہ کا حیلہ کرکے مدینہ منورہ سے چلے گئے تھے اور پھر مکہ معظمہ مین پہونچکر وہ سب کچھ کیا تھا اسی طرح اب امیر المؤمنین کو غفلت مین ڈال کر بلا قصد جنگ اپنے مقابلہ مین لانا چاہا تھا تاکہ اُن پر بآسانی فتحیاب ہوسکین اور یہ حضرات الحرب خدعة کے یہی معنی سمجھے ہوئے تھے۔ ممکن ہے کہ بعض کوتاہ نظر ہمپر معترض ہون کہ ہم بزرگون کے معاملہ مین بڑی جسارت سے رائے زنی کرتے ہین مگر اُن کو ذہن نشین کرنا چاہیئے کہ ہم تاریخ لکھ رہے ہین اور واقعات کو چھپانا تدین و امانت داری کے خلاف سمجھتے ہین۔

المختصر قعقاع جب واپس آئے اور یہ سب سرگذشت امیر المؤمنینؑ سے عرض کی امیر المؤمنینؑ نے ہمراہیون کو جمع کرکے ایک خطبہ ارشاد فرمایا۔ جس مین ایام جہالت کی ذلت و نکبت اور عہد اسلام کی عزت و سعادت کو ظاہر فرماکر حسد و دنیا طلبی کی مذمت کی اور فرمایا کہ کل ہم یہان سے آگے روانہ ہون گے ہمارے ساتھ کوئی وہ شخص نہ چلے جس نے عہد عثمان مین اہل شورش کی اعانت کی ہو۔ چنانچہ دوسرے روز امیر المؤمنینؑ وہان سے روانہ ہوئے اور قریب اُس مقام کے جہان قبیلۂ عبد القیس بصرہ سے نکلا ہوا پڑا تھا قیام فرمایا۔ امیر المؤمنینؑ عبد القیس وغیرہ سے قطعاً معترض نہین ہوئے اور اُن کو اُن کے حال پر چھوڑ دیا۔ پھر جب امیر المؤمنینؑ نے ادھر سے کوچ کیا اُدھر بصرہ سے فوراً زبیر و ام المؤمنینؓ لشکر ساتھ لیکر امیر المؤمنینؑ کی طرف بڑھے۔ امیر المؤمنینؑ لشکر بصرہ کے مقابل پہونچکر اُتر پڑے اور اپنے ہمراہیون کو مخاطب کرکے فرمایا۔

یا ایھا الناس املکوا انفسکم و کفوا ایدیکم و السنتکم عن	سنو۔ اپنے کو اپنے قابو مین رکھو۔ اور اپنے ہاتھون اور زبانون کو روکے رہو۔ یہ لوگ تمھارے بھائی ہین تم پر پہنچی

هؤلاء القوم فانهم اخوانكم واصبروا علی ما یاتیکم وایاکم ان تسبقونا فان المخصوم غداً من خصم الیوم۔

پڑے اُس پر صبر کرنا۔ ہرگز ایسا نہ کرنا کہ میرے دائرۂ حکم سے قدم باہر رکھو۔ خوب جان لو کہ آج جو جھگڑا اڈالے گا کل بروز قیامت خود جھگڑے مین پڑے گا۔

بعد ازین امیر المومنین نے حکیم بن سلامہ اور مالک بن حبیب کو طلحہ وغیرہ کے پاس بھیجا اور یہ پیام دیا کہ اگر تم لوگ اُسی عہد پر قائم ہو جو قعقاع سے کہہ چکے ہو تو ہم سے دستکش رہو اور ہمکو یہان اُترنے دو اور تدابیر پر نظر کرنے دو۔ تین روز تک سلسلۂ پیام و کلام قائم رہا اور علی علیہ السلام طلحہ و زبیر وغیرہ کو مخالفت سے روکتے رہے اور کوئی جنگ نہین ہوئی۔

ابن جریر طبری کی یہ فروگذاشت ہے کہ اُنھون نے اُن باتون کو نقل نہین کیا کہ جو حکیم و حبیب وغیرہ امیر المومنینؑ کے سفیرون اور طلحہ و زبیر وغیرہ سے ہوئین۔ صرف ایک اُس مکالمہ کو نقل کیا جو بروز جنگ امیر المومنین اور طلحہ و زبیر سے ہوا۔ چنانچہ لکھا ہے کہ :۔

فلما تراءا الجمعان خرج الزبیر علی فرس علیہ سلاح ثقیل لعلی ھذا الزبیر قال اما انہ احری الرجلین ان ذُکِّرَ باللہ ان یذکر وخرج طلحۃ فخرج الیھما علی فدنا منھما حتی اختلفت اعناق دوابھم فقال علی لعمری لقد اعددتما سلاحاً وخیلا ورجالا ان کنتما اعددتما عند اللہ عذرا فاتقیا اللہ سبحانہ ولا تکونا کالتی نقضت غزلھا من بعد قوۃ انکاثا۔ الم اکن اخاکما فی

جب دونون لشکر میدان نبرد مین پہونچے اور ایک کی دوسرے پر نگاہین پڑنے لگین زبیر ہتھیار لگائے ہوئے گھوڑے پر سوار صف سے نکلے۔ حضرت علیؑ کو بتایا گیا کہ وہ زبیر نکلے۔ آپ نے فرمایا کہ بمقابلہ طلحہ ان سے ہدایت پذیر ہونے کی زیادہ امید ہے۔ اتنے مین طلحہ بھی نکل آئے۔ امیر المومنین دونون کی طرف بڑھے اور اتنے قریب پہونچگئے کہ گھوڑون کی گردنین مل گئین۔ امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ تم دونون نے خوب سامان جنگ سلاح و سوار و پیادے مہیا کیے مگر اس غدر کا خدا کے سامنے کیا عذر پیش کروگے۔ خدا سے ڈرو اور اُس عورت کی مثل نہ ہو جس نے اپنے کاتے ہوئے

دينكما تحرمان دمي احرم دماء كما فهل
من حدث احل لكما دمي قال طلحة
ألبت الناس على عثمان قال علي
يومئذ يوفيهم الله دينهم الحق ويعلمون
ان الله هو الحق المبين. يا طلحة
تطلب بدم عثمان فلعن الله قتلة
عثمان - يا زبير اتذكر يوم مررت
مع رسول الله صلعم في بني غنم فنظر
الي فضحك وضحكت اليه فقلت
لا يدع ابن ابي طالب زهوه فقال
لك رسول الله صلعم صه انه ليس
به زهو ولتقاتلنه وانت له ظالم -
فقال اللهم نعم ولو ذكرت ما سرت
مسيري هذا والله لا اقاتلك
ابدا فانصرف علي الى اصحابه فقال
اما الزبير فقد اعطى الله عهدا
ألا يقاتلكم ورجع الزبير الى عائشة
فقال لها ما كنت في موطن منذ
عقلت الا وانا اعرف فيه امري
غير موطني هذا قالت فما تريد قال
اريد ان ادعهم واذهب فقال له
ابنه عبد الله جمعت بين هذين
الغارين حتى اذا احدد بعضهم

مضبوط سوت کو ریزہ ریزہ کر ڈالا - کیا مین تمھارا وہ برادر دینی
نہین ہون جس کا خون تیرا اور تمھارا خون اُس پر حرام کیا گیا
ہے - کیا مجھسے کوئی ایسی بدعت ظہور مین آئی ہے جس سے
میرا خون تم پر حلال ہو گیا ہے - طلحہ نے کہا کہ تم نے لوگون کو
عثمان پر برانگیختہ کیا - امیر المومنین نے اس پر یہ آیت پڑھی -
اُس دن (بروز قیامت) پوری دے گا خدا اُن کو اُن کی حقیقی
جزا اور وہ جان لین گے کہ وہی حق کرنے والا (اور بھیدون کا)
ظاہر کرنے والا ہے - پھر فرمایا طلحہ تو مجھ سے خون عثمان کا مطالبہ
کرتا ہے خدا عثمان کے قاتلون پر لعنت کرے - امیر المومنین پھر
زبیر سے مخاطب ہوئے اور فرمایا زبیر آیا تمھین وہ دن یاد ہے کہ
بنی غنم مین تم رسول اللہ صلعم کے ہمراہ گذرے - آنحضرت نے
مجھے دیکھکر تبسم فرمایا اور مین بھی ہنس پڑا تم نے آنحضرت سے
عرض کیا کہ ابو طالب کا بیٹا اپنے کبر و فخر کو نہین چھوڑتا یہ سُنکر
رسول اللہ صلعم نے تم سے فرمایا کہ علی کبر و ناز سے بری ہے - اور
ایک دن وہ ہوگا کہ تم علی سے لڑوگے اور تم ظالم ہوگے - زبیر نے
کہا بخدا مجکو یاد آگیا اور اگر پہلے یاد آتا تو مین یہان نہ آتا اور یہ
روش نہ امتیار کرتا - واللہ تم سے ابدا نہ لڑونگا - بعد ازین امیر المومنین
اپنے اصحاب کی طرف تشریف لے آئے اور فرمایا لو زبیر نے
خدا سے عہد کر لیا کہ وہ تم سے نہ لڑے گا -
اُدھر زبیر ام المومنین کے حضور مین آئے اور کہا کہ ابتدائے سن شعور
سے مین نے کسی موقع پر ایسی نادانی نہین کی جیسی اس امر مین
مجھ سے نادانی ہوئی - حضرت عائشہ نے پوچھا آخر اب تمھارا
ارادہ ہے کہا کہ مین تو سب کچھ چھوڑ کر جاتا ہون - اس پر

لبعض اردت ان تترکهم و تذهب
احسست رایات ابن ابی طالب
وعلمت انها تحملها فتیة انجاد۔ قال
انی قد حلفت الا اقاتله واحفظه
ما قال له فقال کفر عن یمینك والله
فدعا بغلام له یقال له مکحول فاعتقه
فقال عبد الرحمن بن سلمان التیمی
لم ار کالیوم اخا اخوان ۔ اعجب من مکفّر
الایمان بالعتق فی معصیة الرحمان
وقال رجل من شعرائهم
یعتق مکحولا لصون دینه
کفارة لله عن یمینه
والنکث قد لاح علی جبینه

اُن کے فرزند عبداللہ نے زبیر سے کہا کہ جب تم دو لشکروں کو ٹھہرا چکے اور ایک دوسرے پر تیز ہو چکا تو اب اُن کو چھوڑ کے چلے جانے پر تیار ہو کچھ بھی نہیں تم نے لشکر ابن ابی طالب کے اُن علموں کو دیکھا جو بہادر جوانوں کے ہاتھوں میں ہیں اور ڈر گئے۔ زبیر نے کہا کہ میں قسم کھا چکا ہوں کہ علی سے نہ لڑونگا اور اس عہد کو نباہوں گا۔ عبداللہ نے کہا کہ حلف کا کفارہ دیدو اور جنگ کرو چنانچہ زبیر نے اپنے غلام مکحول کو بلایا اور کفارہ میں آزاد کر دیا۔ اس پر ابن سلمان ... تین مصرعے کہے جن کا خلاصہ مضمون یہ ہے کہ عجیب تماشہ ہے کفارہ میں غلام کو آزاد کر کے ارتکاب معصیت پر تل گئے اور ایک دوسرے شخص نے کہا کہ مکحول کو آزاد کر کے عہد شکنی پیشانی پر چمکنے لگی۔

عبداللہ بن زبیر حضرت عائشہ کے حقیقی بھانجے تھے اور ام المومنینؓ کی رائے سے آگے تجاوز کرنا مشکل تھا۔ اسی واقعہ مکالمہ علی و زبیر کے متعلق جو روایت زہری ابن جریر طبری نے نقل کی ہے اُس میں یہ بھی ہے کہ بسلسلہ کلام امیر المومنین نے زبیر سے فرمایا

قد کنا نعدك من بنی عبد المطلب
حتی بلغ ابنك السوء ففرق بیننا
وبینك۔

ہم ہمیشہ تم کو بنی عبد المطلب ہی میں شمار کرتے رہے مگر جب تمہارا یہ ناخلف بیٹا جوان ہوا اس نے ہم میں اور تم میں تفرقہ ڈالدیا۔

المختصر اس کے بعد امیر المومنینؓ نے اپنے اصحاب کی طرف خطاب فرمایا کہ

فقال ایکم یعرض علیهم هذا المصحف و
ما فیه فان قطعت یده اخذ بیده الاخری
وان قطعت اخذه باسنانه قال فتی شاب

تم میں سے کون ہے جو اس مصحف کو ان مخالفوں کے سامنے پیش کرے اور اگر اُس کا ہاتھ کٹ جائے تو دوسرے ہاتھ میں لے لے اور جب وہ ہاتھ بھی کاٹ ڈالا جائے تو مصحف کو دانتوں ... لے رہے

انا وطاف علیؑ علے اصحابہ بعرض ذلک علیہم فلم یقبلہ الاّ ذلک الفتی فقال لہ علی اعرض علیہم ھذا وقل ھو بیننا وبینکم من اولہ الی اٰخرہ واللہ فی دمائنا ودمائکم فحمل علے الفتی وفی یدہ المصحف فقطعت یداہ فاخذہ باسنانہ حتی قتل فقال علیؑ قد طاب لکم الضراب

سوا ایک نوعمر جوان کے اور کوئی آمادہ نہ ہوا۔ امیر المومنینؑ نے اسی کو قرآن مجید دیا اور کہا کہ جاؤ پیش کرو اور کہو کہ یہ قرآن مجید اول سے آخر تک ہمارے اور تمھارے درمیان میں حاکم ہے اس کے فیصلہ پر راضی ہو اور خدا سے پناہ مانگو اور التجا کرو کہ ہم میں اور تم میں خونریزی نہ ہو۔ اس حامل قرآن پر گروہ مخالف حملہ آور ہوا اور جب اُس کے دونوں ہاتھ کاٹ ڈالے گئے تو وہ قرآن مجید کو دانتوں سے سنبھالے رہا یہان تک کہ شہید ہو گیا۔ یہ منظر دیکھ کر امیر المومنین نے اپنے لشکر سے فرمایا ہاں اب تمھارے لئے راہ جہاد پاک و صاف ہو گئی

پھر جنگ چھڑ گئی۔ محمد بن حنیفہ علمدار لشکر فرماتے ہیں کہ امیر المومنین علیہ السّلام نے مجکو آگے بڑھنے کا حکم دیا چنانچہ مین برابر بڑھتا ہوا چلا گیا یہان تک کہ مجھے حریفون کے نیزون کی سد آہنی نے روک دیا اور بجز سنانون پر سینہ رکھکر آگے بڑھنے کے اور کوئی گنجایش نہ ملی مگر اس پر بھی امیر المومنینؑ نے آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ مین نے عرض کیا اب تو سوا نیزون کی انیون پر چلنے کے اور آگے بڑھنے کی جگہ نہین رہی۔ میرا یہ کہنا تھا کہ کچھ نہ معلوم ہوا یکایک کسی چھین لینے والے نے مجھ سے علم چھین لیا اور پھر یہی نظر آیا کہ خود امیر المومنینؑ اُس علم کو لئے ہوئے میرے آگے بڑھ رہے ہین اور یہ رجز فرما رہے ہین۔

انتِ التی غرّکِ منّی الحسنی
یاعُلیّسَ ان القوم قومٌ اعدا
الخفض خیرٌ من قتال الابنا

تم وہ عورت ہو جس کو میری نیکون اور چشم پوشیون نے دلیر کر دیا اے عائشہ یہ سب تمھارے ساتھی حقیقۃً تمھارے دشمن ہین تمھارے حق مین یہی بہتر تھا کہ میری حکومت سے کشتی نہ کرو اور بیٹیون سے نہ لڑو۔

زبیر کئی مرتبہ عمار یاسر کی زد پر چڑھے مگر عمار نے چھوڑ چھوڑ دیا اور کہا کہ جاؤ بھاگ جاؤ۔ اسی طرح علباء بن ہثیم اور قعقاع نے طلحہ کی جان بخشی کی اور کہا کہ تم زخمی ہو گئے ہو جاؤ کسی گھر مین جا بیٹھو۔

کچھ دن چڑھے سے جنگ شروع ہوئی تھی دوپہر تک طلحہ و زبیر لڑے پھر شکست کھائی اور معرکہ قتال سے نکل گئے مگر زبیر وادی السباع مین ابن جرموز کے ہاتھ سے قتل ہوئے اور طلحہ جو تیر کھا کر بصرہ کے ایک خرابہ مین جا چھپے تھے وہین جان بحق تسلیم ہوئے[۱] مگر ام المومنین نے میدان جنگ سے جنبش نہ کی اور دلاوران بصرہ نے آپ کے ہودج کو بیچ مین لیکر بڑی جان نثاری سے لڑنا شروع کیا۔ اور اس رجز کی آواز میدان کارزار مین گونج رہی تھی۔

یا امنا یا عائش لن تراعی　　کل بنیک بطل شجاع

اے ہماری مادر گرامی عائشہ ہرگز خوف نہ کھانا ہم سب تمھارے فرزند بہادر و شجاع ہین۔ خود ام المومنین بھی اشعار حماسہ ارشاد فرما فرما کر فدائی بیٹون کا دل بڑھا رہی تھین۔ دوران جنگ مین جب عبد اللہ بن زبیر نے آپ کے اونٹ کی مہار کو اپنے ہاتھ مین لیا۔ ام المومنین نے پوچھا یہ کس نے مہار لی عرض کیا عبد اللہ بن زبیر نے اسوقت ام المومنین سے ضبط نہ ہو سکا۔ بیساختہ فرمایا "واثکل اسماء" آہ اسماء کی مصیبت۔ عبد اللہ ہٹ گئے مجروح تھے زخمیون مین ملکر چھپ رہے۔

بڑی خیریت تھی کہ ام المومنین کا ہودج آہنی تختون سے محفوظ کیا گیا تھا اُس پر بھی تیرون کی بوچھار سے ساہی کا جسم ہو کر رہگیا تھا۔

اُدھر لشکر امیر المومنین نے بھی خوب داد شجاعت دی اور اہل کوفہ نہایت ثابت قدمی سے لڑے ان مین سے ایک حارث بن حسان ذہلی کا مذکور ہے جس کے ہاتھ مین قبیلہ بکر بن وائل کا رایت تھا کہ اُس کو سرگرم پیکار دیکھکر ابو العرفاء رقاشی نے کہا کہ اپنے کو

---

[۱] طبقات ابن سعد مین چند روایتین مروی ہین جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہنگامہ گیرودار جنگ مین خود مروان نے موقع تاک کر طلحہ کو نشانہ تیر بنایا تھا۔ اسی بنا پر عبد الملک اپنے عہد خلافت مین کہا کرتا تھا ولا امیر المومنین مروان اخبرنی انہ ہو الذی قتل طلحۃ ما ترکت من ولد طلحۃ احدا الا قتلتہ بعثمان۔ عبد الملک کے نزدیک طلحہ قاتل عثمان تھے۔ اور جنگ جمل مین طالب خون عثمان عجیب ماجرا ہے۔ ابو حنیفہ دینوری نے بھی الاخبار الطوال مین مروان ہی کو قاتل طلحہ بیان کیا ہے۔ اور اکثر اہل اخبار نے بھی لکھا ہے۔

اور اپنی قوم کو نشانہ کیے ڈال مگر حارث پیشقدمی سے نہ رکا اور اپنی قوم سے پکار پکار کر کہتا رہا۔ "یا معشر بکر بن وائل انہ لم یکن احد لہ من رسول اللہ صلعم مثل منزلتہ صاحبکم فانصروہ" اے گروہ بکر بن وائل کوئی ایک بھی ایسا نہ تھا جس کو رسول اللہؐ سے منزلت قرب مثل علیؑ کے حاصل ہو۔ تمکو لازم ہے کہ علیؑ کی نصرت کرو۔

چنانچہ حارث خود مع اپنے پانچ بھائیون اور ایک بیٹے کے میدان جنگ مین لڑکے مر گیا۔ مگر کچھ عجب زمانہ اور وقت تھا۔ خیالات اس حد تک متزلزل ہو رہے تھے اور رائین یہان تک متفرق ہو گئی تھین کہ انھین اہل کوفہ مین سے دو بھائی ملے ہوئے اہل بصرہ سے لڑ رہے تھے اُن مین سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ "یا اخی ما احسن قتالنا ان کنا علی حق قال فانا علی الحق ان الناس اخذوا یمیناً وشمالاً وانا تمسکنا باھل بیت نبینا فقاتلا حتی اُقتلا"۔ اے بھائی کیا ہی اچھی ہے یہ ہماری جنگ اگر ہم حق پر ہون یہ سُنکر دوسرے نے کہا حق پر کیون نہین ہم ضرور حق پر ہین اور لوگ داہنے بائین کو بھٹکتے رہے اور ہم سیدھی راہ پر اپنے نبیؐ کے اہل بیت کے پیرو رہے۔ چنانچہ دونون بھائی لڑتے لڑتے مارے گئے۔

بیان کیا گیا ہے کہ لشکر ام المومنین ٹوٹنے لگا تو اُنھون نے کعب بن سور کو قرآن دیا اور کہا کہ اسے پیش کر کے لوگون کو روکو اور اس کی طرف دعوت دو مگر یہ ترکیب نہ چلی اور تیرون کی بوچھار سے کعب کو گرا دیا گیا۔

الحاصل قریب شام جنگ کا خاتمہ ہو گیا لشکر ام المومنین بھی ٹوٹا۔ جمل پے ہو کر گرا حضرت علیؑ نے محمد بن ابی بکر صدیق کو حکم دیا کہ ہودج کو اُتار و چنانچہ عمار بن یاسر نے ہودج اونٹ پر سے کھولا اور اُس پر خیمہ نصب کر دیا گیا۔ امیر المومنینؑ نے محمد سے فرمایا دیکھو کوئی صدمہ تو نہین پہونچا۔ جب محمد نے پردہ کے اندر کی طرف اپنا سر بڑھایا ام المومنین نے فرمایا کون۔ محمد نے عرض کیا وہ جو آپ کے خاندان مین سب سے زیادہ آپ کے نزدیک برا ہے۔ فرمایا تجھپر میرے مان باپ فدا ہون۔ خدا کا شکر کہ اُس نے تجھے بچا لیا۔ پھر محمد نے امیر المومنین کے ارشاد کے موافق بصرہ مین لا کر حضرت عائشہ کو عبد اللہ بن خلف خزاعی کے یہان اُتار دیا۔

بعد ختم جنگ امیرالمومنینؑ تین روز تک مع لشکر خیمہ گاہ مین مقیم رہے اور اہل بصرہ کو بلایا کہ اپنے مقتولون کو دفن کرین اور خود بھی مقتل مین تشریف لے گئے اور ہر طرف ملاحظہ کیا اور فرمایا کہ لوگ خیال کرتے تھے کہ اُدھر عوام الناس ہی جمع تھے حالانکہ ان مین کعب بن سور سا عالم اور عبدالرحمن بن عتاب سا سردار قوم اور ان کے سوا اور بھی عبادت گذار اور مجتہد ہین۔ پھر مقتولین بصرہ کی نماز جنازہ بھی پڑھی اور لشکر مخالفین مین سے جو کچھ دستیاب ہوا تھا اُس کو جمع کرا کے مسجد بصرہ مین ڈھیر کرا دیا اور حکم دیدیا کہ جس کی جو چیز ہو پہچان کر لیجائے صرف وہ اسلحہ جن پر حکومت کی مہر تھی رکھ لیئے گئے اور فرمایا کہ ایک مردہ مسلمان کا مال غیر مسلمان کو لینا حلال نہین ہے۔ اور یہ اسلحہ جو ان لوگون کے ہاتھ مین تھے وہ بغیر اجازت حکومت انھون نے لے لیے تھے اس لیے رکھ لیے گئے ہین۔ پھر امیرالمومنینؑ نے بیت المال کو ملاحظہ فرمایا کچھ اوپر چھ لاکھ نقد موجود پایا آپ نے یہ کل رقم اپنے ہمراہی مجاہدون کو بحصہ مساوی تقسیم کر دی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ملک شام پر ظفر عطا فرمائے گا تو اسی طرح پاؤ گے۔

بعد ازان امیرالمومنین علیہ السّلام حضرت عائشہ سے ملنے تشریف لے گئے۔ وہان بہت سی عورتین جمع تھین جو عثمان و عبداللہ پسران خلف پر حضرت عائشہ کے ساتھ نوحہ و بکا کر رہی تھین اور صفیہ بنت الحارث بھی معجر اتارے ہوئے رو رہی تھی۔ صفیہ نے امیرالمومنین علیہ السّلام کو دیکھکر کہنا شروع کیا۔ اے علی۔ اے دوستون کے قتل کرنے والے اے جماعت کے پراگندہ کرنے والے خدا تیرے بچون کو بھی اسی طرح یتیم کرے جس طرح تو نے عبداللہ کے بچون کو یتیم کیا ہے۔ امیرالمومنین علیہ السّلام نے کچھ جواب نہ دیا اور خاموش حضرت عائشہ تک پہونچے اور سلام کر کے بیٹھ گئے اور فرمایا صفیہ بری طرح مجھسے پیش آئی لیکن مین نے اُس کے بچپنے سے آج تک اُسکو نہین دیکھا۔ جب امیرالمومنین علیہ السّلام وہان سے اُٹھے تو پھر صفیہ نے اُسی طرح بد کلامی شروع کی۔ امیرالمومنین علیہ السّلام ٹھہر گئے اور مکان کی بند کوٹھریون کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ مین نے قصد کیا تھا کہ ان کو کھولون اور جو لوگ ان مین چھپے ہوئے ہین اُن کو قتل کرون یہ سنکر صفیہ دم بخود رہگئی بات یہ تھی کہ

جنگ کے زخمی بھاگ بھاگ کران کوٹھریوں مین آکر چھپے تھے اور امیرالمومنین علیہ السّلام
بانتظیم کے اغراض فرمائے ہوئے تھے۔ جب امیرالمومنین علیہ السّلام باہر تشریف لے آئے
ایک عرب ازدی نے برہم ہو کر کہا واللہ ہم سے یہ عورت جان نہ بچا لیجائے گی۔ امیرالمومنین
علیہ السّلام نے غضبناک ہو کر فرمایا بس خاموش۔ بعدازین بر سبیل ہدایت عام ارشاد فرمایا کہ
خبردار کوئی کسی کی پردہ دری نہ کرے اور کسی کے گھر مین کوئی بغیر اذن نہ داخل ہو اور
کسی عورت کو ہرگز برا نہ کہو اور اذیت نہ دو خواہ وہ تمھارے اشراف بزرگون اور امیرون
اور نیک لوگون کو کیسی ہی گالیان کیون نہ دین کیونکہ عورتین ضعیف العقل ہوتی ہین
اور ہم کو اس وقت مین جب وہ مشرک تھین اُن سے دستکش رہنے کا حکم دیا جاتا تھا۔ اور
جو کوئی کسی عذر پر کسی عورت کو مار بیٹھتا تھا تو اُس شخص کے اس فعل پر اولاد در اولاد ملامت
کیجاتی تھی۔ بس متنبہ رہو کہ ہرگز مین یہ نہ سنون کہ کوئی کسی عورت سے متعرض ہوا۔ اس
ہدایت سے شریر لوگون کے سارے حوصلے پست ہو گئے۔

امیرالمومنین علیہ السّلام نے اہل بصرہ سے بیعت لی اور عہد لیا کہ حالت صلح و
جنگ مین مطیع فرمان رہین گے اور قولاً و فعلاً نافرمانی اور مخالفت نہ کرین گے۔ پھر زیاد کو
جو اس جنگ مین کسی طرف شریک نہ تھا والی بصرہ مقرر کرنا چاہا مگر زیاد نے عرض کیا کہ امیرالمومنین
اپنے خاندان والون مین سے کسی کو مقرر فرمائین تو اس کی زیادہ امید ہے کہ لوگ مطمئن و
مطیع ہو جائین اور مین صلاح و مشورے کے لئے حاضر ہون۔ چنانچہ امیرالمومنینؑ نے
عبداللہ بن عباس کو والی بصرہ اور زیاد کو عامل خراج مقرر فرمایا۔

جنگ جمل ۱۱ جمادی الآخرہ ۳۶ھ روز پنجشنبہ کو وقوع مین آئی تھی غرہ رجب کو
ام المومنین نے بصرہ سے قصد مراجعت فرمایا۔ امیرالمومنین علیہ السّلام نے اُن کے شایان
شان سامان سفر مہیا کر کے اور شرفائے بصرہ کی عورتون مین سے چالیس عورتون کو اُنکے
ساتھ کر کے مدینہ منورہ کی طرف وداع فرمایا اور اُن کے ہمراہیون مین سے جو بچے تھے
اُن مین سے جس جس نے اُن کے ہمراہ جانا چاہا اُس کو واپسی کی اجازت دی۔ خود کئی
میل تک بطور مشایعت تشریف لے گئے اور ایک منزل تک اپنے بیٹون کو ساتھ بھیجا۔

بعد فتح بصرہ ماہویہ مرزبان مرو حاضر ہوا امیر المومنین علیہ السّلام نے اُسکو بدستور اُس کی جگہ پر مامور رہنے کا فرمان عطا فرمایا۔ اور خلید بن طریف کو خراسان مین بھیجدیا۔

مصر

حضرت عثمان کے عہد مین بہت دنون تک ملک مصر عمرو بن العاص کے زیر حکومت رہا پھر حضرت عثمان نے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو حاکم مصر مقرر فرمایا اور ابن العاص کو معزول کر دیا۔ یہ عزل و نصب ابن العاص کو سخت ناگوار رہا۔ مذکور ہے کہ جدید حاکم مصر نے وہان پہونچکر رقم کثیر محاصل بھیجی تو حضرت عثمان نے بطریق تعریض ابن العاص سے کہا کہ دیکھا اب وہ اونٹنی کیسا دودھ دینے لگی ابن العاص نے کہا جی ہان مگر اُسکا بچہ بھی مرگیا۔ مقصود یہ کہ محاصل بڑھا تو کیا رعایا بھی تباہ ہو گئی۔ غرضکہ یومًا فیومًا عبداللہ بن سعد حاکم جدید کی نابکار حرکتون سے مصر کی رعایا مین برہمی پیدا ہونا شروع ہو گئی۔ اس پر طرہ یہ ہوا کہ ابن العاص کی تحریک سے محمد بن ابی حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ باوجود اس کے کہ پروردہ حضرت عثمان تھے رعایا کو اُبھارنے لگے نتیجہ یہ ہوا کہ ایک گروہ مصر سے حضرت عثمان کے پاس عبداللہ کا فریادی آیا۔ حضرت عثمان نے محمد بن ابی بکر صدیق کو والی مصر مقرر کرکے روانہ کیا مگر محمد بن ابی بکر کو حضرت عثمان کا ایک نامہ بر مصر کو جاتے ہوئے ملا اُس پر شبہہ ہوا اور اُس کی تلاشی لی گئی۔ حضرت عثمان کا فرمان اُس کے پاس سے برآمد ہوا جس پر انکی مہر تھی اور مروان کا لکھا ہوا تھا مضمون یہ تھا کہ محمد بن ابی بکر کو کسی تدبیر سے قتل کر دیا جائے یہ دیکھکر محمد وہین سے لوٹے اور گروہ مصر جو فریادی آیا تھا وہ بھی اُن کے ساتھ ہو لیا۔ بعد ازین جیسا کہ تاریخ مین مفصل مذکور ہے کوفہ و بصرہ کے فریادی بھی اہل مصر کے شریک ہو گئے اور مدینہ منورہ مین شورش برپا ہو گئی اور واقعات ناملائم از قبیل قتل حضرت عثمان پیش آئے۔ جب حضرت علیؑ خلیفہ ہوئے تو جیسا کہ اوپر مذکور ہوا آپ نے قیس بن سعد بن عبادہ کو والی مصر مقرر فرماکر بھیجا۔ قیس نے رؤسائے مصر کو جمع کرکے حضرت علیؑ کا فرمان سُنایا اور کہا کہ خدا کا شکر ہے جس نے حق کو قائم اور باطل کو زائل کیا

اور ظالمون کو منھ کے بھل گرایا۔ اب ہمنے ایسے شخص کے ہاتھ پر بیعت کی ہے کہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ جس سے بہتر ہم کسی کو نہین جانتے تم بھی اس شرط پر کہ ہم اور تم دونون کتاب خدا و سنت رسول خدا کے موافق عمل کرین گے بیعت کرو چنانچہ اُن سب نے بیعت کرلی اور تسلط ہوگیا۔ اور ملک مین عمال مقرر کردیئے گئے۔ لیکن قریہ خربتا مین کچھ لوگ ایسے تھے جو عثمانی کہے جاتے تھے ان کا سرگروہ یزید بن حارث کنانی تھا ان لوگون نے قیس سے کہلا بھیجا کہ زمین و زراعت کا انتظام کیجیے اور ہم سے تعرض نہ کیجیے اور ہمکو دیکھنے دیجیے کہ معاملہ کیا صورت پیدا کرتا ہے۔ اسی کے ساتھ مسلمہ بن مخلد انصاری نے انتقام خون حضرت عثمان کی تحریک شروع کی۔ قیس نے مسلمہ سے کہلا بھیجا تجھ پر افسوس ہے میرے دوران حکومت مین شورش برپا کرنا چاہتا ہے یعنی مین بھی انصاری ہون اور تو بھی اور یہ بھی کہلا بھیجا کہ مصر سے لیکر شام تک مجھے ملک ملجائے تو بھی تجھکو قتل کرنا پسند نکرونگا۔ مسلمہ نے جواب مین کہلا بھیجا کہ اچھا جب تک تم والی مصر ہو مین خاموش رہونگا۔ اسی طرح قیس نے اہل خربتا کو مطمئن کردیا کہ مین بیعت کے بارے مین تمھین مجبور نکرونگا۔

اب وہ وقت آیا کہ امیر المومنین علیہ السّلام جنگ جمل سے فارغ ہوکر تشریف فرمائے کوفہ ہوئے۔ معاویہ بن ابوسفیان امیر شام کو خوف ہوا کہ مبادا عراق سے علیؑ اور مصر سے قیس حملہ آور ہون تو سخت مشکل کا سامنا ہو اس لیے قیس کو ایک نامہ لکھا جس مین اول حضرت علیؑ اور قیس پر الزام قتل عثمان لگا کر ڈرایا تھا اور پھر قیس کو یہ لالچ دیا تھا کہ ملک عراق عرب و عجم خاص تمھارے لیئے اور حکومت حجاز اپنے خاندان مین سے جسکو منتخب کرو اُس کے لیے چھوڑتا ہون اور اس کے سوا جو مانگو لو اور میرا ساتھ دو۔ قیس نے اس کے جواب مین لکھا کہ یہ غلط ہے مین نے یا میری قوم نے قتل عثمان مین سعی نہین کی رہا تمھارا یہ کہنا کہ علیؑ نے عثمان پر لوگون کو اُبھارا یہ وہ بات ہے جس کا مجھے علم نہین ہے اس کے سوا یہ جو تم کہتے ہو کہ مین تمھارا ساتھ دون تو تم مجکو یہ صلہ دوگے یہ معاملہ ایسا ہے کہ اس کے متعلق مین فوراً کوئی رائے نہین قائم کرسکتا ذرا غور کرلون۔ بہر کیف مین تم کو اطمینان دلاتا ہون کہ مین تم سے دستکش رہونگا اور میری جانب سے کوئی ایسی بات

وقوع مین نہ آئے گی جسکو تم ناپسند کرو۔

امیر معاویہ نے جب یہ جواب پڑھا تو خیال کیا کہ قیس کی یہ سب چالین ہین۔ لہذا دوسرا نامہ لکھا کہ مجھ سے یہ مکاریان نہ چلین گی اور وہ شخص تمھارے فریب مین نہین آسکتا جس کے ساتھ افواج قاہرہ ہو اور گھوڑون کی باگین ہاتھون مین لیے ہو۔ قیس نے جب یہ مراسلہ پایا تو جواب مین لکھا کہ کیا تم مجھ سے یہ چاہتے ہو کہ جو شخص سب سے زیادہ امیری کے لیے اولی اور حق گوئی و رہنمائی مین سب سے افضل ہے اور قریب ترین عزیز رسول اللہ صلعم ہے اُس کی اطاعت کو ترک کر کے تم سے مکار۔ گمراہ۔ طاغوت۔ ابلیس ولد ضالین و مضلین اور بعید ترین خلائق از خدا و رسولؐ کی متابعت اختیار کرون۔

اس جواب نے امیر معاویہ کو قیس کی طرف سے بالکل مایوس کر دیا اور اب وہ دوسری چال چلے۔ قیس کی طرف سے ایک جعلی اقرار نامہ اطاعت بنا کر مجمع عام مین اہل شام کو سُنایا۔ اور کہا کہ دیکھو قیس کس طرح ہمارے ہوا خواہون کو مصر اور خربتا مین پال رہا ہے۔ اور خرچ و اذوقہ دے دے کر اُن کا سامان درست کر رہا ہے۔

امیر المومنین علیہ السلام کے جاسوسون نے جب یہ سب خبرین پہونچائین تو امیر المومنینؑ نے فرمایا مین اس خبر کو قیس کے متعلق ہرگز سچ نہین سمجھتا۔ مگر عبد اللہ بن جعفر نے عرض کیا کہ جس امر مین احتمال ریب ہو اُس کا ترک ہی مناسب ہے۔ مصر سے قیس کو ہٹا لیجیے مگر امیر المومنینؑ نے نہ منظور کیا۔ عبد اللہ بن جعفر نے کہا کہ اچھا قیس کو لکھیے کہ اہل خربتا سے لڑو اس سے پتہ لگ جائے گا۔ چنانچہ قیس کو یہ لکھا گیا قیس نے جواب بھیجا کہ یہ امر خلاف مصلحت ہے۔ اس پر عبد اللہ بن جعفر نے قیس کے ہٹانے پر بہت اصرار کیا بالآخر قیس بلا لیئے گئے اور اُن کی جگہ محمد بن ابی بکر بھیجدیئے گئے۔ محمد اور معاویہ سے جو مراسلت ہوئی اُس کو ابن جریر طبری نے نقل نہین کیا اور یہ لکھکر چھوڑ دیا کہ "کرھت ذکرہا لما فیہ مما لا یحتمل سماعہا العامۃ"۔ عوام اُس کے سننے کی تاب نہین لا سکتے اس لیئے اُس کو نقل کرنا مین پسند نہین کرتا۔ مسعودی نے مروج الذہب مین اس مراسلت کو نقل کیا ہے۔ مگر ہم بھی اس جگہ اُس کو نقل کرنا ضروری نہین خیال کرتے۔

خروج امیر معاویہ اور جنگ صفین

ؐٔ۳ھ ہجری مین حضرت عثمان نے عمرو بن العاص کو حکومت مصر سے معزول کیا تھا اُس وقت سے وہ برابر حضرت عثمان کے خلاف رہے اور اُن پر طعن و تشنیع کرتے رہے اور فتنہ انگیزی مین سعی کیا کیے۔ جب شورش برپا ہوگئی تو مع اپنے دونون بیٹون عبداللہ و محمد کے فلسطین کے قصر عجلان مین جا بیٹھے اور جس وقت حضرت عثمان کے قتل کی خبر ملی فخریہ کہا کہ انا ابو عبد اللہ قتلتہ و انا بوادی السباع۔ ہم ابو عبد اللہ مین وادی سباع مین بیٹھے بیٹھے عثمان کو ہمنے قتل کر دیا۔ پھر بیٹون سے مشورہ کیا کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ عبداللہ نے کہا کہ جب تک معاملہ یکسو نہ ہو خاموش بیٹھے رہیئے محمد نے کہا کہ آپ ناموران عرب مین ہین۔ نکلیے اور کارنمایان کیجیے یہی رائے پسند آئی اور عجلان سے دمشق کی طرف روانہ ہوئے اور یہ بین کرتے ہوئے چلے۔ واعثماناہ انعی الحیاء والدین۔ ہائے عثمان حیا و دین کی سُنائی آگئی۔ جب حاضر دربار دمشق ہوئے اور آمد و شد شروع کی تو امیر معاویہ کو حسب دلخواہ اپنی طرف ملتفت نہ پایا۔ آخر ایک روز جھنجلا کر کہا کہ یہ اعراض کیسا۔ تم نہین جانتے کہ مین دنیاوی جاہ و ثروت کا طلبگار نہ ہوتا تو اُس شخص سے جنگ و جدال پر آمادہ نہ ہوتا جس کے مآثر جلیلہ و فضائل و قرابت مندی رسول اللہؐ سے تم خوب آگاہ ہو۔ یہ گرم فقرہ سُنکر امیر معاویہ نے معاملہ کر لیا یعنی عہد ہو گیا کہ بعد فتح ملک مصر ابن العاص کو دیا جائے گا۔

امیر معاویہ نے اب یکدل ہو کر ابن العاص سے مشورہ کیا کہ علیؑ کے مقابلہ کے لیے کیا تدبیر اختیار کرنا چاہیے۔ ابن العاص نے رائے دی کہ رؤسا و عمائد ملک شام کو جمع کرو اور انھین باور کراؤ کہ علی نے عثمان کو قتل کیا ہے پھر ان سب کو مددگار بنا کر علی سے لڑو۔ چنانچہ اسی کا اہتمام کیا گیا۔ سرداران لشکر اور شیوخ شام جمع کیے گئے اور حضرت عثمان کی قمیص خون آلود اور اُن کی زوجہ نائلہ کی کٹی ہوئی انگلیان منبر پر رکھی گئین اور روز منبر کے گرد بیٹھکر نوحہ و بکا کا سلسلہ جاری کیا گیا۔ تقریباً ایک سال تک یہی طریقہ رہا آخر

اہل شام کے دلون مین اس قدر غم و غصہ بھر گیا کہ اُن مین سے اکثر پر جوش لوگون نے قسم کھالی کہ جب تک قاتلان عثمان کو قتل نہ کرلین گے اپنی عورتون کو ہاتھ نہ لگائین گے

حضرت علیؓ نے جریر بن عبداللہ البجلی کو نامہ دے کر معاویہ کے پاس بھیجا اور لکھا کہ مہاجرین و انصار میرے ہاتھ پر بیعت کر چکے اور طلحہ و زبیر نے عہد شکنی کر کے جو جھگڑا اُٹھایا تھا وہ بھی ختم ہوگیا اب تمکو میری بیعت سے عدول نہ چاہئے۔ مگر نامہ بر ناکام واپس آیا اور اہل شام کے جوش و خروش کی تمام خبرین پہونچا کر خود بھی امیر شام سے جا ملا۔ امیر معاویہ نے اہتمام لشکر کشی خاص طور پر ابن العاص کے سپرد کیا۔ ابن العاص نے خوب لوگون کے ذہن نشین کیا کہ علیؓ کچھ بھی قوت نہین رکھتے اہل بصرہ تمام اُن کے مخالف ہین اور اپنے کشتگان جمل کا انتقام اُن سے لینے کی تاک مین ہین۔ رہے اہل کوفہ۔ اُن کی جمعیت و شوکت پراگندہ ہوگئی اور جنگ جمل کے جھیلنے کے بعد اب اُن مین کچھ تیزی و قوت نہین رہی ہے اور بہت تھوڑا سا لشکر ہے جو علیؓ کے ساتھ ہے اور اسی لشکر مین وہ لوگ ہین جو قاتلان عثمان ہین۔ ہمکو یہ عمدہ موقع انتقام لینے کا ملا ہے۔ غرضکہ اس تمہید و تدبیر سے لشکر کثیر جمع کر لیا۔ جب امیر المومنین علیہ السلام کو یہ خبرین پہونچین تو آپ نے فرمایا کہ ابن العاص کا یہ زعم فاسد ہے کہ میرے پاس لشکر نہین ہے مین ستر ہزار مردان جنگجو اُس کے مقابل لاؤن گا۔ معاویہ نے یہ معلوم ہونے کے بعد ابن العاص سے کہا کہ علیؓ نے جو کہا ہے کرین گے۔ چنانچہ لشکر جمع کرنے مین ابن العاص وغیرہ نے اور زیادہ سرگرمی شروع کی اور جو جو امیر المومنین سے مخالفت رکھتا یا اُن کی رائے کے خلاف معلوم ہوا اُن سب کو مشعر ترغیب و تحریص نامے لکھ لکھ کر جمع کیا گیا۔ ابن العاص نے تین علم لشکر اپنے دونون بیٹون اور اپنے غلام وردان کو دیے۔ امیر المومنین علیہ السلام نے زیاد بن النضر الحارثی کو آٹھ ہزار اور شریح بن ہانی کو چار ہزار فوج دے کر بطور طلیعہ لشکر روانہ کیا اور خود نخیلہ سے کوچ کر کے مدائن مین خیمہ زن ہوئے۔ مدائن مین سعد بن مسعود ثقفی کو حاکم مقرر کر کے چھوڑا اور معقل کو تین ہزار فوج دے کر براہ موصل روانہ کیا کہ آگے بڑھکر ہمارے لشکر سے ملنا۔ امیر المومنین نے بمقام رقہ پہونچکر جب دریائے فرات سے عبور کرنا چاہا تو اہل رقہ سے کہا کہ اپنی کشتیون سے

ہمارے لشکر کے عبور کے لیے پل بنا دو لیکن اُن لوگون نے قبول نہ کیا اور اپنی کشتیان علٰحدہ کیے رہے۔ امیر المومنینؑ یہ دیکھکر وہان سے بڑھے کہ دوسرے مقام یعنی منبج کے پل سے عبور کرین۔ امیر المومنینؑ کے چلے جانے کے بعد اشتر نے اہل رقہ کو پیام دیا کہ واللہ اگر امیر المومنینؑ کے لیے تم نے پل نہ باندھا تو تمکو قتل کر ڈالون گا۔ اور غارت کر دونگا وہ لوگ ڈر گئے اور کہلا بھیجا کہ لوٹ آؤ ہم پل تیار کرتے ہین چنانچہ لشکر لوٹا اور وہین سے عبور کیا۔ اور جب تک ایک ایک نہ اُتر لیا اشتر نے خود عبور نہ کیا۔ امیر المومنینؑ کے طلیعہ لشکر نے دوسرے گھاٹ سے عبور کیا تھا۔ چنانچہ امیر المومنینؑ جب آگے بڑھے تو وہ لشکر ملا۔ آپ نے پھر بدستور اُس لشکر کو آگے بڑھنے کا حکم دیا اور بمقام سور الروم طلیعہ لشکر امیر المومنینؑ سے اور لشکر شام کے اُس حصہ سے جس پر ابو الاعور السلمی اور عمرو بن سفیان افسر تھے مقابلہ ہوا حضرت علیؑ نے اپنے لشکر کو ہدایت کر دی تھی کہ جب مقابلہ ہو جائے اپنی طرف سے جنگ کی ابتدا نہ کرنا۔ پہلے فہمائش سے کام لینا اور بار بار سمجھانا اور رفع نزاع مین سعی کرنا۔ ہرگز یہ نہ ہو کہ کسی باہمی عداوت کی وجہ سے اُن سے لڑ پڑو۔ نہ اُن سے اتنے قریب ہونا کہ وہ تمکو لڑنے پر آمادہ سمجھین نہ اتنے دور رہنا کہ بزدل و خائف خیال کرین۔ طلیعہ لشکر کے سرداران ہدایتون پر کاربند رہے اور امیر المومنینؑ کو مطلع کیا کہ اہل شام کسی بات کو قبول نہین کرتے اور جنگ پر تلے ہوئے ہین۔ امیر المومنینؑ نے یہی ہدایتین کر کے فوراً اشتر کو اُن کی مدد کے لئے بھیجدیا اور اشتر بھی وہان پہونچکر امیر المومنینؑ کی ہدایتون پر عامل رہے۔ آخر ایک دن قریب شام ابو الاعور نے لشکر امیر المومنینؑ پر حملہ کر کے جنگ چھیڑ دی۔ اس جنگ مین نامورانِ شام مین سے عبد اللہ بن المنذر التنوخی قتل ہوا۔ اشتر نے سنان بن مالک النخعی کی زبانی ابو الاعور کو پیام دیا کہ میدان مین آکر مجھ سے جنگ آزما ہو مگر وہ صف سے نہ نکلا۔ دوسرے روز صبح کو امیر المومنینؑ خود وہان پہونچ گئے۔ اور جنگ ملتوی ہو گئی۔ اور کل لشکر شام بھی مجتمع ہو گیا۔ شامیون نے فرات کے گھاٹ پر قبضہ کر کے امیر المومنینؑ کے لشکر پر پانی بند کر دیا۔ دوسرا گھاٹ تلاش کیا گیا مگر کوئی موقع پانی بھر لانے کا نہ ملا۔ یہ معلوم کر کے امیر المومنین علیہ السّلام نے صعصعہ بن صوحان کو بھیجا

اور یہ پیام دیا کہ شروع سے ہم نہین چاہتے کہ جب تک تم سے رفع نزاع کے متعلق گفتگو نہ کرلین اور اپنی حقیت کی دلیلون کو تمھارے سامنے پیش کرکے تمھارے عذرون کو قطع نہ کردین تم سے لڑین مگر تم نے یہ کیا کہ پہلے اپنی طرف سے جنگ شروع کردی اور اُس پر طرہ یہ کہ ہمارے لشکر پر پانی بھی بند کردیا۔ مناسب یہ ہے کہ خیر اب بھی اپنے لشکر کو حکم دو کہ وہ ہمکو پانی لینے سے نہ روکین اور جنگ سے دستکش رہین اور پھر اطمینان سے ہم اور تم اس معاملہ مین جو ہمارے اور تمھارے درمیان مین ہے غور کرین اور اگر یہ تمھین منظور نہین ہے اور یہی چاہتے ہو کہ پانی پر جنگ ہو تو ہم اس کے لیے بھی تیار ہین۔ معاویہ نے اس پیام کو سنکر اپنے اراکین دولت سے مشورہ کیا۔ ولید بن عقبہ نے رائے دی کہ جس طرح سے ان لوگون نے چالیس دن تک حضرت عثمان کا محاصرہ کرکے اُن پر آب و دانہ بند کیا تھا اُسی طرح ان کو بھی پیاسا مارو۔ عمرو بن العاص نے کہا کہ وہ خود پیاسے رہکر تمکو سیراب نہین دیکھ سکتے۔ مگر ولید بن عقبہ اور عبداللہ بن سعد بن ابی سرح دونون نے پانی بند کرنے پر سخت گوئی کے ساتھ اصرار کیا۔ صعصعہ نے بھی ان دونون کو فاسق و شرابخوار کہکر جواب دیا اس پر یہ لوگ صعصعہ کو گالیان دینے لگے اور حملہ کیا مگر معاویہ نے روکا کہ ایلچی ہے۔ غرضکہ پانی پر جنگ ہوئی اور لشکر امیرالمومنینؑ نے شامیون کو شکست دے کر گھاٹ پر فاتحانہ قبضہ کرلیا۔ اور انتظام کیا کہ اہل شام پانی نہ پائین لیکن امیرالمومنینؑ نے فوراً حکم بھیجا کہ بقدر ضرورت پانی بھر لاؤ اور چلے آؤ اور گھاٹ پر آنے اور پانی پینے اور بھر لیجانے سے اہل شام کو نہ روکو اور خدا کا شکر کرو کہ اُس نے اُن کو ظلم و بغاوت کی پاداش مین ہزیمت دی اور تمکو نصرت عطا کی۔ چنانچہ حسب الحکم اہل شام کے لیے بھی گھاٹ کھول دیا گیا۔ اس واقعہ کے بعد دو دن تک امیرالمومنینؑ نے معاویہ کے پاس کسی کو نہین بھیجا تیسرے روز بشیر بن عمرو بن محصن انصاری اور سعید بن قیس ہمدانی اور شبث بن ربعی تمیمی کو بھیجا اور فرمایا کہ معاویہ کو سمجھاؤ کہ اطاعت قبول کرین اور سرکشی سے باز آئین یہ لوگ جاکر معاویہ سے ملے اور بشیر نے مجمع حاضرین مین تقریر شروع کی مگر معاویہ نے انکے سلسلۂ کلام کو قطع کرکے کہا کہ مجھے کیا سمجھاتے ہو اپنے صاحب کو سمجھاؤ بشیر نے کہا کہ وہ باعتبار اپنے فضل و دین و سبقت الی الاسلام و قرابت رسول اللہؐ کے سارے جہان سے

زیادہ اس حکومت کے لیے شایاں ہیں تم کو ضرورت ہے کہ پرہیزگاری کے ساتھ اطاعت
اپنے ابن عم علیؑ کی جو حق کی طرف تمھیں بلا رہے ہیں اختیار کرو اور اپنی عاقبت سنوارو۔
معاویہ نے کہا کہ یہ مجھسے کبھی نہیں ہو سکتا کہ طلب خون عثمان سے دست بردار ہو جاؤں۔
شیث نے کہا کہ یہ تو سب کہنے کی باتیں ہیں اور اس سے تمھارا صرف یہ مقصود ہے کہ عوام کو
بہکا کر اپنا ساتھی بناؤ چنانچہ یہ فریب کھا کر بہت سے احمق عوام الناس اور فتنہ انگیز لوگ
تمھارے ساتھ ہو لیے ہیں حالانکہ تم وہی ہو کہ حضرت عثمان اتنے دنوں محصور رہے اور تمنے
یہی تمہید اٹھانے اور یہی موقع پانے کے لیے اُن کی مدد نہ کی۔ اب تم ان دو حالتوں میں ہو
کہ اگر مغلوب ہوئے تو خوار ترین عرب ہو گے۔ اور اگر غالب آئے تو عاقبت کار جہنم میں
جھونکے جاؤ گے۔ لہذا مناسب یہ ہے کہ جو شخص اس حکومت کے لیے اہل ہے اُس سے
نزاع نہ کرو۔ معاویہ نے برہم ہو کر شیث کو سخت و سست کہا اور ایلچیوں کو جواب صاف
دیدیا کہ انصرفوا من عندی لیس بینی و بینکم الا السیف۔ جاؤ لوٹ جاؤ اب ہمارے اور
تمھارے درمیان میں سوا تلوار کے اور کچھ نہیں ہے۔ چنانچہ جنگ شروع ہو گئی مگر یہ طریقہ
رہا کہ روز ایک سردار اُدھر سے اور ایک اِدھر سے اپنی اپنی جماعت لیکر نکلتا اور باہم لڑکر دونوں اپنے اپنے مقام پر
واپس چلے جاتے کبھی دن میں دو دو بار صبح و شام اسی طرح جنگ ہو جاتی تھی اور اس خیال سے کہ زیادہ
خونریزی نہو اکثر مبارزہ ہی پر جنگ کا دار و مدار رہتا تھا یعنی ایک ایک طرفین سے نکل کر لڑتا تھا۔ اسی حالت
مین ماہ ذی الحجہ ۳۶ھ تمام ہوا اور پھر ماہ محرم ۳۷ھ مین بامید صلح جنگ ملتوی رہی اور پیام و کلام صلح فیما بین
فریقین دائر و سائر رہے جب کوئی نتیجہ نہ نکلا تو سلخ محرم کی شام کو امیر المومنین نے مرثد بن حارث کو حکم دیا کہ اہل شام میں ندا کر دی کہ

اَلَا ان امیر المومنین یقول لکم انی	امیر المومنین تمکو آگاہ کرتے ہیں کہ ہمنے تمکو مہلت دی تاکہ سمجھو
قد استدمتکم لتراجعوا الحق وتنیبوا	اور حق کی طرف رجوع کرو اور کتاب خدا سے تمھارے سامنے دلائل
الیہ واحججت علیکم بکتاب اللہ عزوجل	پیش کیے اور چاہا کہ تم قرآن کی پیروی کرو مگر تمنے ہرگز سرکشی و بغاوت
فدعوتکم الیہ فلم تناھوا عن طغیان	نہ چھوڑی اور حق کو قبول نہ کیا لہذا اب تمکو خبردار کر کے سلسلہ التوا کو
ولم تجیبوا الی حق وانی نبذت الیکم	منقطع کیا جاتا ہی تاکہ آیندہ اپنی اپنی کوششوں کو طرفین برابر شروع کریں۔
علی سوآء ان اللہ لا یحب الخائنین	اور ہم پر الزام نہو کہ بیخبری مین مارا بیشک خدا خیانت کرنیوالوں کو دوست نہیں رکھتا

اہل شام اس منادی کو سنکر اپنے اپنے امیرون کے پاس جمع ہو گئے۔ تمام شب معاویہ اور ابن العاص ترتیب لشکر مین مصروف رہے۔ غرہ ماہ صفر ۳۷ھ بروز چہارشنبہ صبح کو طرفین میدان قتال مین صف آرا ہوئے۔ امیر المومنین علیہ السلام نے حسب معمول اپنے لشکر کو ہدایتین فرمائین کہ

لا تقاتلوا القوم حتی یبدؤکم فانتم بحمد اللہ عزوجل علی حجۃ و ترککم ایاہم حتی یبدؤکم حجۃ اخری لکم فاذا قاتلتموہم فہزمتموہم فلا تقتلوا مدبرا ولا تجہزوا علی جریح ولا تکشفوا عورۃ ولا تمثلوا بقتیل فاذا وصلتم الی رحال القوم فلا تہتکوا سترا ولا تدخلوا دارا الا باذن ولا تاخذوا شیئا من اموالہم الا ما وجدتم فی عسکرہم ولا تہیجوا امرءۃ باذی وان شتمن اعراضکم وسببن امراءکم وصلحاءکم فانہن ضعاف القوی والانفس۔

اُسوقت تک اس قوم سے نہ لڑنا جب تک یہ قوم اپنی طرف سے جنگ کی ابتدا نہ کرے۔ کیونکہ خدا کے فضل سے تم حق پر ہو اور اپنی طرف سے جنگ کی ابتدا نکرنا یہ تمھاری حقیت کی دوسری دلیل ہوگی۔ جب تم جنگ مین اُن کو ہزیمت دو تو کسی بھاگتے ہوئے کو قتل نکرو اور میدان جنگ مین جسے مجروح پڑا ہوا دیکھو اُس کے قتل سے بھی دستکش رہو کسی مقتول کی صورت نہ بگاڑو یعنی اُسکو برہنہ نہ کرو اُس کے اعضار قطع نکرو۔ جب تم اُن کے تعاقب مین اُن کے خیمہ گاہ تک پہونچ جاؤ تو کسی کی پردہ دری نکرو اور کسی کے گھر مین بغیر اُسکے اذن کے نہ داخل ہو۔ اور اُن کے مال و متاع مین سے کسی چیز کو نہ لو۔ البتہ جو مال یعنی از قسم سامان جنگ وغیرہ میدان جنگ مین پاؤ اس پر قبضہ کر لو کسی عورت سے متعرض نہو اگرچہ وہ عورتین تمھارے آبا و امرا و صلحا کو گالیان ہی کیون نہ دیتی ہون کیونکہ عورتین جسمانی و روحانی دونون اعتبار سے ضعیف ہوتی ہین۔

لشکر اہل شام مین سے حبیب بن مسلمہ اپنی جماعت لیکر بڑھا۔ ادھر سے اشتر اُس کے مقابلہ کو نکلا۔ دوپہر تک جنگ شدید کے بعد فریقین اپنے اپنے مقام پر واپس گئے دوسرے روز پنجشنبہ کو اُدھر سے ابو الاعور اور ادھر سے ہاشم بن عتبہ نے نکلکر ہنگامہ کارزار گرم کیا۔ تیسرے روز جمعہ کو اُدھر سے ابن العاص اور ادھر سے حضرت عمار یاسر نبرد آزما ہوئے اور عمار نے لشکر ابن العاص کو پسپا کیا۔ چوتھے روز شنبہ کو اُدھر سے عبید اللہ حضرت عمر فاروق کے فرزند اور ادھر سے حضرت محمد بن حنفیہ معرکہ قتال مین آئے۔ عبید اللہ کے ساتھ

سیاہ کثیر تھی سخت جنگ ہوئی۔ عبید اللہ نے محمد حنفیہ کو پیام دیا کہ آؤ مجھ سے جنگ کرو محمد نے فوراً گھوڑا بڑھا دیا مگر امیر المومنین اُن کو روک کر خود بڑھ گئے۔ عبید اللہ نے امیر المومنین علیہ السلام سے مقابلہ نہ کیا۔ محمد حنفیہ نے امیر المومنینؑ سے عرض کیا کہ آپ نے مجھے کیوں روکا اور آپ کیوں اس فاسق کے مقابل تشریف لے گئے۔ بخدا یہ تو یہ ہے اگر اس کا باپ بھی آپ سے مبارزہ چاہتا تو مین خود جاتا اور اُس کا مقابلہ آپ کے شایان شان نہ سمجھتا۔ یہ سنکر امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا بیٹا اُس کے باپ کے حق مین اچھا کہنے کے سوا اور کچھ نہ کہو۵

پانچوین روز یکشنبہ کو اُدھر سے ولید بن عقبہ اور ادھر سے حضرت عبد اللہ بن عباس میدان مین آکر صف آرا ہوئے اور جنگ شدید ہوئی۔ چھٹے روز دوشنبہ کو اُدھر سے ابن ذی الکلاع اور ادھر سے قیس بن سعد بن عبادہ انصاری جنگ آزما ہوئے۔ ساتوین روز سہ شنبہ کو پھر حبیب بن مسلمہ اور اشتر سے معرکہ آرائی ہوئی۔ اور بعد ظہر دونون لشکر اپنے اپنے مقام پر واپس گئے۔ آج امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ کب تک اس قوم سے ہم اعراض کرین اور تمام لشکر کو جنگ کا حکم نہ دین پھر بعد عصر یہ خطبہ ارشاد فرمایا۔

الحمد لله الذی لا یُبْرَم ما نقض وما ابرم لا ینقضہ الناقضون لو شاء ما اختلف اثنان من خلقہ ولا تنازعت الامۃ فی شی من امرہ ولا جحد المفضول ذا الفضل فضلہ

معبود حقیقی سزاوار حمد ہے۔ وہ معبود کہ جسکو وہ ضعیف و کمزور کردے اُسکو کوئی قوی و توانا نہین کرسکتا اور جسکو وہ بنائے اُسکو کوئی مٹانے والا نہین مٹا سکتا۔ اگر اُسکی ارادت قہری کا اقتضا ہو تو اُسکی مخلوق مین سے کوئی دو بھی باہم اختلاف نہین کرسکتے اور نہ کوئی قوم کچھ بھی نزاع کسی امر مین کرسکتی ہے اور نہ کوئی مفضول کسی فاضل کے فضل کا انکار کرسکتا۔ ہمکو اور اس قوم کو قضا و قدر نے یہان لاکر مجتمع کیا ہے۔

---

۵ حضرت علیؑ نہایت مدبر و دور اندیش تھے۔ معاویہ وغیرہ نے جس طرح قتل عثمان کا اُن پر الزام لگاکر لوگون کو اُن سے منحرف کیا تھا اُسی طرح چاہتے تھے کہ علی کی زبان سے کوئی بات خلاف ابوبکر و عمر بھی نکل جائے تو ہمین کافی موقع لوگون کو اُن سے منحرف کرنے کا ملجائے چنانچہ بارہا حضرت علیؑ کو اس مقصد کے حاصل کرنے کے لیے چھیڑ اگیا از انجملہ العقد الفرید مین ابن عبدربہ ذکر فرماتے ہین کہ معاویہ نے ایک نامہ امیر المومنینؑ کو بھیجا جسمین حضرت ابوبکر و عمر کی خوب تعریفین کرکے لکھا کہ تمنے اُن پر حسد کیا اور بغاوت کی حضرت علی نے اسکے جواب مین لکھا کہ وذکرت ابطائی عن الخلفاء وحسدی ایاھم والبغی علیہم فاما البغی فمعاذ اللہ ان یکون۔ واما الکراھۃ لھم فواللہ ما اعتذر للناس من ذالک۔ معاذ اللہ بغاوت تو نہ تھی مگر ناپسندیدگی صحیح۔ اور عذر خواہی معلوم۔

وقد سا قتنا و ھولآء القوم الاقدار فلقتنا بہتا فی ھذا المکان. فنحن من ربنا بمرائی ومسمع فلو شاء اللہ عجل النقمۃ وکان منہ التغیر حتی یکذب اللہ الظالم ویُعلم الحق مصیرہ ولکنہ جعل الدنیا دار الاعمال وجعل الآخرۃ عندہ دار القرار لیجزی اللہ الذین اساؤا بما عملوا ویجزی الذین احسنوا بالحسنی الا انکم لاقوا القوم غدا فاطیلوا اللیلۃ القیام واکثروا تلاوۃ القرآن وسلوا اللہ عزوجل النصر والصبر والقوھم بالجد والحزم وکونوا صادقین۔

اور ہم اپنے رب کے سامنے جو سمیع و بصیر ہے حاضر ہین۔ اگر اُسکی مشیت مقتضی ہو تو ظالم کو مہلت نہ دے اور جلد اُس پر عتاب فرمائے اور بتادے کہ اُس کا ٹھکانا کہان ہے۔ لیکن اُس منتقم حقیقی نے دنیائے فانی کو دار الاعمال اور آخرت کو دار القرار مقرر فرمایا ہے تاکہ دار آخرت مین بدکردارون کو اُن کے اعمال زشت کی سزا اور نیک کردارون کو اُن کے اعمال نیک کی جزا دے۔

آگاہ رہو کہ تم کل اُس قوم سے مقابل ہوگے پس آج کی رات کا بڑا حصہ نماز، تلاوت قرآن مین بسر کرو۔ جنگ مین ثابت قدم رہنے اور فتحیاب ہونے کی دعا مانگو۔ اور کل میدان نبرد مین کمال تمکین و وقار و احتیاط و انجام بینی و راستبازی کے ساتھ اُس قوم سے جنگ کرو۔

چنانچہ آٹھوین روز چارشنبہ کو دونون لشکر معرکہ قتال مین آئے۔ اول امیر المومنین علیہ السّلام نے بڑھکر لشکر شام کو جانچا اور پوچھنا شروع کیا کہ یہ کون کون قبیلے ہین یہ سب معلوم کرنے کے بعد آپ اپنے لشکر مین تشریف لائے اور یہ حکم دیا کہ ہر قبیلہ اپنے ہم قبیلہ لوگون کی جنگ سے مجھے سبکدوش کرے۔ مثلاً یہ کہ قبیلہ ازد مین سے جو لوگ امیر المومنین کے لشکر مین ہین وہ قبیلہ ازد کے اُس گروہ کے مقابل رہین جو لشکر شام مین ہے۔ بعض قبائل جو ایسے تھے کہ اُن مین سے لوگ طرفین مین بٹے ہوئے نہ تھے یا اُدھر ہی تھے یا اِدھر ہی ایسے قبائل کے لیے بھی امیر المومنین نے مقرر فرمادیا کہ کون کس کے مقابل ہو۔ ہمارا قیاس ہے کہ امیر المومنین نے یہ سب اہتمام اس لیے فرمایا تھا کہ خونریزی جہان تک نہ ہو بہتر ہے۔ خیر بعد اس اہتمام کے امیر المومنین نے لشکر کی صفون کے سامنے کھڑے ہوکر خدائے تعالیٰ

سے یہ دعا کی۔

اللھم رب السقف المرفوع المحفوظ المکفوف الذی جعلته مغیضا للیل والنہار وجعلت فیه مجری الشمس والقمر ومنازل النجوم وجعلت سکانه سبطا من الملئکة لا یسأمون العبادة ورب ھذہ الارض التی جعلتها قرارا للانام والھوام والانعام وما لا یحصی مما لا یری ومما یری من خلقك العظیم۔ ورب الفلك التی تجری فی البحر بما ینفع الناس۔ ورب السحاب المسخر بین السماء والارض ورب البحر المسجور المحیط بالعالم ورب الجبال الرواسی التی جعلتها للارض اوتادا وللخلق متاعا ان اظھرتنا علی عدونا فجنبنا البغی وسددنا للحق وان اظھرتھم علینا فارزقنی الشھادة واعصم بقیة اصحابی من الفتنة۔

اے ہمارے خدا اے اس سقف بلند و محفوظ اور اس نظام مقرر پر قائم فضا کے پروردگار جسکو تونے روشنی و تاریکی کا منبع اور چاند۔ سورج اور ستارون کا جولانگاہ قرار دیا ہے اور جسمین تونے اُس گروہ ملائک کو جگہ دی ہے جو تیری عبادت سے کبھی نہین تھکتے۔

اے اس زمین کے پروردگار جسکو تونے انسانون اور رینگنے والے جانورون اور چارپایون کے ٹھہرنے کی جگہ قرار دیا ہے۔ تیری اُس مخلوق کا جو نظر آتی ہے اور جو نظر نہین آتی شمار نہین ہو سکتا اے ان کشتیون کے پروردگار جو دریا مین چل پھر کر لوگون کو نفع پہونچاتی ہین۔

اے اُن بادلون کے پروردگار جو مابین زمین و آسمان تیرے زیر حکم ہین

اے اُس دریائے منبع آب باران کے پروردگار جو اس عالم کے گرد محیط ہے

اے اُن بار بجا پہاڑون کے پروردگار جو زمین کو دبائے ہوئے ہین اور تیری مخلوق کے لیے مامن اور محل انتفاع ہین اگر تو اپنے فضل سے ہمکو ہمارے دشمن پر غالب و قوی کرے تو اپنی رحمت سے ہمین سرکشی اختیار کرنے سے بچانا اور حق پر قائم رہنے کی توفیق دینا۔ اور اگر بااقتضائے مصلحت ہمارے دشمنونکو تو ہمپر غلبہ دے تو مجکو اپنی حضوری و شہادت کی عزت بخشنا اور جو میرے اصحاب باقی رہجائیں انکو فتنہ مین پڑ جانے سے بچانا۔

بعد ازین جنگ چھڑی اور گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ تمام دن جنگ ہوتی رہی صرف اوقات نماز کے وقت رک جاتی تھی۔

نوین روز پنجشنبہ کو بہت تڑکے نماز پڑھکر امیر المومنین نے لشکر کو تیار کیا۔ عبداللہ بن بدیل میمنہ پر اور عبداللہ بن عباس کو میسرہ پر مامور فرمایا۔ عراق کے قاریان قرآن عمار بن یاسر اور قیس بن سعد بن عبادہ اور عبداللہ بن بدیل کے ہمراہ ہوئے۔ اور تمام قبائل اپنے اپنے علمون کے ساتھ مقامات مقررہ پر قائم ہوئے۔ امیر المومنین علیہ السلام مع اہل مدینہ مابین اہل کوفہ

واہل بصرہ قلب لشکر مین ٹھہرے۔ اُدھر معاویہ امیر شام نے اپنے لیے ایک خیمہ نصب کرا کے اُس مین قیام کیا۔ قناتین خوب مضبوط واستوار کی گئین۔ اور سواران دمشق اُس کے گرد پرے باندھ کر کھڑے ہوئے۔ عبداللہ بن بدیل اور حبیب بن مسلمہ سے جنگ شروع ہو گئی عبداللہ بن بدیل نے میسرۂ لشکر شام کو پراگندہ کرتے کرتے یہ حالت کر دی کہ سواران شام خیمہ معاویہ تک پسپا ہو گئے۔ اس وقت فوراً معاویہ نے اُس تازہ دم پرجوش فوج کو جو لڑکے مرجانے پر قسمین کھا چکی تھی حبیب بن مسلمہ کو دے کر عبداللہ بن بدیل پر حملہ آور کیا۔ اس تصادم سے جماعت ابن بدیل منتشر ہو گئی اور صرف دو تین سو قاریان قرآن اُن کے ساتھ ثابت قدم رہ گئے۔ امیر المومنینؑ یہ حال دیکھتے ہی خود اپنے بیٹون کو ساتھ لیکر بڑھے۔ تیرون کی بوچھار کی یہ حالت تھی کہ آپ کے شانون پر سے گردن کے قریب ہو ہو کر فرفر گذر رہے تھے۔ امام حسنؑ وامام حسینؑ ومحمد بن حنفیہ بار بار سپر کی طرح مجاہد باپ کے سامنے آ جاتے تھے۔ اور امیر المومنینؑ ہر بار اُن کو کھینچ کھینچ کر اپنے پیچھے لے لیتے تھے۔

میدان جنگ مین امیر المومنینؑ کو یون اپنے لشکر سے جدا اور لشکر شام کی زد مین دیکھکر ابوسفیان کے حلیف احمر نے قسم کھائی کہ خدا مجکو قتل کرے اگر مین علیؑ کو نہ قتل کرون۔ چنانچہ جھپٹا۔ امیر المومنینؑ کا غلام کیسان فوراً بڑھکر اُس کے مقابل ہو گیا اور تلوار چلنے لگی۔ مگر احمر نے بہت جلد کیسان کا کام تمام کر دیا۔ امیر المومنینؑ نے اُسی وقت احمر کا گریبان زرہ پکڑا اور اُٹھا کر زمین پر پٹک دیا۔ احمر کی دونون کہنیان ٹوٹ گئین۔ امام حسینؑ اور محمد حنفیہ نے تلوارین مار کے وہین اُس آتش مزاج کو ٹھنڈا کر دیا۔ پھر لشکر شام امیر المومنینؑ پر حملہ آور ہوا اور امیر المومنینؑ بھی تیزی سے لشکر شام کی طرف بڑھے۔ امام حسن علیہ السّلام نے عرض کیا کہ کچھ مضائقہ نہ ہوتا اگر امیر المومنینؑ اپنے لشکر کے اُس حصے کی طرف چلتے جو خوب جم کر لڑ رہا ہے۔ امیر المومنینؑ نے فرمایا۔

یا بُنَیَّ اِنَّ لِاَبِیْکَ یَوْمًا لَنْ یَعْدُوَہٗ	بٹیا تمھارے باپ کے مرنے کا ایک دن مقرر ہے جس سے وہ تجاوز نکریگا
وَلَا یُبْطِئُ بِہٖ عَنِ السَّعْیِ وَلَا یُعَجِّلُ بِہٖ اِلَیْہِ	نہ کسی سعی سے اُس دن کے آنے مین تاخیر ہوگی نہ کسی کوشش سے
الْمَشْیُ اِنَّ اَبَاکَ وَاللّٰہِ مَا یُبَالِیْ اَوَقَعَ	تعجیل۔ خدا کی قسم تمھارے باپ کو اس کی کچھ پروا نہین کہ

علی الموت او وقع الموت علیہ۔	وہ موت پر گر پڑے یا موت اُس پر۔

اس وقت لشکر شام نے اس بلا کی یورش کی کہ میمنہ لشکر عراق پسپا ہو چلا۔ امیر المومنینؑ علیہ السّلام نے اشتر سے کہا کہ جلد بڑھو اور ان لوگون سے جو ہٹتے جا رہے ہین کہو کہ این فرارکم من الموت الذی لن تعجزوہ الی الحیاۃ التی لن تبقی لکم۔ اُس موت سے جس سے ہرگز نہ بچو گے اُس حیات کی طرف جو ہرگز تمھارے لیئے باقی نہ رہے گی کہان تم بھاگ رہے ہو۔

اشتر بڑھا اور امیر المومنینؑ کے کلمات کو اُن لوگون تک پہونچایا۔ لشکر شام تھا کہ امنڈا ہوا چلا آتا تھا۔ اشتر اور قبیلہ مذحج نے بڑی جانبازی سے مقابلہ کیا مگر بہت مقتول ہوئے آخر اشتر نے بہزار دقت اپنے کو عبد اللہ بن بدیل اور اُن کے ہمراہی قاریان قرآن تک پہونچایا سب نے گھبرا کے پوچھا کہ امیر المومنینؑ بخیریت ہین؟ اشتر نے کہا کہ الحمد للہ زندہ وسلامت ہین اور میسرہ مین صفون سے آگے بڑھے ہوئے جہاد فرما رہے ہین۔ پھر عبد اللہ بن بدیل نے قوی دل ہو کر حملہ کیا لیکن افسوس کہ یہ دلیر سردار شہید ہو گیا۔ اشتر پر خود معاویہ نے قبائل عک وغیرہ کو لیکر بڑے شد و مد سے حملہ کیا مگر اشتر اور اُس کے رفقا قبائل مذحج وہمدان نے شکست دی۔ میمنہ کا یہ کارنمایان دیکھکر امیر المومنینؑ نے اُن سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

انی قد رأیت جولتکم وانحیازکم عن صفوفکم یحوزکم الطغاۃ الجفاۃ واعراب اھل الشام وانتم لھامیم العرب والسنام الاعظم وعمار اللیل بتلاوۃ القرآن واھل دعوۃ الحق اذ ضل الخاطئون فلولا اقبالکم بعد ادبارکم وکرکم بعد انحیازکم وجب علیکم ما وجب علی المولی یوم الزحف دبرہ وکنتم من الھالکین ولکن ھون وجدی وشفی احاح نفسی انی	ان سرکش وبدخو شام کے گنوارون کا تمھین گھیرنا اور تمھارا اپنی صفوف سے پھرنا اور اسکے بعد پھر حملہ آور ہونا سب مین نے دیکھا۔ تم عرب کے سربلند اور سربرآوردہ اور شب کو تلاوت قرآن سے زینت دینے والے لوگ ہو۔ اور ایسے وقت مین تمنے دعوت حق کو قبول کیا ہے جب خطا کارون نے ضلالت وگمراہی اختیار کی ہے۔ اگر ہٹنے کے بعد تم بڑھ نہ جاتے اور پھر جانے کے بعد حملہ آور نہوتے تو اُس عذاب الٰہی کے مستوجب ہوتے جو میدان جنگ سے پیٹ موڑنے والون کے لیے مقرر ہے اور ہلاک ہونے والون مین ہوتے۔ لیکن اس امر کے مشاہدہ نے میرے غُصّہ کو ہلکا کیا اور میرے قلق کی پیاس کو بجھایا کہ تمنے پھر بڑھکر دشمنون کو اُسی طرح پسپا کیا جسطرح

وأتيكم بآخرة حتى تموهم كما حازوكم وأزلتموهم عن مصافهم كما أزالوكم تحسونهم بالسيوف تركب أولاهم أخراهم كالابل المطرودة الهيم فاصبروا أنزلت عليكم السكينة وثبتكم الله عز وجل باليقين ليعلم المنهزم انه مسخط ربه وموبق نفسه ان في الفرار موجدة الله عز وجل عليه والذل اللازم والعار الباقي واعتصار الفئ من يده وفساد العيش عليه وان الفار منه لا يزيد في عمره ولا يرضى ربه فموت المرء محقا قبل اتيان هذه الخصال خير من الرضا بالتأنيس لها والاقرار عليها۔

اُنھون نے تمھین پسپا کیا تھا اور اُسی طرح اُن کو اُن کی جگہ سے ہٹا دیا جسطرح اُنھون نے تمکو ہٹا دیا تھا اور تمنے ایسا اُن کو تلوارون کی باڑھ پر رکھا کہ ہنکائے ہوئے شتران بے مہار کی طرح اُن کی اگلی صف پچھلی صف کے سرون پر چڑھی ہوئی بھاگنے لگی ہان اب صبر کے ساتھ ڈٹ کے لڑنے کا وقت ہے۔ رحمت خدا جو اسوقت تمپر نازل ہوئی ہے اُسکی قدر کرو۔ جنگ سے بھاگنے والے کو جان لینا چاہیے کہ وہ خدا کو ناخوش رکھنے والا اور اپنی جان کو ہلاک کرنے والا ہے۔ فرار مین یہ سب خرابیان ہین کہ بھاگنے والے پر غضب خدا نازل ہوتا ہی اور ہمیشہ کے لیے وہ ذلیل وخوار اور مبتلائے ملامت وعار رہتا ہے اور اُسکا حصہ جو مال خراج وغنیمت مین ہوتا ہے وہ ضبط کر لیا جاتا ہے اور اسی کے ساتھ یہ بھی ہے کہ خدا بھی ناراض ہوتا ہے اور بھاگنے والے کی کچھ عمر بھی نہین بڑھ جاتی۔ لامحالہ ظاہر ہے کہ انسان کا حق پر مرجانا قبل اس کے کہ وہ ان مذموم خصلتون کو اختیار کرکے خرابیون مین پڑا رہے بدرجہا بہتر ہے۔

پنجشنبہ کو معاویہ نے عبید اللہ بن عمر فاروق کو چار ہزار فوج دے کر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ عبید اللہ نہایت جوش وخروش سے حملہ آور ہوا اور اپنے ساتھیون کو للکارا کہ اے اہل شام یہی قبیلہ ربیعہ جو تمھارے مقابل ہے قاتل عثمان ہے رضی اللہ عنہ اور یہی قبیلہ علی بن ابیطالب کا مددگار ہے اگر تمنے اس قبیلہ کو ہزیمت دیدی تو سمجھو کہ عثمان رضی اللہ عنہ کا انتقام لے لیا۔ اور اس ہزیمت کے بعد علیؓ واہل عراق بھی ہلاک ہو جائین گے۔ مگر عبید اللہ کی یہ تمام کاوش وکاہش کچھ اُس کے کام نہ آئی وہ محرز بن صحصح کے ہاتھ سے مارا گیا اور حضرت عمر کی نامی تلوار ذوالوشاح جو اُس کے کمر مین تھی اُس کے قاتل کے قبضے مین آگئی۔

عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے اپنے ہمراہیون کو جمع کیا اور فرمایا ہان اے مجاہدو میرے ساتھ آؤ اور ان لوگون سے جنگ کرو جنکا دعویٰ ہے کہ انتقام خون عثمان لینے کو لڑ رہے ہین

اور کہتے ہین کہ وہ مظلوم قتل ہوئے۔ مگر بخدا یہ لوگ طالب خون عثمان نہین ہین بلکہ اس قوم کے منھ کو دنیا کا ذائقہ لگ گیا ہے ۔ اور دنیا طلبی کے چسکے مین پڑ گئے ہین اور جان لیا ہے کہ اگر علیؑ کے تابع رہین گے تو لامحالہ حق پر چلنا اور آئین اسلام کا پابند رہنا پڑے گا اور خواہش نفس کے موافق دنیا کی لذتون سے لطف اُٹھانے کا موقع نہ ملے گا۔ یہ لوگ چونکہ اوّل اسلام لانے والون مین نہ تھے اور نہ اسلام مین کوئی ان کی نمود تھی اور نہ اس کے مستحق تھے کہ لوگ ان کی اطاعت منظور کرتے اور ان کو اپنا والی و حاکم بناتے اسلیئے ان لوگون نے اپنے پیرؤون کو یہ فریب دیا ہے کہ ہمارا امام مظلوم مقتول ہوا ہے ہم اُس کا انتقام لینے کو لڑتے ہین اور ان مکّارون کا اصل مقصد یہ ہے کہ اس بہانے سے حکومت حاصل کر کے متغلب و جابر بادشاہون کی طرح دنیا مین مزے اُڑائین۔ ان کا فریب لوگون پر چل گیا ہے۔ تم دیکھ رہے ہو کہ کیسی فوجین جمع کر کے لائے ہین اگر یہ فریب نہ چل گیا ہوتا تو دو آدمی بھی ان کے ساتھ یہان نہ ہوتے۔ بعد ازین لشکر شام سے جنگ کی اور پیرانہ سالی مین خوب جوانانہ لڑے اور شہید ہوئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے عمار رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ تمکو گروہ باغی قتل کرے گا۔ یہ بات خواص و عوام مین مشہور تھی۔ اس لیے لشکر شام مین چرچا ہونے لگا کہ ہم باغی ثابت ہوئے لیکن معاویہ نے اُن کو سمجھا دیا کہ قاتل عمار خود علیؑ ہین نہ عمار کو وہ ساتھ لاتے نہ عمار قتل ہوتے۔ حضرت علیؑ نے جب یہ سُنا تو فرمایا کہ معاویہ کے نزدیک رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم بھی قاتل حمزہ بن عبد المطلب ہین کیونکہ آنحضرتؐ اُن کو بمقابلہ بدر معاویہ میدان جنگ مین لائے تھے۔

جب عمار شہید ہو چکے حضرت علیؑ نے قبیلۂ ربیعہ و ہمدان کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تمھین میری زرہ ہو اور تمھین میرا نیزہ ہو۔ یہ سنتے ہی فوراً بارہ ہزار بہادر تیار ہو گئے۔ حضرت علیؑ سب کے آگے ہوئے اور ایسا شدید حملہ شامیون پر کیا کہ اُن کی ساری صفین درہم و برہم ہو گیئن۔ حضرت علیؑ لشکر شام کو کاٹتے ہوئے قرارگاہ معاویہ تک پہونچگئے اور فرمایا

اخر بهم ولا اری معاویة   الجاحظ العینین العظیم الحاویہ

لشکر کو کاٹ رہا ہون مگر معاویہ نظر نہین آتا۔ پھر معاویہ کو پکارا کہ یہ لوگ ہمارے تمھارے

بیچ مین کیون قتل ہون آؤ خدا کے فیصلہ پر راضی ہو جاؤ۔ ہم دونون مین سے جو اپنے حریف کو قتل کر ڈالے گا اُسی کی حکومت قائم ہو جائے گی۔ عمرو بن العاص نے معاویہ کو بہت اُبھارا اور غیرت دلائی کہ بڑھو اور لڑو مگر معاویہ کی ہمت نہ پڑی اور یہ کہکر کہ علیؑ کی تلوار سے کوئی جانبر نہین ہوتا۔ عمرو سے کہا کہ اب تمھین میرے بعد حکومت کرنے کی طمع نے گھیرا ہے۔

حضرت علیؑ کے یہ حملے دیکھکر لشکر عراق مین جوش پیدا ہو گیا۔ ہاشم بن عتبہ المرقال نے مجاہدون کو پکارا کہ جو طالب رضائے خدا اور جویائے نعیم دار البقا ہو میرے ساتھ آئے چنانچہ ایک جماعت کثیر ساتھ ہولی اور ہاشم نے پیاپے لشکر شام پر حملون کا تار باندھ دیا۔ اور اپنے رفقا کا دل بڑھاتا رہا کہ دیکھو ہرگز شامیون کے جم کر لڑنے سے گھبرانا نہین یہ لوگ صرف باقتضائے حمیت عرب اور اپنے جھنڈون کی پاسداری کے جوش مین لڑ رہے ہین۔ یہ سب اہل ضلالت ہین اور تم اہل حق ہو۔ ہان اسی طرح راہ خدا مین ثبات قدم کے ساتھ مشغول جہاد رہو۔ قریب شام ہاشم بن عتبہ نے قاریان قرآن کی ایک جماعت کو ساتھ لے کر اہل شام پر ایسا پُر زور حملہ کیا کہ آثار غلبہ مشاہدہ ہونے لگے۔ یکایک ایک غسانی نوجوان سیاہ شام مین سے تلوارین مارتا ہوا نکلا اور کہتا جاتا تھا کہ مین دین عثمان کا پیرو ہون مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ علیؑ ہی نے عثمان کو قتل کیا ہے اور اسی کے ساتھ گالیان بکتا تھا اور لعن و نفرین کرتا تھا۔ ہاشم نے اُس سے کہا او بندۂ خدا خدا اور بازپرس روز جزا سے ڈر۔ غسانی نے کہا کہ مجھے کیا خوف جب کہ مین یہ جو کچھ تمھارے ساتھ کر رہا ہون اس لیے کر رہا ہون کہ علی اور تم سب نماز نہین پڑھتے اور تمھین سب نے علی کو مدد دے کر عثمان کو قتل کرایا ہے ہاشم نے کہا کہ تو عثمان کو کیا جانے تو کون اور وہ کون۔ عثمان نے بہت سے کام خلاف حکم قرآن اپنے عہد حکمرانی مین کیے اس لیے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور دیگر اہل قرآن نے عثمان کو تعزیر دی۔ اصحاب رسول اللہ صلعم کو حق حاصل تھا کہ مسلمانون کے معاملہ مین نظر کرتے کیونکہ وہ اہل دین ہین اور تیرے ساتھی کس شمار قطار مین ہین۔ اور یہ جو تو بک رہا ہے کہ علی اور ہم لوگ تارک الصلوٰۃ ہین۔ کیفیت یہ ہے کہ علی نماز گذارون مین سے سب سے سابق و مقدم ہین اور تمام خلق اللہ سے زیادہ عالم علوم دینیہ و احکام شرعیہ ہین رسول اللہ

کے ساتھ سب سے پہلے انہین نے نماز پڑھی اور وہی سب سے زیادہ عزیز قریب رسول اللہؐ ہین۔ اور یہ جتنے لوگ میرے ساتھ ہین اور تیرے پیش نظر ہین یہ سب شب زندہ دار و نماز گزار ہین۔ دیکھ ہوش مین آ۔ دغاباز اشقیا نے تجکو دین سے بھٹکایا ہے۔ حسن اتفاق غسانی کچھ ایسا شائستہ ہوا کہ توبہ توبہ کرتا ہوا پھر گیا۔ ہاشم ان حملون مین مجروح ہو کر جب جان بحق تسلیم ہوا تو شامیون نے فخر کیا کہ بڑے جنگ آور کو مارا اس پر اہل عراق نے اُن کو جواب دیا کہ ذوالکلاع اور حوشب تمھارے بڑے بڑے سردارون کو ہم ابھی فنا کر چکے ہین

علی علیہ السلام دوران جنگ مین ایک گروہ اہل شام کی طرف سے گذرے جنمین ولید بن عقبہ بھی تھا اور یہ سب امیر المؤمنین علیہ السلام کو گالیان دے رہے تھے۔ آپ نے اپنے لشکر کی اُس جماعت سے جو اس موقع سے قریب تر تھی فرمایا کہ ان دشمنون کی طرف بڑھو مگر اسلام کے سکون و وقار اور صالحین کے شعار کے ساتھ۔ بخدا وہ قوم جہالت و ضلالت سے قریب زیادہ ہے جس کے سردار معاویہ اور ابن نابغہ (عمرو) اور ابوالاعور اسلمی اور ابن ابی معیط شراب خوار ہون۔ انھین لوگون کا کام ہے کہ مجھے برا کہین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کے وقت مین بھی یہ لوگ ہم سے لڑتے تھے جبکہ ہم ان کو خدا پرست بنانا چاہتے تھے اور یہ لوگ ہمکو بت پرست بنانے کی کوشش مین تھے۔ الحمد للہ قدیماً عادانی الفاسقون فعبّد ھم اللہ۔ خدا کا شکر ہے کہ ہمیشہ فاسقون ہی کو مجھسے عداوت رہی اور خدا نے اُن کو ہمیشہ ذلیل و خوار ہی کیا۔ ان چند نابکار فاسقون نے جو دشمن اسلام و اہل اسلام ہین امت مین سے کچھ لوگون کو فریب دے کر فتنہ و فساد کی خواہشون کو اُن کے دلونمین بھر دیا ہے اور افترا و بہتان کے ارتکاب کی طرف مائل کر دیا ہے۔ یہ لوگ نور خدا کو بجھانے کے قصد سے ہمسے لڑ رہے ہین۔

پھر امیر المؤمنینؑ معرکہ جنگ کی دیکھ بھال کرتے ہوئے بڑھے دیکھا کہ لشکر شام مین سے غسانی خوب جمے ہوئے لڑ رہے ہین آپ نے فرمایا کہ جب تک ان لوگون پر روح کھینچ لینے والے نیزون کے وار نہ ہون گے اور جب تک یہ لوگ تلوارون کی وہ چوٹین نہ کھائین گے جو سرون اور ہڈیون کو چیر ڈالین اور کلائیون کو اڑا دین۔ اور جب تک

ان پر ایسے گرز نہ پڑین گے کہ ان کی پیشانیان پاش پاش ہو کر ان کے سینون پر نہ آپڑین، یہ لوگ اُس وقت تک پسپا نہ ہون گے۔ چنانچہ آپ نے اپنے فرزند محمد حنفیہ کو علم دیا اور طریق جنگ تعلیم فرما کر حملہ آور ہونے کا اشارہ کیا۔ محمد حنفیہ نے جنگ شدید کے بعد غسانیون کو شکست دی۔

بعد نماز مغرب اور بھی ہنگامۂ جنگ زیادہ گرم ہوا بلکہ بعض کو محض اشارون سے فریضۂ مغرب ادا کرنے کا موقع ملا۔ تمام شب جنگ رہی اور امیر المومنین علیہ السّلام رات بھر مابین میمنہ و میسرہ گشت کرتے ہوئے مصروف کارزار رہے اور لشکر شام کو اتنا پسپا کیا کہ کل میدان جنگ کو سر کرکے معرکۂ قتال کو اپنے پس پشت لے لیا۔ اب صبح جمعہ نمودار ہوئی اور جنگ کا سلسلہ بدستور قائم رہا۔ مالک اشتر میمنہ مین اور ابن عباس میسرہ مین اور امیر المومنین قلب لشکر مین مشغول جنگ تھے۔ لشکر شام پر ہر طرف سے مار پڑ رہی تھی اور ہزیمت چھائی ہوئی تھی۔ معاویہ اور ابن العاص نے جب دیکھا کہ ہمارا لشکر ہلاکت کے قریب پہونچ چکا تو بہت گھبرائے۔ ابن العاص نے کہا اب بجز اس کے اور کوئی تدبیر جانبری کی نہین ہے کہ ہم قرآنون کو نیزون پر اُٹھائین اور چلائین کہ یہ قرآن ہمارے اور تمھارے بیچ مین ہے قرآن جو حکم کرے اُسی کو ہم اور تم دونون مانین۔ اس صورت مین ضرور ہے کہ کچھ لوگ ایسے ہون گے جو کہین گے کہ ماننا چاہیے اور کچھ لوگ انکار کرین گے لامحالہ لشکر عراق مین تفرقہ پڑ جائے گا اور جنگ سست پڑ جائے گی اور اگر ان سب نے قبول کر لیا تو ظاہر ہے کہ ایک وقت تک لڑائی ملتوی ہو جائے گی۔

الحتصر اسی تجویز پر عمل ہوا اور نیزون پر قرآنون کو اُٹھایا اور چلائے کہ ھذا کتاب اللہ بیننا وبینکم۔ جب لشکر عراق نے اس طرح قرآنون کو بر سر نیزہ دیکھا ہاتھ رُک گئے اور کہنے لگے کہ ماننا چاہیے۔ امیر المومنینؑ نے فرمایا

عباد اللہ امضوا علےٰ حقکم وصدقکم الی قتال عدوکم فان معاویۃ وعمرو بن العاص وابن ابی معیط	اے بندگان خدا تم بدستور راستبازی و حق طلبی کے ساتھ اپنے دشمنون کی طرف جہاد کے لیے بڑھتے رہو کیونکہ معاویہ اور ابن العاص اور ابن ابی معیط اور ابن مسلمہ اور ابن ابی سرح اور ضحاک

وحبیب بن مسلمة وابن ابی سرح
والضحاک بن قیس لیسوا باصحاب
دین ولا قرآن انا اعرف بهم منکم
قد صحبتهم اطفالاً وصحبتهم رجالاً
فکانوا شر اطفال وشر رجال و
یحکم انهم ما رفعوها ثم لا یرفعونها
ولا یعلمون بما فیها وما رفعوها لکم
الا خدیعة و دهنا ومکیدة

بن قیس ان مین سے کوئی بھی دیندار اور متبع قرآن نہین ہے مین تم سے زیادہ اِن لوگون کے احوال سے آگاہ ہون بچپنے سے اس وقت تک ان لوگون کا ساتھ رہا ہے یہ اپنے کسی زمانہ مین عمر بھر کبھی شرارت سے باز نہین رہے۔ یہ لوگ بالکل احکام قرآن پر کاربند نہین ہین اور جانتے تک نہین کہ پیروی قرآن کیا چیز ہے قرآن کو نہ قرآن سمجھکر اب انھون نے اُٹھایا ہے نہ کبھی اُٹھائین گے فقط فریب و منافقت و مکاری سے اس وقت تک قرآن کو بلند کیا ہے۔

اشعث اور اس کے ساتھی امیرالمومنین علیہ السّلام کی اس فہمائش سے کچھ متاثر نہ ہوئے اور نوبت باینجا رسید کہ بگڑ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ آپ التوائے جنگ کا حکم نہ دین گے تو ابھی ہم خود آپ سے جنگ کرنا شروع کر دین گے۔ امیرالمومنین علیہ السّلام نے دیکھا کہ اگر یہ احمق اس وقت آپس مین لڑ پڑے اور اُدھر لشکر شام سے بھی جنگ قائم رہی تو سب دیندار مسلمان جو ہمارا ساتھ دے رہے ہین فنا ہو کر رہ جائین گے۔ مجبوراً جنگ کو ختم کرنے کا حکم دیا اس پر اشتر نے کہلا بھیجا کہ امیرالمومنینؑ اب فتح مین کیا دیر رہ گئی ہے ہمین آپ کیون روکتے ہین۔ امیرالمومنین علیہ السّلام نے اس کے جواب مین اشتر کو یہ پیام بھیجا کہ اس سے کیا حاصل ہوگا کہ اُدھر تم فتح کرو اور ادھر یہ گروہ ہمکو قتل کر ڈالے۔ اشتر نے یہ فقرہ سُنکر تلوار میان مین ڈال لی اور میدان نبرد سے چلا آیا۔ حضرت علیؑ نے ضدی گروہ کو مخاطب کرکے فرمایا یہ سب ماجرا بھول نہ جانا یاد رکھنا۔

بعد التوائے جنگ حکم یعنی پنچ مقرر کرنے کا مرحلہ پیش آیا اس وقت بھی اُسی گروہ اشعث نے جس نے مجبور کرکے جنگ ملتوی کرائی تھی اور سعد ابن خارجی نے ابو موسیٰ اشعری کو پنچ مقرر کئے جانے پر اصرار کیا امیرالمومنینؑ نے بھر سمجھایا کہ بس تمھاری ایک ضد ہولی۔ ابو موسیٰ اشعری مجھ سے منحرف ہے تم دیکھ چکے کہ کوفہ مین اُس نے کس کس طرح میرے احکام کو رد کیا مگر اُس گروہ نے ایک بات نہ مانی آخر امیرالمومنینؑ نے یہ شرط لگا کر کہ قران کے خلاف

اگر فیصلہ ہوگا تو منظور نہ ہوگا ابو موسیٰ ہی کو پنچ مقرر کیا۔ اُدھر سے ابن العاص پنچ مقرر ہوئے
اقرارنامہ تحریر ہونے لگا تو کاتب نے حسب دستور عنوان پر حضرت علیؑ کے نام کے ساتھ لفظ
امیرالمومنینؑ بھی لکھا مگر ابن العاص نے ٹوکا کہ لفظ امیرالمومنین نہ لکھا جائے۔ احنف نے کہا
بیشک لکھا جائے گا فریقین مین دیر تک اس پر بحث رہی پھر اس موقع پر بھی اشعث
نے ابن العاص کا ساتھ دیا اور کہا کہ یہ لفظ مٹا بھی ڈالو خدا اس کو شگون نیک کرے گا چنانچہ
لفظ امیرالمومنین محو کیا گیا اس پر امیرالمومنین نے فرمایا اللہ اکبر دونون طریقون مین کیسی
مطابقت و مماثلت ہے۔ اسی طرح صلحنامہ حدیبیہ کے تحریر کے وقت قریش نے لفظ رسول اللہ
کو مٹوایا تھا۔ یہ سنکر ابن العاص نے کہا کہ کیا خوب یون ہمکو کافرون سے تشبیہ دیجاتی ہے۔
امیرالمومنینؑ نے فرمایا کہ او زادہ نابغہ تو کب فاسقون کا دوست اور مسلمانون کا دشمن نہ تھا۔
تو سوا اپنی مان کے جس نے تجکو جنا ہے کس کا مشابہ ہوگا۔ ابن العاص اٹھ کر چلا اور کہنے لگا
کبھی آپ کی مجلس مین نہ آؤن گا۔ امیرالمومنینؑ نے فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ خدائے برتر
میری مجلس کو تجھ سے اور اُن لوگون سے جو مثل تیرے ہین پاک رکھے گا۔ القصہ دستاویز
اقرارنامہ ۱۴۔ صفر ۳۷ھ کو تحریر ہوئی اور فریقین نے میدان جنگ سے قصد مراجعت کیا
امیرالمومنینؑ نے سب اسیران جنگ کو رہا کر دیا۔ اُس وقت معاویہ کو بھی اسیران جنگ کو
چھوڑنا پڑا۔ اور ابن العاص سے کہا کہ بتاؤ تم جو مجکو یہ رائے دیا کرتے تھے کہ قیدیون کو قتل
کرڈالو۔ اگر مین تمھاری رائے پر عمل کرتا تو اب کیسی خرابی مین پڑتا۔ امیرالمومنینؑ نے ان
سب امور کے ختم ہونے کے بعد جو خطبہ اپنے اہل لشکر مین ارشاد فرمایا اُس کا خلاصہ یہ ہی
کہ تمھارے اس فعل نے کہ اس طرح تمنے جنگ سے ہاتھ کھینچ لیا تمھاری قوت کو تباہ اور
تمھاری امیدون کو خاک مین ملا دیا۔ تم ذلیل و خوار ہو گئے۔ ابھی تک تم غالب تھے
اور تمھارے دشمن فنا ہونے کے قریب پہونچ چکے تھے۔ اور اُن مکارون نے جنگ سے
عاجز آکر قرآنون کو بلند کیا تھا۔ تم فریب کھا گئے اور جیتا ہوا میدان ہاتھ سے دیدیا۔ بخدا
میرا گمان ہے کہ اب تمھین کامیابی میسر نہ ہوگی۔ لوگون نے امیرالمومنینؑ سے کہا کہ مالک اشتر
دستاویز اقرارنامہ کو نہین مانتا اور کہتا ہے کہ جنگ ہی کرنا چاہیے آپ نے فرمایا اب اقرار مین

تبدیل جائز نہین ہے ہان جو حکم خدا کو ترک کردے گا اُس سے لڑنا۔ رہا تمھارا یہ خیال کہ اشتر میرا تابع حکم نہین غلط ہے۔ کاش تم مین سے ایک ہی شل اُس کے اور ہوتا جو دشمن کے باب مین میرا ہمخیال ہوتا۔ افسوس تم لوگون نے میرے حکم سے سرتابی کرکے یہ خرابیان ڈال دین۔

جب امیرالمومنینؑ نے صفین سے کوفہ کی طرف کوچ کیا اثنائے راہ سے وہی گروہ جس نے جنگ ختم کرنے پر مجبور کیا تھا ساتھ چھوڑ کر چلدیا اس وقت سے یہ لوگ خارجی کے نام سے مشہور ہوئے۔ اور ان لوگون نے حرورا۔ مین جاکر اپنی چھاؤنی قائم کی۔ ان لوگون کی تعداد بارہ ہزار تھی ان کا سپہ سالار شیث بن ربعی التمیمی تھا اور پیشنماز عبداللہ بن الکواء الیشکری اور کہتے تھے کہ اب تو ہمین بیعت خدا سے ہے اور بعد فتح بطریق شورے انتخاب خلیفہ ہوگا۔

امیرالمومنینؑ نے کوفہ مین پہونچکر عبداللہ بن عباس کو اہل حروراء کے پاس روانہ کیا اور فرمایا کہ جب تک ہم نہ پہونچ لین اُن سے بحث نہ کرنا مگر اُن لوگون نے ابن عباس سے بحث شروع کردی۔ اتنے مین امیرالمومنینؑ بھی پہونچ گئے اور عبداللہ بن عباس سے فرمایا تم خاموش ہوجاؤ۔ پھر بعد حمد و ثنا یون گویا ہوئے۔

اللّٰہم ان ھذا مقام من افلج فیہ کان اولی بالفلج یوم القیامۃ ومن نطق فیہ واوعث فھو فی الاخرۃ اعمی واضل سبیلا ثم قال لھم من زعیمکم قالوا ابن الکواء قال علی فما اخرجکم علینا قال حکومتکم یوم صفین قال انشدکم باللہ اتعلمون انھم حیث رفعوا المصاحف فقلتم نجیبھم الی کتاب اللہ قلت لکم انی اعلم بالقوم منکم انھم لیسوا باصحاب

الٰہی یہ وہ مقام ہے کہ جو یہان فائز و کامیاب ہوا وہ فوز و فلاح آخرت سے قریب ہوا اور جس نے یہان فساد انگیز بات کی وہ آخرت مین کور و گمراہ ثابت ہوگا۔ پھر خوارج سے پوچھا تمھارا سرگروہ کون ہے۔ بتایا گیا کہ ابن الکواء۔ یہ معلوم کرکے امیرالمومنینؑ نے فرمایا کہ تم لوگون نے کیون ہمپر خروج کیا ہے۔ انھون نے کہا اسلیے کہ تم کیون مقرر کیے گئے۔ امیرالمومنینؑ نے فرمایا کہ اب تمھین خدا کو حاضر و ناظر جان کر کہو کہ جب اہل شام نے قرآنون کو بلند کیا تو تمھین لوگون نے کہا کہ ہم تو اہل شام کی اس دعوت کو قبول کرتے ہین۔ اس پر مین نے تم سے کہا کہ مین تم سے زیادہ اُن لوگون سے واقف ہون بچپنے سے اب تک

دین ولا قران الی صحبتهم وعرفتهم
اطفالا ورجالا فکانوا شر اطفال
وشر رجال امضوا علی حقکم
وصدقکم فانما رفع القوم المصاحف
خدیعة ووهنا ومکیدة فرددتم علیّ
رأئی وقلتم لا بل نقبل منهم فقلت لکم
اذکروا قولی لکم ومعصیتکم ایای فلما
ابیتم الا الکتاب اشترطت علی الحکمین
ان یحییا ما احیا القران وان یمیتا
ما امات القران فان حکما بحکم القران
فلیس لنا ان نخالف حکما یحکم بما
فی القران فان ابیا فنحن من حکمهما براء
قالوا فخبرنا ما تراه عدلا تحکیم الرجال
فی الدماء فقال انا لسنا حکمنا الرجال
انما حکمنا القران وهذا القران انما
هو خط مسطور بین دفتین لا ینطق
انما یتکلم به الرجال قالوا فخبرنا عن الاجل
لم جعلته فیما بینک وبینهم قال لیعلم الجاهل
ویتثبت العالم ولعل الله عزوجل یصلح
فی هذه الهدنة هذه الامة ادخلوا
مصرکم رحمکم الله فدخلوا من عند اخرهم

مین نے اُن کو جانچ لیا ہے وہ لوگ نہ دیندار ہین نہ قرآن کے ماننے
والے ہین تم لوگ اپنے صدق وحق پر بدستور قایم رہو اور اسی طرح
لڑتے رہو اُن لوگون نے منافقانہ تمھین فریب دینے کو قرآن اُٹھائے ہین
مگر تم نے میری اس فہمائش کو نہ مانا اور اپنی ہی ضد پر اڑے رہے۔
تمھارا یہ رنگ دیکھکر آج ہی کے دن کے لیے اُس دن تمکو یہی تنبیہ
کر دیا تھا کہ اپنی اس ضد کو اور میری اس فہمایش کو یاد رکھنا۔ غرضکہ
جب تمنے کسی طرح میری بات کو نہ مانا تو مین نے تمھاری ہی ضد کو قائم
رہنے دیا۔ لیکن پھر بھی دونون حکمون کے لیے یہ شرط لازم
کر دی کہ حکم قرآن کے مطابق فیصلہ سنائین۔ پس اگر ابو موسی
وعمرو موافق حکم کتاب خدا فیصلہ سنائین گے تو ہمین کوئی وجہ
مخالفت نہین ہے۔ اور اگر وہ خلاف عہد وشرط عمل کرین گے
تو ہم بری ہین۔ خوارج نے کہا کہ آپ نے یہی کیون نہ اُسوقت
کہا کہ قرآن حکم ہے۔ امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ قرآن خط مسطور ہے
جو دو دفتیون کے بیچ مین محفوظ ہے۔ قرآن خود نہین بولتا بلکہ
لوگ قرآن پڑھتے ہین اور سناتے ہین۔
خوارج نے کہا کہ اچھا اتنی مہلت کیون دی کہ رمضان
مین فیصلہ سنایا جائے۔ امیر المومنینؑ نے فرمایا اس لیے کہ
شاید اتنے دنون مین غور وتامل کے بعد وہ لوگ اصلاح پذ[یر]
ہو جائین۔

اس کے بعد امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ بس اب ان قصون جھگڑون کو جانے د[و]
خدا تم پر رحم فرمائے آؤ اپنے شہر مین چلو اور اپنے گھرون مین بسو۔ چنانچہ سب چلے آئے

پھر جب امیرالمومنینؑ نے میعاد مقررہ پر ابوموسیٰ کو دومۃ الجندل کی طرف بھیجنے کا قصد کیا تو خوارج میں سے زرعہ بن البرج الطائی اور حرقوص بن زہیر السعدی آئے اور امیرالمومنینؑ سے کہا کہ ابوموسیٰ کو نہ بھیجیے اور ہمیں ساتھ لیکر معاویہ سے لڑنے کو چلیئے۔ امیرالمومنینؑ نے فرمایا میں نے تو پہلے ہی تم سے یہ کہا تھا کہ لڑو اور فریب نہ کھاؤ مگر تم نے میرا کہنا نہ مانا۔ اب کیا ہوتا ہے۔ اقرار و عہد ہو چکا ہے اور ہم ہرگز عہد شکنی نکرینگے کیونکہ خدا فرماتا ہے واوفوا بعھد اللہ اذا عاھدتم ولا تنقضوا الایمان بعد توکیدھا وقد جعلتم اللہ علیکم کفیلا ان اللہ یعلم ما تفعلون۔ زرعہ نے کہا کہ اگر آپ ہماری بات نہ مانیں گے تو ہم آپ سے جنگ کریں گے۔ آپ نے فرمایا تو عجب بدبخت ہے گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ ہوا کے جھونکوں میں تو قتل کیا ہوا پڑا ہے۔ زرعہ نے کہا میں یہی چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا حق پر مرنا اچھا ہوتا ہے۔ اور تجھے تو شیطان نے بھڑکا رکھا ہے۔ یہ سنکر دونوں خارجی لاحکم الا اللہ کہتے ہوئے چلے گئے۔

امیرالمومنینؑ نے جب ابوموسیٰ کو روانہ دومۃ الجندل کیا۔ خوارج نے کوفہ میں عبداللہ بن وہب الراسی کے گھر میں مجتمع ہو کر باہم مشورہ کیا اور گیارھویں ۳۷ھ کو عبداللہ بن وہب کے ہاتھ پر بیعت کرکے متفرق طور پر خفیہ کوفہ سے نکلنا شروع کیا اور خوارج بصرہ سے مراسلت کی اور نہروان میں مجتمع ہونے لگے۔

جب خوارج کوفہ سے نکل گئے امیرالمومنینؑ کی حضور میں اُن کے اصحاب و شیعہ حاضر ہوئے اور تجدید بیعت کی۔ اس وقت میں سوء اتفاق سے ربیعہ بن ابی شداد الخثعمی بھی جو نامور ان قبیلہ خثعم میں تھا حاضر ہوا۔ امیرالمومنینؑ نے اُس سے فرمایا کہ تو بھی اسیطرح بشرط اتباع کتاب خدا و سنت رسولخداؐ بیعت کر۔ اس نے کہا کہ شرط اتباع سنت ابی بکر و عمر بھی بڑھایئے تو بیعت کروں۔ یہ سنکر امیرالمومنینؑ نے فرمایا کہ ویلک لو ان ابابکر و عمر عملا بغیر کتاب اللہ و سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یکونا علی شیئ من الحق۔ وائے ہو تجھ پر یہ نہیں سمجھتا کہ ابوبکر و عمر نے اگر کتاب خدا و سنت رسولخداؐ پر عمل نہ کیا تو وہ خود بیرو باطل ہیں۔ یہ جھڑکی سنکر ربیعہ نے بیعت تو کرلی مگر اُس کے چہرہ پر جو آثار نمودار ہوئے

اُن کو مشاہدہ کر کے امیر المومنین نے فرمایا کہ گویا مین دیکھ رہا ہون کہ تو خوارج کے ساتھ قتل ہوا ہے اور تیری نعش کو گھوڑون نے ٹاپون سے روند ڈالا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

واقعۂ حکمین

ماہ رمضان مین ادھر سے عبد اللہ بن عباس مع چار سو فوج کے ابو موسیٰ کو ساتھ لیکر دومۃ الجندل مین پہونچے اور اُدھر سے عمرو بن العاص چار سو سپاہ لیکر آئے۔ اور ابو موسیٰ و عمرو مین خلوتین ہونا شروع ہوئین۔ ایک مرتبہ عمرو نے ابو موسیٰ سے کہا کہ معاویہ کو خلافت کے لیے منتخب کرو تو وہ شائستہ خلافت ہے۔ کیونکہ ام حبیبہ زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بھائی ہے اور صاحب اقتدار و حسن سیاست و حسن تدبیر مین مشہور ہے۔ علاوہ اس کے تمکو ایسا صلہ بھی دے گا کہ کسی خلیفہ سے تمنے نہ پایا ہوگا۔ ابو موسیٰ نے کہا کہ جاہ و حشم پر خلافت کا دار و مدار نہین ہے ایسا ہو تو ابرھہ بن الصباح بادشاہ حبشہ کی نسل سزاوار خلافت ہے بلکہ خلافت اہل دین و اہل فضل و مہاجرین اولین کا حق ہے اگر مین اُس شخص کو خلافت کے لیے منتخب کرون جو از روئے شرف افضل قریش ہو تو علی بن ابی طالب کو منتخب کرون گا اور یہ جو تمنے معاویہ سے صلہ ملنے کا ذکر کیا۔ اسکا جواب یہ ہے کہ مین حکم خدا مین رشوت نہ لون گا۔ ہان یہ ہو سکتا ہے کہ تم علی کو نہین چاہتے تو عمر بن الخطاب کے نام کو زندہ کرنے کے لیے مین تیار ہون یعنی عبد اللہ بن عمر کو منتخب کیا جائے۔ عمرو نے کہا کہ ابن عمر پر راضی ہو تو میرے بیٹے ہی کو کیون نہین منتخب کرتے۔ ابو موسیٰ نے کہا کہ تمھارا بیٹا مرد راستباز ضرور ہے مگر اُس کو تمنے اپنے ساتھ اس فتنہ مین شریک کر لیا ہے۔

اسی زمانے مین ایک روز شریح بن ہانی نے عمرو ابن العاص سے ملکر حضرت علیؑ کا یہ پیام پہونچایا کہ ابن العاص علی نے تم سے کہا ہے کہ خدا کے نزدیک سب سے افضل وہ شخص ہے جو حق پر کاربند ہو۔ اور تم جانتے ہو کہ کون اہل حق ہے۔ روز جزا کو نہ بھولنا۔ مسلم کی عداوت اور ظالم کی نصرت سے نامۂ اعمال سیاہ نہ ہو۔ جاگیر کی طمع اور رشوت کی

جاٹ اولیائے خدا کا دشمن بنا دینے والی چیزین ہین۔ یہ سنکر ابن العاص نے منھ چڑھالیا اور کہا کہ مین نے کس روز علی کے مشورہ وصلاح پر عمل کیا ہے جو آج کرون۔ شریح نے کہا سبحان اللہ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما جو تجھ سے بہتر تھے وہ تو علیؓ کی رائے وتدبیر پر عمل کرتے تھے اور تو اس طرح اپنے مولا اور سید المسلمین کے مشورہ سے اپنے کو بے پروا ظاہر کرتا ہے اس پر طرفین سے کچھ اور درشت کلامی ہوئی اور شریح جواب ترکی بہ ترکی دے کر اٹھ کھڑا ہوا۔ المختصر ابن العاص نے مختلف صحبتون اور بار بار خلوتون مین کوشش کرکے ابوموسی کی تعظیم وتکریم مین اس درجہ مبالغہ کیا کہ اُن کو خوب مانوس کرلیا پھر مناسب تمہیدون سے پہلا پھسلا کر اُن کے ذہن مین یہ بات ڈالی کہ علیؓ ومعاویہ دونون کو معزول کردیا جائے تو جھگڑا ختم ہوگا ورنہ یہی شورش برپا رہے گی۔ اس کے بعد مسلمانون کو اختیار ہے کہ باہم مشورہ کرکے جس کو چاہین خلیفہ منتخب کرلین اور طے کرلیا کہ ابوموسی علیؓ کو معزول کرین۔ اور ابن العاص معاویہ کو معزول کرین۔ جب خفیہ طور پر باہدگر دونون مین اسطرح یہ معاملہ قرار پاچکا تو دونون فیصلہ سُنانے کے لیے جلسۂ عام مین آئے۔ منبر رکھا گیا۔ ابوموسی نے ابن العاص سے کہا کہ جائیے فیصلہ سنائیے۔ ابن العاص نے کہا معاذ اللہ میری یہ مجال نہین کہ آپ پر کبھی سبقت وپیشقدمی کرون۔ اور شروع سے ابن العاص نے اسی دن کے لیے یہی طریقہ تعظیم ابوموسی سے برت رکھا تھا۔ چنانچہ کہا گیا ہے کہ ابوموسی عادت کے موافق دھوکا کھاگئے اور منبر کی طرف چلے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس نے شاید قیافہ سے کچھ تاڑ لیا اور فرمایا دیکھنا ابوموسی کسی فریب مین نہ آنا مگر ابن العاص کا جادو ایسا نہ تھا کہ اُتر جاتا۔ ابوموسی منبر پر چڑھ گئے اور فرمایا باقتضائے مصلحت مین علی کو معزول کرتا ہون یہ سنتے ہی فوراً ابن العاص نے پکار دیا کہ مین معاویہ کو خلیفہ بناتا ہون۔ ابوموسی چلائے کہ او ابن العاص خدا تجکو اپنی توفیق سے ہمیشہ محروم رکھے تو نے غدر وفجور کیا تو اُس کتے کی مثال ہے کہ اگر اُس کو دھتکار دو تو بھی زبان لٹکائے رہے اور چھوڑ دو تو بھی جیب نکالے رہے۔ ابن العاص نے کہا کہ تو مثل اُس گدھے کے ہے جس پر کتابین لدی ہون شریح نے لپک کر ابن العاص کو کوڑا مارا۔ لوگ کھڑے ہوگئے اور بیچ بچاؤ کر دیا گیا۔

ابوموسیٰ سوار ہوکر مکہ کی طرف بھاگ گئے۔ اور فریقین اپنی اپنی طرف چلے گئے۔

وہ اقرارنامہ جو امیرالمومنینؑ اور معاویہ نے لکھکر ابوموسیٰ وابن العاص کو دیا تھا اُس کا مضمون یہ تھا:۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ھذا ما تقاضی علیہ علی بن ابی طالب ومعاویۃ بن ابی سفیان قاضی علیؑ علی اھل الکوفۃ ومن معھم من شیعتھم من المؤمنین والمسلمین وقاضی معاویۃ علی اھل الشام ومن کان معھم من المومنین والمسلمین انا ننزل عند حکم اللہ عزوجل وکتابہ ولا یجمع بیننا غیرہ وان کتاب اللہ بیننا من فاتحتہ الی خاتمتہ نحی ما احیا ونمیت ما امات فما وجد الحکمان فی کتاب اللہ عزوجل وھما ابوموسیٰ الاشعری عبداللہ بن قیس وعمرو بن العاص القرشی عملا بہ وما لم یجدا فی کتاب اللہ عزوجل فالسنۃ العادلۃ الجامعۃ غیر المفرقۃ۔

اس مضمون اقرارنامہ سے صاف صاف ظاہر ہے کہ منحصر علیہ قرآن مجید تھا۔ اور ابوموسیٰ وابن العاص نے خلاف شرط فیصلہ سُنایا۔

فتنۂ خوارج عراق

عبداللہ بن عباس دومۃ الجندل سے جب حاضر خدمت امیرالمومنینؑ ہوئے۔ تمام واقعات حکمین بیان کیے۔ امیرالمومنینؑ نے اُن کو اُن کی جگہ پر روانہ بصرہ کیا اور پھر جلسۂ عام میں یہ خطبہ ارشاد فرمایا:۔

الحمد للہ وان اتی الدھر بالخطب الفادح والحدثان الجلیل وا شھد ان لا الہ الا اللہ وان محمد الرسول اللہ اما بعد فان المعصیۃ تورث الحسرۃ وتعقب الندم وقد کنت امرتکم فی ھذین الرجلین وفی ھذہ الحکومۃ امری ونخلتکم رائی لوکان لقصیر امر ولکن ابیتم الا ما اردتم فکنت انا وانتم کما قال اخو ھوازن۔ امرتھم امری بمنعرج اللوی؛ فلم یستبینوا الرشد الا ضحی الغد الا ان ھذین الرجلین اللذین اخترتموھما حکمین قد نبذا حکم القران وراء ظھورھما واحییا ما امات القران واتبع کل واحد منھما ھواہ لغیر ھدی من اللہ فحکما بغیر حجۃ بینۃ ولا سنۃ ماضیۃ واختلفا فی حکمھما وکلاھما لم یرشد فبرئ اللہ منھما ورسولہ وصالح المومنین۔ استعدوا وتاھبوا

للمسیر الی الشام واصبحوا فی معسکرکم ان شاء اللہ یوم الاثنین۔

خلاصۂ کلام معجز نظام یہ ہے کہ کاش میرے حکم کو تم لوگ مانتے اور میری رائے پر عمل کرتے تو آج اس طرح تم مبتلائے حسرت وندامت نہ ہوتے۔ مین نے ابوموسیٰ اور ابن العاص اور اُس امر کی نسبت جو اُن دونون سے متعلق کیا جاتا تھا پہلے ہی تم لوگون سے سب کچھ بتا دیا تھا مگر تمنے میرا حکم نہ مانا اور اپنی ہی ضد پر عمل کیا آخر اُس نافرمانی کا نتیجہ دیکھ لیا کہ ابوموسیٰ وابن العاص نے جن کو تمنے پسند کیا تھا حکم قرآن کو اپنے پس پُشت پھینک دیا اور سراسر خلاف حکم قرآن اپنے اپنے ہوائے نفس سے جو چاہا بک دیا۔ اور بااینہمہ دونون مین باہم گرا اختلاف بھی رہا۔ لہذا خدا ورسول وصالح المومنین اُن دونون سے بیزار وبے تعلق ہین اب تم اہل شام سے جنگ کے لیے تیار ہوجاؤ۔ اور دوشنبہ کو چھاؤنی مین حاضر ہو۔ پھر قریب قریب اسی مضمون کا ایک فرمان لکھکر زید بن حصین وعبداللہ بن وہب اور اُن کے ساتھی خوارج کو بھیجا۔ مگر اُنھون نے وہی جواب دیا کہ حکم مقرر کرنا گناہ تھا ہمنے اُس سے توبہ کی تم بھی توبہ کرو تو ہم تمھارے ساتھ ہین ورنہ تمھین سے لڑین گے۔

امیر المومنینؑ نے کوفہ سے نکل کر معسکر (چھاؤنی) نخیلہ مین قیام فرمایا اور یہان ایک روز یہ خطبہ ارشاد فرمایا۔

ان علیا لما نزل بالنخیلۃ وایس من الخوارج فحمد اللہ واثنی علیہ ثم قال اما بعد فانہ من ترک الجہاد فی اللہ وادھن فی امرہ کان علی شفا ھلکۃ الا ان یتدارکہ اللہ بنعمۃ فاتقوا اللہ وقاتلوا من حاد اللہ وحاول ان یطفئ نور اللہ۔ قاتلوا الخاطئین الضالین القاسطین المجرمین لیسوا بقراء القران ولا فقہاء فی الدین ولا علماء فی التاویل ولا لھذا الامر باھل فی سابقۃ الاسلام واللہ لو ولوا علیکم لعملوا فیکم باعمال کسری وھرقل تیسروا وتھیئوا للمسیر الی عدوکم من اھل المغرب وقد بعثنا لاخوانکم من اھل البصرۃ لیقدموا علیکم فاذا قدموا فاجتمعتم شخصنا ان شاء اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ خلاصہ کلام یہ کہ مسلمانو! جہاد فی سبیل اللہ مین سستی کرنے والا ہلاکت مین گر پڑنے والا ہے۔ خدا کی نافرمانی سے ڈرو اور ان خطاکارون۔ گمراہون۔ ظالمون۔ مجرمون۔ خدا کے دشمنون سے جو نور خدا کو بجھانے کا قصد رکھتے ہین

جہاد کرو۔ ان مین نہ کوئی قاری قرآن ہے نہ فقیہ نہ عالم اور نہ باعتبار خدمات سابقہ اسلام کوئی لائق حکومت۔ بخدا اگر یہ لوگ تم پر حکمران ہو گئے تو ایران کے آتش پرست اور روم کے نصرانی بادشاہون کے خود سرانہ آئین و قوانین کے مطابق تم پر حکومت کرین گے اور جیسا اُن کا طرز عمل اپنی رعایا کے ساتھ ہے ویسا ہی یہ لوگ تمھارے ساتھ کرین گے۔ لہذا ان لوگون سے جہاد کے لیے تیار ہو جاؤ۔ ہمنے تمھارے برادران اہل بصرہ کو بھی طلب کیا ہے جس وقت وہ بھی آ گئے۔ قوت الٰہیہ پر بھروسہ کرکے ہم بقصد جہاد روانہ ہون گے۔

عبداللہ بن عباس والی بصرہ نے امیرالمومنینؑ کا فرمان لوگون کو پڑھکر سنایا۔ صرف پندرہ سو آدمی تیار ہوئے اس پر ابن عباس نے افسوس کیا کہ تم لوگ ساٹھ ہزار ہو اور تمھارے بیٹے اور غلام اور موالی اس شمار کے علاوہ ہین۔ پھر ابوالاسود الدؤلی کو لوگون کے جمع کرنے پر مامور کیا۔ بہزار کوشش تین ہزار دو سو مجاہد بماتحتی جاریہ بن قدامہ روانہ ہوئے اور بمقام نخیلہ امیرالمومنینؑ کی حضور مین پیش ہوئے۔ امیرالمومنینؑ نے شیوخ کوفہ کو حکم دیا کہ اپنے اپنے قبیلون کی مردم شماری کی فہرستین پیش کرین۔ چنانچہ سعید بن قیس اور معقل بن قیس و عدی بن حاتم و زیاد بن خصفہ و حجر بن عدی و دیگر اشراف کوفہ نے فردین پیش کین۔ چالیس ہزار اہل جنگ اور سات ہزار اُن کے بیٹے قابل نبرد اور آٹھ ہزار موالی و غلام شمار مین آئے۔ اور ان روسا نے عرض کیا کہ پیرانہ سال ضعیفون کو ہمنے اپنے املاک و جائداد کی نگرانی کے لیے چھوڑ دیا ہے۔ امیرالمومنینؑ نے سعد بن مسعود حاکم مدائن کو بھی بطلب فوج فرمان بھیجا۔

اسی اثنا مین آپ نے سُنا کہ لوگ کہتے ہین کہ اول اہل حرورا سے فراغ حاصل کرنا چاہیے۔ اس پر آپ نے ایک نہایت سنجیدہ خطبہ ارشاد فرمایا اور اس مین یہ بھی ذکر فرمایا کہ ان لوگون کا ذکر چھوڑ دو۔ و سیروا الی قوم یقاتلونکم کیما یکونوا جبارین ملوکا و یتخذوا عباد اللہ خولا۔ اور اُس قوم کی طرف چلو جو تم سے محض اس لیے لڑ رہے ہین کہ خود رائی ظالم بادشاہ بنکر بندگان خدا کو اپنا لونڈی غلام بنائین یہ سنکر سب نے عرض کیا بہتر جو

امیرالمومنینؑ پسند فرمائین اختیار کرین۔ چنانچہ امیرالمومنینؑ مع فوج بقصد جنگ اہل شام روانہ ہوئے۔ نواح انبار مین پہونچکر قیس بن سعد بن عبادہ کو مدائن سے فوج لانے کے لیے بھیجا۔

اسی اثنا مین یہ خبر پہونچی کہ خوارج نے فتنہ برپا کردیا اور عالم سافرت مین جناب صحابی کے فرزند عبداللہ کو اور عبداللہ کی حاملہ زوجہ کو اور قبیلہ طی کی تین مسلمان بیبیون کو ناحق قتل کرڈالا۔ ان واقعات کی تحقیقات کے لیے امیرالمومنینؑ نے حارث بن مرہ کو بھیجا۔ خوارج نے حارث کو بھی مارڈالا۔ یہ سُنکر لوگون نے امیرالمومنینؑ سے فریاد کی کہ یہ لوگ تو ہمارے پیچھے اسی طرح ہمارے اہل وعیال تباہ کردین گے۔ ان کا جھگڑا چکا دیجے تو قصد شام فرمائیے۔ چنانچہ امیرالمومنینؑ نے خوارج کی طرف کوچ کیا۔ فرات کے پل سے عبور کرکے دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر روانہ ہوئے اور نواح دیر عبدالرحمٰن مین اُترے۔ پھر وہان سے چل کر دیر موسیٰ مین قیام کیا۔ پھر قریہ شاہی کی طرف گذرتے ہوئے ساحل فرات پر پہونچے اس سفر مین ایک منجم نے خاص دن اور ساعت سفر کے لیے تعیین کرکے امیرالمومنینؑ سے کہا کہ اس دن کے خلاف اگر آپ سفر کرین گے تو آپ اور آپ کے ہمراہی ضرور نقصان اُٹھائین گے۔ امیرالمومنینؑ نے اُسوقت کہ جس وقت نجومی نے سفر کرنے سے منع کیا تھا سفر کیا اور بعد فتح نہروان فرمایا کہ اگر ہم نجومی کی مقرر کی ہوئی ساعت مین سفر کرتے تو آج جاہلون کو یہ کہنے کا موقع ملتا کہ منجم کی بتائی ہوئی ساعت مین سفر کرنے سے یہ فتح نصیب ہوئی۔

امیرالمومنینؑ جب نواح نہروان مین پہونچے قیس بن سعد بن عبادہ اور سعد بن مسعود ثقفی آکر حاضر خدمت ہوگئے۔ امیرالمومنینؑ نے خوارج کو پیام بھیجا کہ ہمارے بھائیون (عبداللہ بن خباب وغیرہ) کے قاتلون کو ہمارے سپرد کرو تاکہ بحکم شرع اُن سے قصاص لیا جائے۔ خوارج نے جواب دیا کہ ہم سب نے قتل کیا ہے اور ہم سب اُن کے اور تمھارے خون کو حلال جانتے ہین۔ قیس بن سعد بن عبادہ نے بہت سمجھایا کہ تفرقہ نہ ڈالو مگر نہ مانا اور کہنے لگے کہ ان الحق قد اضاء لنا فلسنا متابعکم او تاتونا بمثل عمر۔ امر حق ہمپر منکشف ہوگیا اب ہم تمھاری پیروی نکرین گے یا تو مثل عمر کے ہمارے لیے کوئی خلیفہ لاؤ۔ قیس نے کہا کہ ہم مین تو سوا علیؑ

کے اور کوئی نہیں ہے۔ تم مین اگر کوئی ہو تو بتاؤ۔ ابو ایوب انصاری نے بھی نصیحتین کین
مگر کچھ اثر نہ ہوا۔ آخر مین امیر المومنینؑ نے خوارج کو مخاطب کر کے یہ ارشاد فرمایا۔
ایتہا العصابۃ التی اخرجہا عداوۃ المراء واللجاجۃ وصدھا عن الحق الھوی وطمح بھا النزق
واصبحت فی اللبس والخطب العظیم انی نذیر لکم ان تصبحوا تلفیکم الامۃ غدا صرعی باثناء ھذا النھر و
باھضام ھذہ الغایط بغیر بینۃ من ربکم ولا برھان بین۔ الم تعلموا انی نہیتکم عن الحکومۃ واخبرتکم
ان طلب القوم ایاھا منکم دھن ومکیدۃ لکم نباتکم ان القوم لیسوا باصحاب دین ولا قران وانی
اعرف بہم منکم عرفتہم اطفالا ورجالا فہم اھل المکر والغدر وانکم ان فارقتم رائی جانبتم الحزم
فعصیتمونی حتی اذا اقررت بان حکمت فلما فعلت شرطت واستوثقت فاخذت علی الحکمین
ان یحییا ما احیا القران وان یمیتا ما امات القران فاختلفا وخالفا حکم الکتاب والسنۃ فنبذنا
امرھما ونحن علی امرنا الاول فما الذی بکم ومن این اتیتم
(محصل کلام) اے خصومت انگیز و مبتلائے فتنہ و اسیر ہوائے نفس گروہ مین تمھین
سنائے دیتا ہون کہ کل تم اسی ترائی مین کٹے ہوئے پڑے ہوگے اور کتّے کی موت مروگے
تم جانتے ہو پہلے ہی مین نے تمھین منع کیا تھا کہ ان منافقون اور فریبیون کی بات نہ مانو۔
شروع سے مین ان لوگون سے واقف ہون یہ نہ دیندار ہین نہ متبع قرآن۔ مکار ہین اور غدار
مگر تمنے میری رائے کو نہ پذیرا کیا۔ اور عزم و حزم سے روگردانی کی۔ آخر وہی ہوا کہ ابو موسی و
ابن العاص نے خلاف شرط بر عکس حکم قرآن و سنت عمل کیا۔ چنانچہ ہمنے اُن کی اس بیہودگی ک
اُن کے سر مار دیا اور مثل سابق جہاد پر تیار ہین۔ تم کیا لغو خیالات لیے ہوئے پھر رہے ہو۔
خوارج نے کہا کہ جب ہمنے ابو موسیٰ و ابن العاص کا حکم مانا تھا تو ہم گناہگار و کافر
ہوگئے تھے پھر بعد کو جب ہمین سمجھ آئی تو توبہ کر کے مسلمان ہوئے۔ اب اگر تم بھی ہماری طرح
توبہ کر کے مسلمان ہوجاؤ تو ہم اور تم ایک ہین اور تمھارا ساتھ دینگے ورنہ تمسے جنگ کرینگے
امیر المومنینؑ نے یہ عجیب و غریب منطق سُنکر فرمایا کہ ناممکن ہے کہ باوجود ایمان
شرف ہجرت و جہاد فی سبیل اللہ مین اقرار کفر کر کے گمراہ بنون۔
المختصر خوارج نے کچھ بھی اثر وعظ و پند نہ لیا اور الرواح الرواح الی الجنۃ کے نعرے مار

ہوئے جنگ پر تل گئے۔ میمنہ پر زید بن حصین کو اور میسرہ پر شریح بن عوف کو اور سواروں پر حمزہ بن سنان کو اور پیدلوں پر حرقوص کو سردار بنا کر صف آرائی کردی۔ اسوقت امیرالمومنینؑ نے بھی اپنے لشکر کو ترتیب دیا۔ میمنہ پر حجر بن عدی کو میسرہ پر شبث بن ربعی اور معقل بن قیس کو سواروں پر ابوایوب انصاری کو پیدلوں پر ابوقتادہ انصاری کو اہل مدینہ پر جنکی تعداد سات سو یا آٹھ سو تھی۔ قیس بن سعد بن عبادہ کو افسر مقرر فرمایا۔ اور اسود بن یزید کو دو ہزار سوار دے کر حمزہ بن سنان کے مقابل قائم کیا۔ اور رایت امان دے کر ابوایوب انصاری کو بھیجا۔ اُنھوں نے قریب لشکر خوارج پہونچکر ندا دی کہ ہم تم مین خونریزی کرنا نہین چاہتے۔ عبداللہ بن خباب وغیرہ کے قاتلون کے سوا ہمین کسی سے تعرض نہین ہے باقی تم مین سے جو اس گروہ سے جدا ہو کر یہان آجائے یا کوفہ و مدائن کی طرف چلا جائے سب کیلیے امان ہے۔ اس ندا سے جماعت خوارج منتشر ہونے لگی۔ قریب سو کے حاضر لشکر امیرالمومنینؑ بھی ہوئے۔ اور عبداللہ بن وہب کے ساتھ صرف دو ہزار آٹھ سو خارجی میدان جنگ مین قائم رہ گئے۔

امیرالمومنینؑ نے سوارون کو پیدلون کے آگے صف آرا کیا اور اُن کے پیچھے پیدلون کی دو صفین قائم کین اور تیراندازون کو صف اوّل کے سامنے جمایا اور حکم دیا کہ جب تک خوارج جنگ مین پیشدستی نکرین تم جنگ کی ابتدا نکرنا۔ خوارج بڑے جوش و خروش سے حملہ آور ہوئے۔ امیرالمومنینؑ کے سوارون کی صف دو ٹکڑے ہو کر میمنہ و میسرہ کی طرف چلی گئی۔ اس وقت تیراندازون کا سامنا صاف ہوا اور انھون نے تیرون کا مینہ برسا دیا پھر میمنہ و میسرہ سے بڑھکر سوار بھی خوارج پر ٹوٹ پڑے اور تلوارون نے اپنا کام کرنا شروع کیا۔ تھوڑی ہی دیر مین خوارج یون کٹ کر رہ گئے کہ۔ فکانما قیل لھم موتوا فماتوا قبل ان تشتك شوكتهم وتعظم نكايتهم۔ گویا اُن سے کہا گیا کہ مرجاؤ اور وہ مرگئے۔ زید بن حصین و کلاب و عبداللہ بن وہب مارے گئے۔ امیرالمومنینؑ نے جب ذوالثدیہ کی لاش کو دیکھا کہا کہ الله اكبر ما كذبت ولا كُذِّبتُ اما والله لولا ان تنكلوا عن العمل لاخبرتكم بما قضى الله على لسان نبيه صلى الله عليه وسلم لمن قاتلهم مستبصرا فى قتالهم عارفا للحق الذى نحن عليه۔

رسولِ خدا نے جو خبر دی ہے صحیح ہے اور نہ مین نے کبھی جھوٹ بولا ہے۔ اگر یہ خیال ہوتا کہ تم آیندہ سعی و عمل سے قاصر رہو گے تو مین بقین مطلع کر دیتا کہ خدا نے اپنے نبیؐ کی زبان سے اُن مجاہدون کے حق مین جو دانا دلی و صدق نیت و حق شناسی کے ساتھ ان لوگون سے لڑے ہین کیا فیصلہ صادر فرمایا ہے۔

پھر امیرالمومنینؑ نے مجروحین کے جمع کرنے کا حکم دیا چنانچہ چارسو زخمی پائے گئے۔ اُن کو اُن کے خاندان والون کے سپرد کیا گیا کہ ان کی دوا کرو اور جب تندرست ہو جائین ان کو کوفہ مین بھیجدو۔ پھر جو کچھ لشکر خوارج مین گھوڑے وغیرہ اور اسلحہ ملے وہ مجاہدون کو تقسیم کر دیئے۔ اور غلامون اور لونڈیون اور دیگر اسباب خانہ داری کو کوفہ مین پہونچ کر اُن کے مالکون کے حوالے کر دیا گیا۔ عدی بن حاتم کا بیٹا طرفہ بھی خارجی ہو گیا تھا اور اس جنگ مین مارا گیا تھا۔ عدی نے اُس کی لاش کو گاڑا اور کہا کہ الحمد للہ الذی ابتلانی بیومك علی حاجتی الیك۔ خدا کا شکر کہ اُس نے تیری موت سے آج یون میرا امتحان لیا حالانکہ مجکو تیری ضرورت تھی۔ اور لوگون نے بھی اپنے خارجی قرابت دارون کو دفن کرنا شروع کیا۔ امیرالمومنین نے یہ معلوم کر کے کوچ کا حکم دیدیا اور فرمایا اتقتلونہم ثم تدفنونہم قتل کرنے کے بعد خود ہی دفن کرنا اور سوگوار بننا کیسا۔ اس جنگ مین اصحاب امیرالمومنینؑ مین سے صرف سات مجاہد شہید ہوئے۔

امیرالمومنینؑ نے اس جنگ نہروان سے فارغ ہو کر پھر بدستور قصد اہل شام کیا مگر اشعث بن قیس نے پھر وہی آخر جنگ صفین کی طرح یہان بھی کھنڈت ڈالی۔ بزدلون سے ساز کر کے عرض کیا تیر ختم ہو گئے اور اسلحہ خراب ہو گئے۔ فی الحال امیرالمومنین کوفہ مین تشریف لے چلین۔ کافی سامان جنگ سے آراستہ ہو کر اہل شام کی طرف چلیے گا۔ آخرالامر اس وقت بھی اسی گروہ کی ضد پوری ہوئی اور امیرالمومنینؑ کو کوفہ مین واپس آنا پڑا مگر یہ اہتمام کیا کہ نخیلہ مین بیرون شہر قیام فرمایا اور سب کو وہین رہنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ گھرون مین کم آؤ جاؤ تاکہ محبت زن و فرزند مانع شوق جہاد نہ ہو۔ مگر آخر یہی ہوا کہ سوا معدودے چند مخلص اصحاب کے اور سب رفتہ رفتہ چلے گئے اور چھاؤنی خالی ہو گئی اور تمام نظام برہم ہو گیا۔

اس زمانے مین امیرالمومنینؑ نے جہاد کے متعلق جو خطبے ارشاد فرمائے اور جن دردانگیز الفاظ سے نصرت حق کی لوگون سے التجا کی۔ افسوس وصد افسوس کہ بخیال اختصار ہم اُن مواعظ کے نقل کرنے سے محروم رہتے ہین۔ اہل نظر تاریخ کبیر طبری و تاریخ کامل ابن اثیر و تاریخ الاخبار الطوال ابوحنیفہ دینوری و تاریخ یعقوبی کو ملاحظہ فرمائین۔

فتنۂ خوارج کی خبرین جب مصر مین پہونچین وہان بھی خبر بتا گئے گروہ عثمانی نے جو وقت فرصت کا منتظر تھا فساد برپا کر دیا۔ اس وقت معاویہ نے بھی فتح مصر کا منصوبہ باندھا۔ اولاً اپنی عادت کے موافق خفیہ اہل مصر سے سازش شروع کی۔ مسلمہ بن مخلد انصاری اور معاویہ بن خدیج جو مصر مین گروہ عثمانی کے سرحلقہ تھے اُن کے پاس سُبیع اپنے آزاد کیے ہوئے غلام کی معرفت خطوط و پیام بھیجے۔ اُن لوگون نے جواب مین لکھا کہ ہم مدد کو حاضر ہین جلد فوج بھیجو امیرالمومنینؑ نے اس شورش و سازش سے مطلع ہو کر مالک بن الحارث الاشتر کو بجائے محمد بن ابی بکر والی مصر مقرر کر کے روانہ کیا اور یہ فرمان اہل مصر کے نام لکھکر مالک اشتر کو دیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ من عبد اللہ علی امیرالمومنینؑ الی الامۃ المسلمین الذین غضبوا للہ حین عصی فی الارض وضرب الجور بارواقہ علی البر والفاجر فلا حق یستراح الیہ ولا منکر یتناھی عنہ۔ سلام علیکم فانی احمد اللہ الیکم الذی لا الہ الا ھو۔ اما بعد فقد بعثت الیکم عبدا من عبید اللہ لا ینام ایام الخوف ولا ینکل عن الاعادی حذار الدوائر۔ اشد علی الکفار من حریق النار وھو مالک بن الحارث اخو مذحج فاسمعوا لہ واطیعوا فانہ سیف من سیوف اللہ لا نابی الضریبۃ ولا کلیل الحد۔ فان امرکم ان تقدموا فاقدموا وان امرکم ان تنفروا فانفروا فانہ لا یقدم ولا یحجم الا بامری وقد اثرتکم بہ علی نفسی لنصیحتہ لکم و شدۃ شکیمتہ علی عدوکم عصمکم اللہ بالھدی وثبتکم علی الیقین والسلام۔

محصل کلام یہ کہ یہ نامہ ہے بندۂ خدا علی امیرالمومنینؑ کی طرف سے اُن مسلمانون کے نام جو خوشنودی خدا کے لیے اُس وقت ظالمون سے بگڑ کھڑے ہوئے تھے جب سرزمین خدا پر خدا کی نافرمانیان کی جارہی تھین۔ اور نیک و بد سب پر بیداد ہو رہی تھی۔ اور لوگ حق سے مُنھ پھیرے ہوئے باطل کی طرف جھکے ہوئے تھے۔ سلام علیکم۔ اب ہم

مالک اشترکو حاکم مصر مقرر کرکے بھیجتے ہین جو نہایت بیدار و تجربہ کار و کفار کے حق مین آتش سوزندہ سے بھی زیادہ شدید ہے اُس کے احکام کو ماننا اور اُس کے مطیع رہنا۔ بھلین وہ جو حکم دے گا میرا حکم ہوگا۔ وہ سیف اللہ ہے۔ مین نے محض اس خیال سے کہ وہ تمھارا خیرخواہ اور تمھارے دشمنون کا سخت مخالف ہے اُس کو اپنی حضور سے جدا کیا ہے اور تمھارے پاس بھیجا ہے۔

معاویہ کو مالک اشتر کا حاکم مصر مقرر ہونا اپنے منصوبون کی خرابیون کا پیش خیمہ نظر آیا لہذا یہ تدبیر کی کہ ایک زمیندار سے ساز کرکے جس کا نام جایستار تھا اور جس کا علاقہ برسرراہ تھا مالک اشتر کو اثنائے راہ مین زہر دلا دیا۔ جب مالک اشتر کے مرجانے کی خبر معاویہ کو پہونچی تو کمال فخر سے جلسۂ اہل شام مین کہا کہ علیؑ کے دو داہنے ہاتھ تھے ایک عمار یاسر جس کو مین نے صفین مین کاٹا اور دوسرا مالک اشتر جس کو اب کاٹ ڈالا۔ چونکہ عمرو بن العاص سے اور معاویہ سے اسی پر موافقت ہوئی تھی کہ مصر فتح ہوگا تو عمرو کو جاگیر مین دیا جائے گا اسلیے معاویہ نے چھ ہزار فوج دے کر عمرو ہی کو مصر پر حملہ آور ہونے کے لیے بھیجا۔ عمرو نے قریب مصر پہونچکر چھاؤنی ڈالدی اور گروہ عثمانی آآکر اُس کے پاس جمع ہونا شروع ہوا۔ عمرو نے معاویہ کا خط مع اپنے خط کے محمد بن ابی بکر صدیق والی مصر کے پاس بھیجا۔ اور ڈرایا اور پھسلایا کہ مصر خالی کرکے نکل جاؤ مگر محمد نے منظور نہ کیا اور وہ دونون خط امیرالمومنینؑ کے پاس بھیجکر امداد طلب کی۔ امیرالمومنینؑ نے ہمت بڑھانے والے الفاظ مین جواب دیا کہ مدد بھیجنے کا اہتمام کیا جارہا ہے گھبرانا نہین۔ اور ہزارون مشکلین جھیل کر دو ہزار سپاہی مہیا کیے اور اُن کو مصر کی طرف روانہ کیا۔ لیکن عمرو نے محمد کو فرصت نہ دی اور فوراً جنگ چھیڑ دی۔ کنانہ بن بشر اور محمد بن ابی بکر بسعی تمام چار ہزار فوج جمع کرکے مقابلہ مین آئے مگر اہل شام اور مصر کے عثمانی گروہ کے ہجوم سے سر بر نہ ہوسکے۔ محمد ما خوذ ہوگئے۔

عبدالرحمن بن ابی بکر صدیق نے جو عمرو کے ساتھ اُس کے لشکر مین تھے اپنے بھائی محمد کی سفارش کی۔ مگر معاویہ بن خدیج نے نہ مانا اور کہا کہ کیا خوب کنانہ بن بشر جو ہمارا ہم قوم تھا اُس کو تو تم قتل کرو اور ہم تمھارے بھائی کو چھوڑ دین۔ محمد پیاسے تھے پانی مانگا۔ معاویہ

بن خدیج نے کہا کہ جا کر جہنم میں غساق و حمیم پینا۔ محمد نے کہا کہ او یہودن کے جنے تو کیا بکتا ہے خدا اپنے دوستوں کو سیراب کرنے والا ہے۔ ابن خدیج نے کہا کہ تجھکو ہم عثمان بن عفان کے عوض قتل کرتے ہیں۔ محمد نے کہا کہ وما انت وعثمان ان عثمان عمل بالجور وبنذ حکم القران وقد قال اللہ تعالیٰ ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الفاسقون۔ فنقمنا ذلک علیہ فقتلناہ وحسنت انت لہ ونظراؤک فقد برانا اللہ ان شاء اللہ من ذنبہ وانت شریکہ فی اثمہ وعظم ذنبہ وجاعلک علی مثالہ۔ تجھ سے اور عثمان کا عوض لینے سے کیا علاقہ۔ عثمان نے رعایا پر ظلم کیا اور اتباع قرآن کو چھوڑ دیا۔ اور خدا نے فرمادیا ہے کہ جو خلاف حکم قرآن حکومت کرتے ہیں وہ فاسق ہیں۔ اس لیے ہمنے اس حکومت سے بگڑ کے اُس کو مار ڈالا اور تو اور تیرے ساتھ والے اُن لوگوں میں ہیں جو اُس جور و ظلم پر اُس کی تحسین کرکے اُس کا دل بڑھاتے تھے۔ لہٰذا تو بھی اُس گناہ عظیم میں اُس کا شریک ہے اور انشاء اللہ ہم اُس گناہ سے بری ہیں۔ المختصر ابن خدیج نے محمد کو قتل کیا اور مردار گدھے کی لاش میں رکھکر پھونک دیا۔ امیر المومنینؑ کو یہ ماجرا سنکر ایسا قلق ہوا کہ روئے مبارک پر آثار حزن نمودار ہوئے۔ جو فوج مصر کی طرف روانہ کی گئی تھی اُس کو اثنائے راہ سے واپس بلا لیا گیا۔ اور مجمع عام میں یہ خطبہ ارشاد فرمایا۔

وحزن علی علی محمد بن ابی بکر حتی رؤی فی وجہہ وتبین فیہ وقام فی الناس خطیبا فحمد اللہ واثنی علیہ وصلی علی رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم وقال الا ان مصر قد افتتحہا الفجرۃ اولو الجور والظلم الذین صدوا عن سبیل اللہ وبغوا الاسلام عوجا الا وان محمد بن ابی بکر قد استشہد رحمہ اللہ فعند اللہ نحتسبہ اما واللہ ان کان ما علمت لممن ینتظر القضاء ویعمل للجزاء ویبغض شکل الفاجر ویحب ھدی المومن۔ انی واللہ ما الوم نفسی علی التقصیر وانی لمقاساۃ الحرب لجد خبیر وانی لاقدم علی الامر واعرف وجہ الحزم واقوم فیکم بالرای المصیب فاستصرخکم معلنا واناد یکم نداء المستغیث معربا فلا تسمعون لی قولا ولا تطیعون لی امرا حتی تصیر بی الامور الی عواقب المساءۃ فانتم القوم لا یدرک بکم الثار ولا ینقض بکم الاوتار۔ دعوتکم الی غیاث اخوانکم منذ بضع وخمسین لیلۃ فجرجرتم جرجرۃ الجمل

الاستدراق وتثاقلتم الی الارض تثاقل من لیس لہ نیۃ فی جہاد العدو ولا اکتساب الاجر ثم خرج الی منکم جنید متذائب کثیرۃ یساقون الی الموت وھم ینظرون فاُف لکم۔ خلاصہ کلام یہ کہ آگاہ ہو کہ اُن بدکارون اور ستمگارون نے مصر کو فتح کرلیا جن ظالمون نے بندگان خدا کو خدا کی راہ پر چلنے سے روک دیا ہے اور صراط مستقیم اسلام کو کج بنانے کی کوشش کررہے ہین۔ آگاہ ہو کہ محمد بن ابی بکر شہید ہوگیا خدا اُس پر رحمت نازل فرمائے۔ اور ہم خدا سے اُس کے حق مین امیدوار جزائے خیر ہون۔ بخدا میرے علم مین محمد اُن لوگون مین سے تھا جو قضائے الٰہی کے منتظر رہتے ہین اور جو کچھ کرتے ہین حصول اجر کے لیے کرتے ہین اور مومن سے مانوس اور فاجر سے بیزار رہتے ہین۔ مین جہاد فی سبیل اللہ مین بخدا اپنے نفس کی جانب سے کوئی قصور نہین پاتا۔ مین جنگ کی سختیون اور شدتون کو بحیثیت ایک ماہر فن شجاع کے جھیلتا ہون اور جو مہمات پیش آتے ہین اُن کے متعلق کمال حزم و انجام بینی و اصابت رائے کے ساتھ سب سے بہتر تدبیرین نکالتا ہون اور مستغیثانہ تمھین پکارتا ہون کہ اُن تدابیر پر عمل کرو مگر تم لوگ میری کوئی بات نہین سنتے اور میرا کوئی حکم نہین مانتے اور انھین تمھاری سرتابیون سے یہ سب خرابیان پڑرہی ہین تم عجب قوم ہو کہ ہم کوئی انتقام تمھاری مدد سے نہ لے سکے تقریبًا پچاس دن گذر گئے کہ ہم تمھین پکارتے رہے کہ اپنے مصری بھائیون کی فریادرسی کرو مگر تم منھ پھیلے ہوئے اونٹ کی طرح جگالی کرکر کے رہ رہ گئے اور اس طرح پابر جا زمین گیر رہے کہ جیسے کسی کو سعی جہاد وحصول اجر سے کوئی سروکار ہی نہ ہو۔ پھر تم مین سے ایک چھوٹا سا لشکر نکلا بھی تو اس حال مین کہ گویا وہ موت کی طرف ہنکائے جا رہے ہین اور آنکھین پھاڑ پھاڑ کر منھ تک رہے ہین۔ تف ہے تمھاری اس صورت پر۔

معاویہ نے جب اپنی زرپاشیون اور سازشون کا یہ تماشہ دیکھا تو اور جرأتین بڑھین۔ بصرہ مین عمرو بن الحضرمی کو لوگون کے بھڑکانے کے لیے بھیجدیا۔ ابن الحضرمی بنی تمیم مین آکر پناہ گزین ہوا۔ اور لوگون کو ملانا اور بہکانا شروع کیا۔ بہت سے لوگ اُس کے دام تذویر مین گرفتار ہوگئے اور شورش نمودار ہوئی۔ امیر المومنینؑ نے جاریہ

بن قدامہ اور شریک الاعور کو اُس کے تدارک پر مامور فرمایا۔ اسی وقت مین خرّیت بن راشد خارجی نے موقع پاکر بنی ناجیہ کو بھڑکایا اور تین سو آدمیون کو ساتھ لیکر کوفہ سے بھاگ گیا۔ امیر المومنینؑ نے ایک سو بیس آدمیون کی جماعت کے ساتھ زیاد بن حفصہ کو اُس کے تعاقب مین اُس کی نگرانی احوال کے لیے روانہ کیا۔ خرّیت نے عراق سے لیکر نواح اہواز و سواحل دریا پر جابجا فتنہ و فساد پھیلا دیا۔ بہت سے لوگ جو صدقات ادا کرنے سے جی چراتے تھے اور خراج ادا کرنے سے بھاگتے تھے اُس کے شریک ہوگئے زیاد بن حفصہ سے ایک موقع پر اُس سے مقابلہ ہوگیا مگر وہ نکل گیا۔ امیر المومنینؑ نے معقل بن قیس کو اس شورش کے فرو کرنے پر مقرر فرمایا۔ معقل نے ہر موقع پر امیر المومنینؑ کے ہدایات پر مخلصانہ عمل کیا اور بتدریج بحُسنِ تدبیر خرّیت کے گروہ کثیر کا زور توڑتے توڑتے ایک میدان جنگ مین اُس کو فنا کر دیا۔ ان واقعات کو ابن جریر طبری نے خوب مفصل لکھا ہے جس سے امیر المومنینؑ کے حُسن سیاست و عادلانہ حکومت کا کافی پتہ ملتا ہے۔ افسوس ہم بخیال اختصار اس تفصیل سے دستکش ہونے پر مجبور ہین۔ یہ تمام واقعات تقریباً ۳۸ھ کے ہین۔

۳۹ھ مین معاویہ نے غدر پر غدر مچا دیا اور فوجون پر فوجین ممالک اسلامیہ مین قتل و غارت گری پر مامور کرکے ہر طرف بھیجدین۔ ازانجملہ نعمان بن بشیر کو ایک ہزار سپاہی دے کر عین التمر مین غارت گری کے لیے بھیجا۔ امیر المومنینؑ کی طرف مالک بن کعب یہان سرحددار تھا جس کے ماتحت ہزار سپاہی یہان رہتے تھے۔ مگر مالک نے اپنے سپاہیون کو کوفہ مین بھیجدیا تھا اور اس وقت کل سو سپاہی اُس کے پاس تھے۔ تاہم وہ شامیون سے لڑا۔ حوالی عین التمر سے پچاس سپاہی اور اُس کی مدد کو آگئے۔ مالک نے اتنی ہی جماعت قلیل سے نعمان کی فوج کثیر کو شکست دے کر بھگا دیا۔

معاویہ نے چھ ہزار فوج دے کر سفیان بن عوف کو ہیت و انبار و مدائن مین لوٹ مار پر مامور کیا۔ انبار مین امیر المومنینؑ کے سو سپاہیون سے جن کا افسر اشرس تھا سفیان سے جنگ ہوئی۔ اشرس مع تیس سپاہیون کے قتل ہوا اور سفیان لوٹتا مارتا

شام کی طرف چلدیا۔ امیرالمومنینؑ نے سعید بن قیس کو اُس کے تعاقب مین بھیجا مگر وہ نہ ملا۔
معاویہ نے عبداللہ بن مسعدہ فزاری کو سات ہزار فوج کے ساتھ تیمار کو لوٹنے کے لیے بھیجا اور حکم دیا کہ اہل بادیہ سے صدقات بھی وصول کرے۔ اور جو نہ دے اُس کو قتل کرے۔ امیرالمومنینؑ نے مسیب بن نجبہ فزاری کو اُس کی پیشقدمی کے تدارک پر مامور فرمایا۔ تیمار مین فریقین مین جنگ ہوئی۔ عبداللہ بن مسعدہ شکست کھاکر چلا گیا۔
معاویہ نے تین ہزار فوج دے کر ضحاک بن قیس کو واقصہ کی طرف قتل و غارت کے لیے بھیجا۔ ضحاک لوٹتا مارتا ہوا ثعلبیہ تک پہونچا اور وہان سے قطقطانہ کی طرف اسی طرح فتنہ و فساد برپا کرتا ہوا گیا۔ امیرالمومنینؑ نے حجر بن عدی کو چار ہزار فوج کے ساتھ ضحاک کی سرکوبی پر متعین فرمایا۔ حجر نے تدمر مین ضحاک کو پایا۔ جنگ ہوئی۔ ضحاک بھاگ گیا اور حجر لوٹ آئے۔
ابن الحضرمی جو بصرہ مین شورش برپا کرنے کے لیے معاویہ کی طرف سے مامور تھا وہ قتل ہوا مگر اطراف بصرہ مین اُس کی بھڑکائی ہوئی آگ شعلہ ور ہوئی۔ یہ خبرین پاکر اہل فارس و اہل کرمان نے بھی ادائے خراج مین تساہل شروع کیا۔ اور بڑھ بڑھ کر اپنے قرب و جوار پر قبضہ بھی کرنے لگے۔ امیرالمومنینؑ نے جاریہ بن قدامہ کے مشورہ سے چار ہزار سپاہ دے کر زیاد کو فارس و کرمان کا حاکم مقرر کرکے روانہ کیا۔ زیاد نے فتنہ و فساد کو فرو کرکے خوش اسلوبی سے ایسا عمدہ نظم و نسق قائم کیا کہ ایرانی نرمی و مدارات و باخبری مین اُس کو نوشیروان سے تشبیہ دینے لگے۔ زیاد نے اسی دوران مین اصطخر مین اپنے لیے ایک مستحکم قلعہ بھی بنایا جو زمانہ دراز تک قلعہ زیاد کے نام سے مشہور رہا۔
سنہ۴۰ھ مین معاویہ نے بُسر بن ارطاۃ کو تین ہزار فوج کے ساتھ حجاز و حرمین مین قتل و غارت پر مامور کیا۔ ابو ایوب انصاری جو امیرالمومنینؑ کی طرف سے عامل مدینۂ منورہ تھے بُسر کے خوف سے کوفہ مین چلے گئے۔ بُسر نے بجبر اہل مدینہ سے بیعت لی۔ جابر بن عبداللہ صحابی نے ام المومنین ام سلمہ سے مشورہ لیا کہ اگر اس بیعت ضلالت سے انکار کرون گا تو یہ مجکو مار ڈالے گا۔ ام المومنین نے فرمایا مین نے اپنے بیٹے اور داماد

سے بھی کہدیا ہے کہ بیعت کر لینا۔ تم بھی کر لو چنانچہ جابر نے بیعت کر لی۔ بُسر نے مدینہ منورہ میں بہت سے گھروں کو خراب کر کے مکۂ معظمہ کا قصد کیا۔ ابو موسیٰ اشعری بجائے خود ڈرے کہ مبادا بُسر اُن پر ہاتھ صاف کرے مگر بُسر نے انھیں مطمئن کیا کہ تم صحابی ہو میں صحابی کو قتل نہ کروں گا۔ پھر بُسر نے یمن کی طرف رخ کیا۔ عبیداللہ بن عباس والیٔ یمن کوفہ کی طرف ہٹ گئے۔ بُسر نے یمن میں پہونچکر ہنگامہ قتل و غارت برپا کیا۔ حتیٰ کہ عبیداللہ بن عباس کے دو صغیر السن بچوں کو قتل کر ڈالا۔ امیرالمومنینؑ نے بُسر کے مقابلہ کے لیے جاریہ بن قدامہ اور وہب بن مسعود کو دو دو ہزار سپاہی دے کر بھیجا مگر بُسر روار و لوٹتا مارتا ہوا بھاگ گیا اور مقابلہ نہ کیا۔

اسی ۴۰ھ میں، ماہ رمضان کی انیسویں شب کو جب امیرالمومنینؑ نماز صبح کے لیے مسجد کوفہ میں تشریف لائے ابن ملجم نے امیرالمومنین علیہ السّلام کے سر اقدس پر اچانک تلوار لگائی جس کے زخم سے اکیسویں تاریخ کی شب کو آپ نے ترسٹھ برس کی عمر میں چار برس نو ماہ حکمراں رہنے کے بعد شہادت پائی۔ زخم کاری کھانے کے بعد بھی امیرالمومنینؑ جس وقت تک زندہ رہے مصروف وعظ و پند رہے۔ اسی سلسلہ میں ایک بار امام حسنؑ و امام حسینؑ کو وصیت فرمائی کہ ہمیشہ خدا سے ڈرتے رہنا اور گو دنیا کیسی ہی تمھاری طرف مائل ہو تم اُس کی طرف مائل نہ ہونا۔ کسی شئے کے نہ ملنے پر رنج نہ کرنا۔ ہمیشہ حق بات کہنا۔ یتیموں پر رحم کرنا۔ دردمندوں کے ساتھ بہ ہمدردی پیش آنا۔ جو کرنا آخرت کے لیے کرنا۔ ظالم سے خصومت رکھنا اور مظلوم کی نصرت کرنا۔ ہمیشہ قرآن پر عمل کرنا اور خدا کے کام میں لومۃ لائم کی پروا نہ کرنا۔ پھر محمد حنفیہ سے مخاطب ہو کر فرمایا میں تمکو بھی ان وصیتوں پر عمل کرنے کی ہدایت کرتا ہوں۔ اور ہمیشہ اپنے ان دونوں بھائیوں کی تعظیم و توقیر کرنا۔ ان کا حق عظیم تمپر ہے۔ ان دونوں کے امر کا اتباع کرنا۔ پھر امام حسنؑ و امام حسینؑ سے فرمایا کہ یہ (محمد حنفیہ) تمھارا بھائی ہے اور تم جانتے ہو کہ مجھے اُس سے کس قدر محبت ہے۔ میں اس کے متعلق تمکو بھی وصیت کرتا ہوں۔ بعد ازیں خاص طور پر امام حسنؑ کو وصیتیں فرمائیں۔ اور قریب وقت وفات بھی امام حسنؑ کو مخاطب کر کے فرمایا

اور ضمناً تمام اہل بیت سے خطاب کیا اور بہت سی وصیتین کین اور یون شروع فرمایا بسم اللہ الرحمن الرحیم. ھذا ما اوصی بہ علی بن ابیطالب اوصی انہ یشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ وان محمدا عبدہ و رسولہ ارسلہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون ثم ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین لا شریک لہ وبذلک امرت وانا من المسلمین. ثم اوصیک یا حسن وجمیع ولدی واھلی بتقوی اللہ ربکم ولا تموتن الا وانتم مسلمون الخ باقتضائے اختصار ہم اس وصیت نامہ کو نقل کرنے سے معذور ہین اس وصیت نامہ کے بعض دفعات یہ ہین فقرا و مساکین کو اپنی معیشت مین شریک رکھنا. کنیزون اور غلامون سے نیک سلوک کرنا ذمیون پر تشدد و جور نہ ہونے پائے. لوگون سے بحسن خلق پیش آنا. امر بہ معروف و نہی عن منکر کو ترک نہ کرنا ورنہ اشرار والی امر ہو جائین گے اور پھر تمھاری دعوت کو کوئی قبول نہ کرے گا. بیت اللہ کی خدمت و حفاظت پر ہمیشہ ثابت قدم رہنا. اصلاح بین الناس کو ہمیشہ ملحوظ رکھنا. المختصر ان وصایا کو ختم فرمانے کے بعد آپ نے اور کوئی کلام نہین کیا بس کلمۂ شہادت پڑھتے پڑھتے وفات پائی. امام حسنؑ و امام حسینؑ اور عبداللہ بن جعفر نے آپ کو غسل دیا اور تین پارچہ کفن پہنایا اور امام حسنؑ نے نو تکبیرون کے ساتھ نماز جنازہ پڑھی. آپ کے اصحاب مین سے ابوالاسود الدؤلی نے آپ کا یہ مرثیہ کہا:۔

الا ابلغ معاویۃ بن حرب	فلا قرت عیون الشامتینا
افی الشھر الصیام فجعتمونا	بخیر الناس طرا اجمعینا
قتلتم خیر من رکب المطایا	ورحلھا ومن رکب السفینا
ومن لبس النعال ومن حذاھا	ومن قرأ المثانی والمبینا
اذا استقبلت وجہ ابی حسین	رأیت البدر راع الناظرینا
لقد علمت قریش حیث کانت	بانک خیرھا حسبا ودینا

ماحصل کلام، یہ کہ معاویہ سے کہدو کہ خدا شماتت کرنے والون کی آنکھون کو ٹھنڈا نہ کرے. تم نے ماہ صیام مین امیرالمومنین علیہ السلام کو جو افضل الناس

تجھے قتل کر کے ہمین درد مند کیا۔ (ابو الاسود نے یہ الزام قتل جو معاویہ پر لگایا بظاہر اس کی وجہ یہ ہے کہ ابن ملجم خارجی تھا اور ابو الاسود کے نزدیک خوارج عراق و خوارج شام سب ایک تھے۔ سیوطی نے تاریخ الخلفا مین مصرعۂ اول کو یون بدلا ہے

الا قل للخوارج حیث کانوا

یعنی جہان جہان خوارج ہین ان سے کہدو۔ یہ تحریف بھی اس خیال کی موئد ہے جو ہمنے ظاہر کیا ہے) ام المومنین حضرت عائشہ کو جب خبر قتل امیر المومنین علیہ السّلام پہونچی تو انھون نے یہ شعر پڑھا۔

فان یک نائیاً فلقد نعاہ غلام لیس فی فیہ التراب

یہ سُنکر زینب بنت ابی سلمہ نے کہا کہ آپ علیؑ کے حق مین یہ کہہ رہی ہین۔ کہا مین بھول جاتی ہون جب بھول جایا کرون یاد دلادیا کرو۔

امیر المومنینؑ علیہ السّلام کے صلب سے ۱۴ بیٹے اور ۱۷ بیٹیان ہوئین اُن مین امام حسنؑ و امام حسینؑ و محسن و زینب الکبریٰ و ام کلثوم الکبریٰ بطن اطہر فاطمہ زہراؑ بنت محمد مصطفےٰ علیہ التحیہ والثنا سے ہین۔

ابتدائے عہد حکمرانی امیر المومنین علیہ السّلام سے اس جگہ تک مسلسل تمام واقعات صرف ایک ہی تاریخ کبیر محمد بن جریر الطبری سے برعایت تلخیص و اختصار ترجمہ کر کے نقل کئے گئے ہین اور خطبات و کلمات امیر المومنین علیہ السّلام اور باقی عربی عبارتین سب لفظ بہ لفظ مطابق اصل نقل ہوئے ہین۔ اس سے یہ خیال نہ کرنا چاہیئے کہ ہمارے نزدیک صرف ایک یہی تاریخ معتبر ہے بلکہ اصل امر یہ ہے کہ ہمنے اکثر معتبر تاریخون کو مطالعہ کرنے کے بعد بغرض سہولت اسی تاریخ کو پیش نظر رکھ لیا تھا۔

الاخبار الطوال مین ہے کہ امیر المومنین علیہ السّلام شب کے وقت دفن ہوئے اور امام حسن علیہ السّلام نے نماز جنازہ پڑھی اور پانچ تکبیرین کہین اور کسی کو معلوم نہ ہوا کہ آپ کہان مدفون ہوئے۔

امیر المومنین علیہ السّلام کے ہاتھ پر بیعت ہونے کے پانچ برس اکیس دن

کے بعد پنجشنبہ گیارھوین جمادی الآخرہ ۳۶ھ کو جنگ جمل وقوع مین آئی۔ فریق مخالف مین سے تیرہ ہزار اور لشکر امیرالمؤمنینؑ مین سے پانچ ہزار قتل ہوئے۔ جنگ جمل سے سات مہینے تیرہ دن کے بعد چارشنبہ غرہ صفر ۳۷ھ کو جنگ صفین شروع ہوئی۔ اس جنگ مین لشکر امیرالمومنین علیہ السّلام کا شمار نوّے ہزار اور لشکر معاویہ کا شمار ایک لاکھ بیس ہزار تھا۔ ایک سو دس دن تک فریقین کا مقام صفین مین رہا۔ نوے لڑائیان ہوئین۔ لشکر شام مین سے پینتالیس ہزار قتل ہوئے۔ ان مین صرف آخری روز کی جنگ مین پانچسو تئیس شامی امیرالمومنینؑ کے ہاتھ سے قتل ہوئے تھے اور لشکر امیرالمومنینؑ مین سے پچیس ہزار جن مین پچیس بدری صحابی تھے شہید ہوئے۔ جنگ صفین سے پانچ مہینے چوبیس دن کے بعد ماہ رمضان مین واقعہ حکمین بمقام دومۃ الجندل وقوع مین آیا۔ واقعہ حکمین سے ایک سال دو مہینے کے بعد جنگ نہروان ہوئی۔ اس جنگ مین لشکر امیرالمومنینؑ مین سے صرف نو مجاہد شہید ہوئے اور لشکر خوارج مین سے جس کی تعداد چار ہزار تھی صرف دس بچ رہے اور سب کٹ کر رہ گئے [۱]

[۱] - مروج الذہب و کتاب الاشراف مسعودی۔

حقائق و معارف پر امیر المومنین کی نظر

مسلمانون کا عقیدہ ہے کہ دین و ایمان و مذہب و ملت و شریعت و طریقت و فلاح دنیا و آخرت کا دار و مدار قرآن مجید پر ہے۔ اور سب پر اس قانون الٰہی کی تعمیل واجب ہے۔ امیر المومنین نے بعد دفن رسول اللہ سب سے پہلے اس قانون کی خدمت کو انجام دیا اور قرآن مجید بہ ترتیب جمع کیا جیسا کہ طبقات ابن سعد اور اتقان سیوطی مین مفصل مذکور ہے۔

طبقات[1] ابن سعد سے ذیل مین ہم چند روایتین نقل کرتے ہین جن سے یہ بھی ثابت ہوگا کہ قرآن کے جمع کرنے مین امیر المومنین کو کسی سے کسی قسم کی مدد لینے کی ضرورت نہ تھی۔

عن سلیمان الاحمسی عن ابیہ قال قال علی واللہ ما نزلت آیۃ الا وقد علمت فیما نزلت واین نزلت وعلی من نزلت ان ربی وھب لی قلبا عقولا ولسانا طلقا۔

علی علیہ السلام نے فرمایا کہ بخدا قرآن مجید کی ہر آیت کے نسبت مجھکو علم ہے کہ کس باب مین اور کہان اور کس پر نازل ہوئی کیونکہ رب العزۃ نے مجھکو دل دانا اور زبان گویا عطا کی ہے۔

عن ابی الطفیل قال قال علی سلونی عن کتاب اللہ لیس من آیۃ الا وقد عرفت بلیل نزلت ام بنہار فی سہل ام فی جبل۔

علی علیہ السلام نے فرمایا اے مسلمانو مجھسے کتاب خدا کے مطالب عالیہ معلوم کر لو کوئی آیت قرآن مجید مین ایسی نہین جسکو مین نہ جانتا ہون کہ شب کو یا دن کو زمین ہموار پر یا پہاڑ پر کب اور کس جگہ نازل ہوئی ہے۔

قیل لعلی مالک اکثر اصحاب رسول اللہ صلعم حدیثا فقال انی کنت اذا سألتہ انبانی واذا سکتّ ابتدأنی

علی علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ اور سب صحابہ سے زیادہ آپ کیون ماہر و حافظ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ ہین آپ نے فرمایا کہ میری تعلیم کی یہ صورت تھی کہ میرے سوال ہی پر آنحضرت مجھکو تعلیم نہین فرماتے تھے بلکہ جب مین خاموش ہوتا تھا تو خود ہی تعلیم دینے کی ابتدا فرماتے تھے

عن جبلۃ بنت المصفح عن ابیھا قال قال لی علی یا اخا بنی عامر سلنی عما قال اللہ ورسولہ فانا نحن اہل البیت اعلم بما قال اللہ ورسولہ۔ والحدیث طویل

علی علیہ السلام نے مصفح سے فرمایا کہ اے برادر بنی عامر احکام خدا اور رسول کو مجھ سے پوچھو۔ ہمین اہل بیت رسالت سب سے زیادہ احکام خدا و رسول سے باخبر ہین۔

---

[1] طبقات ابن سعد جزو ثانی قسم ثانی و جزو سادس ذکر تابعین اہل کوفہ۔ مطبوعہ لیڈن ملاحظہ طلب۔

صحیح بخاری مین بذیل کتاب العلم و کتاب الاعتصام چند روایتین منقول ہین جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک صحیفۂ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ بھی علی بن ابیطالب کے پاس تھا اور فتح الباری شرح صحیح بخاری مین صحیح مسلم و سنن نسائی و مسند احمد بن حنبل و دار قطنی وغیرہ سے بھی متعدد روایتین اسی مضمون کی منقول ہین یہ صحیفہ ہر راوی نے اپنے اپنے محل پر بچشم خود دیکھا تھا اور اسکے مضامین پر جسقدر جو راوی مطلع ہوا اُسنے اپنی روایت مین اسیقدر ذکر کیا۔ یہ امر کہ آیا کسی نے از اول تا آخر وہ صحیفہ پڑھا۔ اور یہ کہ اوسمین کیا کیا احکام مرقوم تھے ظاہر ہے کہ ہمارے مقصود بحث مین داخل نہین ہے۔ ہان ہمین یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ علاوہ محدثین کے اہل تاریخ نے بھی اسکا ذکر کیا ہے۔

ابو الفرج اصفہانی صاحب اغانی مقاتل الطالبین مین لکھتے ہین کہ محمد بن عبد اللہ بن حسن مثنی بن امام حسن کو جب امام جعفر صادق دیکھتے تھے تو انکی آنکھون مین آنسو بھر آتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ یہ مقتول ہون گے کتاب علی مین انکا نام اس امت کے خلفاء مین نہین ہے۔

تاریخ کبیر ابن جریر مین ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے محمد بن عبد اللہ بن حسن مثنی کی نسبت سوال کیا گیا یعنی پوچھا گیا کہ اس مخالفت کا نتیجہ جو محمد سے اور منصور عباسی خلیفۂ بغداد سے ہے کیا ہوگا امام علیہ السلام نے فرمایا کہ محمد اور اُن کے برادر حقیقی (ابراہیم) دونون قتل ہونگے اور مقامات قتل بھی بتادئے۔ ابن اثیر نے بھی تاریخ مین اس پیشین گوئی کو نقل کیا ہے۔

مسعودی مروج الذہب[1] مین روایت کرتے ہین کہ ابو دعامہ ایک روز امام علی نقی علیہ السلام کیخدمت مین عیادۃً حاضر ہوے۔ جب رخصت ہونے لگے امام علیہ السلام نے فرمایا کہ ابو دعامہ تمہارا حق ادا کرنا مجھ پر واجب ہوگیا۔ تو مین تم سے ایک حدیث ایسی بیان کرون جس سے تم مسرور ہو جاؤ۔ ابو دعامہ نے بہت اظہار رغبت کیا اور امام علیہ السلام نے فرمایا کہ

قال حدثنی ابی محمد بن علی قال حدثنی ابی علی بن موسیٰ قال حدثنی ابی موسےٰ بن جعفر قال حدثنی ابی جعفر بن محمد	حدیث بیان کی مجھسے میرے والد محمد بن علی نے فرمایا حدیث بیان کی مجھسے میرے والد علی بن موسیٰ نے فرمایا حدیث بیان کی مجھسے میرے والد موسیٰ بن جعفر نے فرمایا حدیث بیان کی

[1] مطبوعہ مصر ذکر خلافت المعتز ملاحظہ طلب ۲

قال حدثنی ابی محمد بن علی قال حدثنی
ابی علی بن الحسین قال حدثنی ابی
الحسین بن علی قال حدثنی ابی علی بن
ابی طالب رضی اللہ عنہم قال قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اکتب قال قلت وما اکتب قال لی
اکتب بسم اللہ الرحمن الرحیم الایمان
ما وقرتہ القلوب وصدقتہ الاعمال
والاسلام ما جری بہ اللسان
وحلت بہ المناکحۃ۔ قال ابو دعامۃ
فقلت یا ابن رسول اللہ ما ادری
واللہ ایہما احسن الحدیث ام الاسناد
فقال انہا لصحیفۃ بخط علی بن ابی طالب
باملاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نتوارثہا صاغر عن کابر۔

مجھ سے میرے والد جعفر بن محمد نے فرمایا حدیث بیان کی مجھ سے میرے
والد محمد بن علی نے فرمایا حدیث بیان کی مجھ سے میرے والد
علی بن حسین نے فرمایا حدیث بیان کی مجھسے میرے والد حسین
بن علی نے فرمایا حدیث بیان کی مجھ سے میرے والد علی بن ابی طالب نے فرمایا
رسول اللہ صلعم نے مجھ سے فرمایا کہ لکھو مین نے عرض کیا کہ
کیا لکھون ارشاد فرمایا کہ لکھو بسم اللہ الرحمن الرحیم ایمان
وہ ہے کہ قلوب نے اُس کی توقیر اور اعمال نے اُس کی
تصدیق کی ہو۔ اور اسلام یہ ہے کہ کلمۂ توحید زبان پر
جاری ہو اور ما بین اہل اسلام مناکحہ مباح ہو جائے۔
ابو دعامہ نے عرض کیا اے فرزند رسول بخدا متحیر ہون
کہ اس حسن اسناد کی داد دون۔ یا حسن حدیث کی امام
علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ صحیفہ بخط علی علیہ السلام رسول اللہ
صلے اللہ علیہ والہ کا لکھایا ہوا وراثتہً ہم مین بزرگون
سے چلا آتا ہے۔

روایات مسطورہ بالا سے واضح ہوتا ہے کہ صحیفۂ علی احادیث اصول و فروع کا مجموعہ تھا اور جسطرح یہ مجموعہ خاندان رسالت مین نسلاً بعد نسل چلا آتا تھا اسیطرح بیان ہوا ہے کہ قرآن مجید بھی علی علیہ السلام کا جمع کیا ہوا اور اُنھی کے ہاتھ کا لکھا ہوا اس خاندان مین رہا۔ علامہ ابن الندیم نے کتاب الفہرست مین ابن المنادی المتوفی ۳۳۴ھ سے جو مشاہیر علماء قرأت مین سے تھے ایک روایت نقل کی ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ ابن المنادی فرماتے ہین کہ "سب سے اول علی بن ابیطالب نے اپنے حفظ سے قرآن مجید کو جمع کیا یہ قرآن خاندان جعفر مین رہا (غالباً مراد امام جعفر صادق ہین) پھر ابن المنادی فرماتے ہین کہ مین نے اپنے زمانے مین ایک مصحف بخط علی بن ابیطالب سید ابو یعلی حمزہ الحسنی کے پاس دیکھا جو اولاد امام حسن مین متوارثاً چلا آتا تھا۔ اس مصحف کے

کچھ اوراق حوادث ایام سے جاتے رہے تھے۔

طبقہ صحابہ مین بہت سے کاتب تھے جو اچھی طرح لکھ پڑھ سکتے تھے مگر یا تو اسوجہ سے کہ اپنی قوت حافظہ پر نازان تھے یا اسوجہ سے کہ مصروف لشکر کشی و جہاد رہے قرآن و احادیث جمع کرنے مین بہت متساہل رہے۔ جب حضرت عثمان کے دور خلافت مین قراٗتون مین اختلاف پڑا تو آپ نے قراٗت قریش کے مطابق قرآن مجید کے چار یا سات نسخے نقل کرا کے ممالک محروسہ اسلامیہ مین شائع کئے اور حکم دیا کہ اسی قراٗت کے مطابق تلاوت کیجاوے[1]۔

ذہبی تذکرۃ الحفاظ مین سلسلہ ذکر حضرت ابو بکر افادہ فرماتے ہین کہ حضرت ابو بکر نے پانچسو حدیثین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جمع کی تھین۔ لیکن پھر اوس مجموعۂ حدیث کو جلا کر تلف کردیا کہ مبادا اسمین کوئی ایسی حدیث ہو جو صحیح نہو۔

طبقات ابن سعد مین قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق کے ذکر مین مروی ہے کہ عبد اللہ بن العلاء نے قاسم سے کہا کہ کچھ حدیثین لکھوا دیجئے۔ قاسم نے انکار کیا اور کہا کہ عمر فاروق کے عہد مین حدیثون کی کثرت ہوگئی تھی ایک دن حضرت عمر نے لوگون کو جمع کرکے جس جس کے پاس حدیثین لکھی ہوئی تھین منگالین اور وہ کل دفتر احادیث جلادیا اور فرمایا کہ مثناۃ کمثناۃ اہل الکتاب" یہ یہود و نصاریٰ کی سی تک بندیان ہین۔

علامہ ابن خلدون نے اپنی تاریخ کے مقدمہ مین لکھا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ نے عمر فاروق کے ہاتھ مین توریت کا ورق دیکھا اسپر آنحضرت اسقدر برہم ہوے کہ چہرۂ اقدس پر آثار برہمی ظاہر ہوگئے اور فرمایا کہ کیا مین تمہارے لئے ایک روشن و پاک و صاف شریعت نہین لایا ہون (کہ تحریف شدہ توریت کیطرف مائل ہو) خدا کی قسم اگر موسی زندہ ہوتے تو انکو بھی میری پیروی لازم ہوتی۔ مشکوۃ مین بذیل کتاب الاعتصام دو روایتین اسی مضمون کی شعب الایمان بیہقی اور مسند احمد بن حنبل سے منقول ہین اور ابن حجر نے فتح الباری کے اخیر کے جزء مین بروایت بزار نقل کیا ہے کہ "عمر فاروق نے عربی مین ایک کتاب توریت مین سے لکھ لی اور اس کتاب کو لیکر آنحضرت کے پاس آئے اور پڑھنا شروع کیا جون جون عمر فاروق پڑھتے جاتے تھے آنحضرت

---

[1] فتح الباری ۱۲

کا چہرۂ انور متغیر ہوتا جاتا تھا چنانچہ یہ دیکھکر ایک مرد انصار نے کہا کہ افسوس اے ابن الخطاب تم پڑھے چلے جاتے ہو اور نہین دیکھتے کہ آنحضرت کے روے اقدس کا کیا حال ہے۔ اور خود آنحضرت نے فرمایا کہ سنو ان اہل کتاب سے کچھ فائدہ تمکو نہ پہونچیگا وہ خود گمراہ ہین تمکو کیا راہ بتاتے ہین

جہان تک ہمارا خیال ہے حضرت عمر نے اس حکم خاص کو کسی وجہ سے حکم عام سمجھ لیا تھا کہ سوا قرآن مجید کے اور کچھ نہ لکھنا چاہیے لیکن حقیقت امر یہ معلوم ہوتی ہے کہ کفار عرب حماقت سے وحی الٰہی پر یہ شبہ کرتے تھے کہ آنحضرت لوگون سے سیکھ سیکھ کر یہ باتین کرتے ہین۔ جیسا کہ قرآن مجید مین اسکی طرف اشارہ ہے۔

وقالوا اساطیر الاولین اکتتبها فهی تملی علیه بکرة واصیلا (سورة الفرقان)	اور کہا انھون نے پرانی داستانین ہین جنکو کسی سے لکھا لیا ہے اور وہی لکھا ہوا صبح و شام اسکے سامنے پڑھا جاتا ہے۔
ولقد نعلم انهم یقولون انما یعلمه بشر (سورة النحل)	اور ہم بیشک جانتے ہین کہ وہ لوگ کہتے ہین کہ اوسکو مقرر کوئی آدمی سکھاتا ہے۔

ان صورتون کو پیش نظر کرنے کے بعد ہر عاقل اندازہ کریگا کہ اہل کتاب سے توریت کو نقل کر کے لانا اور پھر آنحضرت کو اسطرح سنانا جسقدر آنحضرت کی ناخوشی کا باعث ہوتا بجا و درست تھا۔ ورنہ الحکمة ضالة المومن علوم نافعہ کو کسی قوم سے حاصل کرنا مطلق معیوب نہین۔ یہ بھی محتمل ہے کہ حضرت عمر جو نقل کر کے لائے تھے وہ تحریف سے خالی نہو اور یہی وجہ آنحضرت کی ناراضی کی ہو۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ نے خود ہدایت فرمائی ہے کہ قیدوا العلم بالکتاب[1] یعنی علم کو کتاب مین محفوظ کرلو۔ چنانچہ صحابہ مین سے بعض اہل ذوق احادیث نبوی لکھ بھی لیتے تھے۔ ابن حجر نے فتح الباری مین باب کتابة العلم مین یہ روایت نقل کی ہے کہ عبداللہ بن عمرو بن العاص کہتے ہین کہ رسول اللہ سے جو کچھ مین سنتا تھا اس قصد سے لکھ لیتا تھا کہ حفظ کرلون گا مجکو قریش نے منع کیا اور کہنے لگے کہ تم جو کچھ آنحضرت سے سنتے ہو لکھ لیتے ہو اور ظاہر ہے کہ آنحضرت کبھی رضامند ہوتے ہین اور کبھی غضبناک اور دونون حالتون مین کلام فرماتے ہین مین نے یہ سنکر احادیث کا لکھنا ترک کردیا اور اس کا ذکر آنحضرت سے کیا۔ آنحضرت نے اپنے

---

[1] مختصر جامع بیان العلم وفضلہ تالیف علامہ ابن عبد البر مطبوعہ مصر۔

دہن مبارک کیطرف اشارہ کر کے فرمایا کہ خدا کی قسم ہر حال مین کلام حق ہی میرے منہ سے نکلتا ہے تم بدستور لکھا کرو۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ کو اشاعت علوم کیطرف کما ینبغی توجہ تھی جیسا کہ تتبع اخبار سے پایا جاتا ہے۔ کہ وحی کے سوا احادیث وسنن کو بھی ضبط تحریر مین لانے کی آپ برابر ہدایت فرماتے رہے بلکہ خود آنحضرت نے دستور العمل صدقات واحکام دیات و فرائض وغیرہ لکھوا کر شائع فرمائے تھے جیسا کہ مواہب لدنیہ مین علامۂ قسطلانی نے نقل کیا ہے۔

انتہا ہو گئی کہ اشتداد مرض الموت کی حالت مین بھی آنحضرت نے اُن اصحاب سے جو حاضر تھے فرمایا کہ لکھنے کا سامان لاؤ مین تم سب کے لئے ایک ایسی کتاب لکھا دون کہ اسکے بعد کبھی گمراہ نہو۔ یہ سنکے حضرت عمر بن الخطاب نے کہا کہ رسول اللہ پر غلبہ مرض ہے اور ہمارے پاس کتاب خدا ہے وہ ہمین کافی ہے۔ اسپر حاضرین مین اختلاف پڑا۔ کوئی آنحضرت کے تعمیل ارشاد پر مصر ہوا کوئی عمر فاروق کا ہمزبان بنا اور شور وشغب بڑھا۔ آنحضرت نے فرمایا تم لوگ میرے پاس سے چلے جاؤ تمکو یہان میرے سامنے لڑنا جھگڑنا شایان نہین ہے[۲]۔

ابن عباس فرماتے تھے کہ اون ساری مصیبتون کی بنا جو امت پر پڑین یہی مصیبت تھی کہ رسول اللہ اس کتاب ہدایت کو نہ لکھنے پائے[۳]۔

جناب شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی اور مولوی شبلی نعمانی نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ عبد اللہ بن عباس اوسوقت جب یہ واقعہ پیش آیا تیرہ چودہ برس کے لڑکے تھے اسلئے اچھی طرح حقیقت واقعہ نہین سمجھتے تھے۔ ہمارے نزدیک یہ خیال بیجا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس نے تقریباً اسی برس عمر پائی اول رسول اللہ کے ظل عاطفت مین پھر خلفائے راشدین وعلمائے صحابہ کی صحبتون مین رہے۔ مگر وہ ہمیشہ اپنے اسی رائے پر قائم رہے اور اس رائے کے خلاف کوئی ایک لفظ بھی اونکی زبان سے مروی نہین ہین۔ کیا ہم سمجھ لین کہ مدۃ العمر نہ خود ابن عباس نفس الامر کو سمجھ سکے نہ کوئی اونکو سمجھا سکا۔

---

[۱] صحیح بخاری باب کتابۃ العلم ۱۲ [۲] صحیح بخاری باب مرض النبی ۱۲ [۳] شرح تراجم ابواب البخاری مطبوعہ حیدرآباد ملاحظہ ہو ۱۲ [۴] الفاروق ملاحظہ ہو ۱۲

صحیح بخاری مین روایت کی گئی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ نے عبداللہ بن عباس کو سینۂ اقدس سے لگایا اور دعا کی کہ اللھم علمہ الحکمۃ۔ الہی اسکو حکمت سے بہرہ ورفرما۔ فتح الباری مین ہے کہ عبداللہ بن عمر کا قول ہے کہ سب سے زیادہ عالم قرآن ابن عباس ہین تہذیب تہذیب الکمال مین ہے کہ مسائل مشکلہ مین ابن عباس کیطرف حضرت عمر فاروق رجوع فرماتے تھے اور اونسے مشورہ لیتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ ابن عباس غواص ہین۔ جامع بیان العلم وفضلہ مین ابن عبدالبر نقل فرماتے ہین کہ ابن عباس سے انکے بچپنے مین لوگ فتوے لیتے تھے۔

مورخین واہل سیر مین مشہور ہے کہ حضرت عائشہ کو نوان سال تھا کہ بحیثیت زوجہ رسول اللہ کے گھر مین آئین اور اٹھارہوان سال تھا کہ رسول اللہ نے وفات پائے۔ اور سب ازواج مطہرات کے حساب سے شاید نی ماہ چار روز حضرت عائشہ کو رسول اللہ کیساتھ رہنے کا اتفاق ہوتا ہو غرضکہ اس صغر سنی کی حالت مین اور اس کم مدت مین عورت ذات ہوکر ام المومنین عائشہ فقیہہ کبری ومجتہدہ عظمی ہوگئین دو ہزار دو سو دس حدیثین جوامع وصحاح وسنن ومسانید مین آپ سے مروی ہین اور فن شعر وسخندانی مین بھی آپ کی اعلمیت مذکور ہے۔ جیساکہ تذہیب تہذیب الکمال سے ظاہر ہے۔ ہم دیکھتے ہین کہ مولانا شبلی یا شاہ ولی اللہ دہلوی نے کہین کسی ایک محل پر بھی ام المومنین کے صغر سن کے اعتبار سے انکے کسی قول پر نکتہ چینی نہین کی۔ مگر ابن عباس کو اسی برس کی عمر تک وہ طفل نادان ہی سمجھتے رہے خیر یہ حضرات نہ مانین مگر امت محمدیہ مین عبداللہ بن عباس باتفاق اہل اسلام ترجمان القرآن ورئیس المفسرین وحبر الامۃ کے القاب سے یاد کئے جاتے ہین۔ ایسے جلیل القدر جوہر شناس علم وفضل کو اگر اس صحیفہ ارشاد کے نہ لکھ جانے پر قلق تھا تو ہرگز ہم نہین کہہ سکتے کہ بیجا تھا۔

شرح مجموعۂ گل مرغ سحر داند وبس که نه هر کو ورقی خواند معانی دانست

طرفہ تر ماجرا ہے کہ زید بن ثابت بھی باوجود کاتب نبی صلے اللہ علیہ وآلہ ہونے کے تحریر احادیث نبوی کے خلاف تھے ابن عبدالبر کتاب جامع بیان العلم مین نقل فرماتے ہین کہ زید بن ثابت دربار معاویہ بن ابی سفیان مین حاضر تھے امیر معاویہ نے کوئی حدیث ان سے دریافت کی اور ایک دبیر کو حکم دیا کہ لکھ لو زید نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمکو حکم دیا ہے

کہ کوئی حدیث آنحضرت کی نہ لکھیں چنانچہ یہ جو حدیث لکھی گئی تھی اوسکو مٹا دیا۔

افسوس کہ استبدادی جذبات و اختلاف انگیز طبائع نے علوم اسلامیہ کو سخت نقصان پہونچایا۔ کاش شروع ہی سے تدوین علوم پر بزرگان قوم نے توجہ کی ہوتی۔ ممکن ہے کہ مخالفین ضبط علوم و تحریر احادیث کے پیش نظر کچھ ایسے احوال ہون کہ اونکو دیکھتے ہوے احادیث نبوی کا جمع کرنا اور شائع کرنا مفید نہو بلکہ مضر ہو مگر عبرت انگیز یہ واقعہ ہے کہ صدر اول کے مسلمان تو ایسے فتوحات پر جھک پڑے کہ بیس بائیس برس تک قرآن شریف کو بھی لکھوا کے شایع نہ کیا۔

امیر المومنین علی علیہ السلام کو اشاعت علوم سے خاص دلچسپی تھی ابن عبد البر کتاب جامع بیان العلم مذکور مین نقل فرماتے ہین۔

روی ابن عائشة وغیرہ ان علیا رضی اللہ عنہ قال فی خطبة خطبہا واعلموا ان الناس ابناء ما یحسنون وقدر کل امرء ما یحسن فتکلموا فی العلم تتبین اقدارکم۔ ویقال ان قول علی بن ابی طالب قیمة کل امرء ما یحسن لم یسبقہ الیہ احد وقالوا لیس کلمة احض علی طلب العلم منہا۔ وروینا عن علی رحمہ اللہ انہ قال فی کلام لہ العلم ضالة المومن فخذوہ ولو من ایدی المشرکین ولا یانف احدکم ان یاخذ الحکمة ممن سمعہا منہ۔ وعنہ ایضاً الحکمة ضالة المومن یطلبہا ولو فی ایدی الشرط۔

ابن عائشہ وغیرہ نے روایت کی ہی کہ علی رضی اللہ عنہ نے ایک خطبہ مین فرمایا کہ لوگ اسی چیز کیطرف منسوب ہوتے جنمین وہ مہارت حاصل کرتے ہین اور اسی چیز کی قدر کے موافق انکی قدر کیجاتی ہی لہذا تم بحث علم مین مشغول ہو تاکہ شرف علم کیموافق تمہاری عزت ہو کہا گیا ہے کہ یہ قول علی کہ قیمة کل امرء ما یحسن جو مذکور ہوا علی سے پیشتر کسی کی زبان پر نہین آیا اور اہل علم نے مان لیا ہے کہ اس قول علی سے بڑھکر کوئی کلام طلب علم پر جوش و رغبت دلانیوالا نہین ہے۔ علی ایک سلسلۂ کلام مین فرماتے ہین کہ علم مومن کی ایک بھولی ہوئی چیز ہے اوسکو جہان پائے لیلو خواہ مشرکون ہی کے ہاتھون کیون نہو۔ تم مین سے کوئی اسکو ننگ و عار نہ خیال کرے کہ جس نے اوس سے کچھ سیکھا اوسکے کسی قول حکیمانہ کو نہ لے۔ حکمت مومن کا فراموش شدہ مال ہے اگر وہ اسکو سپاہی پیادون کے ہاتھون مین بھی پاتا ہے۔ تو بلا تامل اسکا طلبگار ہوتا ہے۔

وعن ابی بریدة قال علی تزاوروا وتذاکروا الحدیث فانکم ان لم تفعلوا یدرس علمکم

ابو بریدہ سے مروی ہی کہ علی ابن ابیطالب نے فرمایا آپسمین ملو جلو اور باہم کر ایک دوسرے سے حدیث کا تذکرہ ہوا کرے اگر اسکا التزام نرکھوگے تو تمہارا علم مٹجائیگا

اسی کے ساتھ امیر المومنین علیہ السلام نے اصول تدوین علوم بھی تعلیم فرمائے جسکی بدولت آج دفتر احادیث جوامع و مسانید و سنن و معاجم مرتب دنیا مین نظر آتے ہین علامہ زرقانی شرح مواہب لدنیہ مین نقل فرماتے ہین کہ

اخرج الحاکم وابو نعیم وابن عساکر عن علی مرفوعا اذا کتبتم الحدیث فاکتبوہ باسنادہ فان یك حقا کنتم شرکاء فی الاجر وان یك باطلا کان وزرہ علیہ

حاکم و ابو نعیم و ابن عساکر نے علی ابیطالب سے مرفوعًا روایت کی ہو کہ جب تم کسی حدیث کو لکھو تو مع اوسکی اسناد کے لکھو اسلئے کہ اگر وہ حدیث حق ہو تو تم اور راوی اجر مین شریک ہوگے اور وہ باطل ہے تو اوسکا بوجھ اُسکے راوی پر ہوگا۔

امام فخر رازی تفسیر کبیر مین فرماتے ہین کہ

واعلم ان لیس بعد کلام اللہ وکلام رسولہ کلام فی وصف الملائکۃ اعلی واجل من کلام امیر المومنین علی علیہ السلام

بعد کلام خدا و کلام رسول خدا کوئی کلام وصف ملائکہ مین امیر المومنین علی علیہ السلام کے کلام سے بلند تر و جلیل تر نہین ہے۔

شیخ محمد عبدہ مفتی مصر جنکو علمای مصر الاستاذ الامام کے القاب سے یاد کرتے ہین اپنی شرح نہج البلاغہ مین فرماتے ہین کہ

لیس فی اهل هذه اللغة الا قائل بان کلام الامام علی بن ابیطالب هو اشرف الکلام و ابلغه بعد کلام اللہ تعالی و کلام نبیه صلی اللہ علیه واله وسلم و اغزره مادة وارفعه اسلوبا واجمعه لجلائل المعانی

تمام زبان دانان عرب قائل ہین کہ خدا اور اُس کے نبی کے کلام کے بعد کلام علی ابن ابی طالب ہر کلام سے اشرف و ابلغ ہے اور مفید تر ہے اور رفیع تر اسلوب پر مبنی ہے اور ہر کلام سے زیادہ جامع مطالب عالیہ و معانی جلیلہ ہے۔

امیر المومنین کا طرز حکومت

الاخبار الطوال مین ہے کہ بیعت لینے کے بعد حضرت علی نے سب کو متنبہ کیا اور علی رؤس الاشہاد فرمایا کہ سنو تمنے جسطرح مجھ سے پہلے حکام انکی بیعت کی تھی اوسیطرح اب مجھسے بیعت کی ہے ہر شخص

[1] مطبوعہ مصر ۱۲ [2] مطبوعہ بیروت [3] مطبوعہ لیدن ۱۲

اوسوقت تک کہ یہ بیعت وقوع مین نہ آئی تھی زیر حکومت وفرمان نہ تھا اوراب بعد وقوع بیعت یعنی بعد عہد وپیمان اطاعت کسی کو خودرائی اور ترک فرمان پذیری کا حق حاصل نہین ہے۔ بس اب یہ ہے کہ امام پر استقامت وراستی کے ساتھ فرمانروائے فرض ہے اور رعایا پر فرمانبرداری واجب ہے۔ جو کوئی سرتابی کریگا اسلام سے برگشتہ سمجھا جائیگا۔ اور یہ بھی واضح رہے کہ یہ بیعت جو میرے ہاتھ پر ہوئی ہے سب نے آزادانہ غور وفکر کے بعد کی ہے۔ بے سمجھی بوجھی ہوئی کارروائی نہین ہے"

بعدازین حضرت علی نے وہ طرز عمل اختیار کیا جسکی نسبت اشارہ کیا تھا کہ اپنے علم کے مطابق حکمرانی کرونگا اور اس امر کو کہ حکومت مین وہ کسی خلیفۂ سابق کے آئین کے پابند نہونگے پہلے بھی اوس مجلس شوری مین ظاہر کر چکے تھے جو بعد وفات حضرت عمر انتخاب خلیفہ کیلئے منعقد ہوئے تھے۔ چنانچہ جو انھون نے کہا تھا وہی کیا۔

مسعودی نے مروج الذہب[1] مین لکھا ہے کہ "حضرت علی نے وہ سب جاگیرین ضبط کرلین جو حضرت عثمان کے عہد مین دی گئین تھین۔ اور جو کچھ بیت المال (خزانۂ خلافت) مین موجود تھا سب برابر برابر مسلمانون کو تقسیم کر دیا" حضرت علی کی شروع ہی سے یہ رائے تھی جیسا کہ بلاذری نے فتوح البلدان[2] مین لکھا ہے کہ "حضرت علی نے حضرت عمر کو رائے دی تھی کہ جو کچھ بیت المال مین داخل ہوا کرے سب آخر سال مین تقسیم کر دیا کیجئے"

قاضی ابو یوسف کتاب الخراج[3] مین روایت فرماتے ہین کہ "حضرت ابوبکر نے اپنے عہد خلافت کے سال اول ودوم مین جو کچھ مال غنیمت وغیرہ آیا سب بحصّہ مساوی مسلمانون کو تقسیم کیا۔ اسپر بعض لوگون نے عرض کیا کہ مسلمانون مین کچھ اہل فضل اپنی سابق وقدیم خدمتون کے اعتبار سے ممتاز بھی ہین انکو اُنکی فضیلت کے موافق دیجئے۔ حضرت ابو بکر نے فرمایا یہ سب مین خوب جانتا ہون مگر انکی فضیلت وسبقت وقدامت کا ثواب خدا دینے والا ہے اور یہ معاملہ معیشت وروزی ہے اسمین بتقلید رسول اللہ بحصّہ مساوی تقسیم کرنا اس سے بہتر ہے کہ مین اپنے اختیار کو دخل دون اور بیش وکم کردون"

---

[1] مطبوعۂ مصر ۱۲ [2] مطبوعۂ لینڈن [3] مطبوعۂ مصر ۱۲

حضرت عمرؓ نے اپنے عہد خلافت مین اس ضابطہ کو ترک کیا اور اپنے خیال کے مطابق مسلمانون کے مدارج قرار دیکر بیش وکم دینا شروع کیا۔ قیاس غالب ہے کہ اُنھین لوگون کے مشورے سے ایسا کیا گیا جنھون نے حضرت ابوبکر کو بھی یہ مشورہ دیا تھا۔ ارباب سیاست کے نزدیک یہ ترمیم ضابطہ الزام استبداد سے بری ہے، چنانچہ خلیفہ عبد الملک کا قول ہے کہ

سیرۃ السلطان تدور مع الناس فلابد للوالی ان یسیر فی کل زمان بما یصلحہ (طبقات ابن سعد جلد تابعین)	سلطان کا طرز عمل رعایا کی حالتون کے ساتھ بدلتا رہتا ہے ہر والی اور حاکم کو لازم ہے کہ ہر زمانے مین حسب مصلحت وقت قرار اختیار کرے۔

گو کہ یہ ترمیم بظاہر خوشنما تھی مگر اسکے نتائج اچھے نمودار نہ ہوے۔ حصّون کی بلندی و پستی سے ایک گروہ مین خود بینی و ترفع پسندی اور دوسرے مین حسد و بغض اور تیسرے مین ترمیم ضوابط مقررہ کی جسارت پیدا ہوگئی۔ اور جماعت متحدہ مین تفرقہ پڑ گیا۔

قاضی ابویوسف کتاب الخراج مین یہ روایتین نقل فرماتے ہین۔

(۱) ازواج رسول اللہ مین سے حضرت صفیہ اور جویریہ کا وظیفہ چھ چھ ہزار حضرت عمرؓ نے مقرر فرمایا اور باقی اُمہات مومنین کا بارہ بارہ ہزار اسپر صفیہ و جویریہ نے جوابدہی کی کہ رسول اللہ کی زوجہ ہونے کی حیثیت سے سب بیبیان برابر ہین یہ فرق وظائف کیسا۔ آخر حضرت عمر کو انکا وظیفہ بھی بارہ بارہ ہزار مقرر کرنا پڑا۔"

(۲) "عبد اللہ بن عمر نے اپنے وظیفے پر اعتراض کیا کہ اُسامہ بن زید کا چار ہزار اور میرا تین ہزار کیون مقرر ہوا۔ اسامہ اور انکے باپ مین مجھسے اور آپ سے کونسی فضیلت زیادہ ہے۔ حضرت عمر نے سمجھا دیا کہ تمسے اور تمھارے باپ سے اسامہ اور اُنکے باپ رسول اللہ کو زیادہ عزیز تھے۔"

(۳) "ام المومنین حضرت زینب بنت جحش کے سامنے جب انکا بارہ ہزار وظیفہ پیش کیا گیا تو اسیوقت سب اپنے خاندان والون کو تقسیم کردیا اور ہاتھ اُٹھاکر دعا کی کہ اللھم لایدرکنی عطاء عمر بن الخطاب بعد عامی ھذا ابدا۔ خدایا اس سال کے بعد کبھی عمر بن خطاب کا عطیہ مجھ تک نہ پہونچے" وجہ ناخوشی روایت مین کچھ مذکور نہین ہے۔"

باوجود اس ظہور تحاسد و تنافس کے بھی اس ترمیم کا قائم رکھنا پتہ دیتا ہے کہ وہ گروہ جسکی تحریک سے ترمیم ہوئی تھی قوی اور با اثر تھا۔ پھر حضرت عمر کے زرّین عہد میں اس گروہ کی قوت بتدریج ترقی پذیر رہی اور حضرت عثمان کے عہد میں نقطہ کمال پر پہونچی۔

جہان تک ہمین تاریخ نے بتایا ہے ہم جانتے ہین کہ حضرت علی اس حالت سے غافل نہ تھے اور جانتے تھے کہ اب قانون قدیم کا اجراء دشوار ترین امور مین سے ہے۔ لیکن وہ اقتضاے فطرت اور اُس اُنس و اتحاد کے اعتبار سے جو انکو آغوش رسول اللہ مین پرورش پانے کی وجہ سے آنحضرت کی ذات سے تھا کبھی اس ترمیم کے قائم رکھنے پر راضی نہین ہو سکتے تھے۔ اور نا ممکن تھا کہ وہ رسول اللہ کے طرز عمل کی تقلید پر ثابت قدم نہ رہین۔

مولانا شبلی نعمانی الفاروق مین تحریر فرماتے ہین کہ "نبی جو حکم منصب نبوت کی حیثیت سے دیتا ہے وہ بے شبہ خدا کیطرف سے ہوتا ہے۔ باقی امور وقت اور ضرورت کے لحاظ سے ہوتے ہین۔ تشریعی اور مذہبی نہین ہوتے۔ اس مسئلہ کو جسقدر حضرت عمر نے صاف اور واضح کر دیا کسی نے نہین کیا۔ ×

× × معاملات مین حضرت عمر نے زمانے اور حالات کی ضرورتون سے بہت سے نئے نئے قاعدے وضع کئے جو آج حنفی فقہ مین بکثرت موجود ہین" ہم ایک مثال سے اس مطلب کو کسیقدر واضح کئے دیتے۔ قطع نظر از جزئیات و معاملات خلافت کو لیجئے جو قدیم الایام سے اب تک مسلمانون مین ایک مہتم بالشان امر مانا جاتا ہے۔ کہا گیا ہے کہ شارع علیہ السلام نے خود کوئی خلیفہ اپنا نہین مقرر فرمایا اور یہ قانون قرار دیا کہ باجماع امت خلیفہ مقرر ہونا چاہئے چنانچہ حضرت ابوبکر منتخب ہوکر خلیفہ ہوے لیکن حضرت ابوبکر نے اپنے آخر دور حیات مین خود خلیفہ مقرر فرمانا وقت و ضرورت کے لحاظ سے قرین مصلحت تصور کیا اور حضرت عمر کو اپنا ولیعہد بنایا چنانچہ حضرت عمر خلیفہ ہوئے اور جب حضرت عمر دنیا سے رحلت فرمانے لگے تو انھون نے وقت و ضرورت کے لحاظ سے یہ مناسب سمجھا کہ خلافت کیلئے چھ شخصون کو نامزد کرین کہ وہ آپسمین شوریٰ کرکے ایک کو خلیفہ بنا لین چنانچہ حضرت عمر کے بعد وہ چھ ارکان مجلس شوریٰ مجتمع ہوئے۔ تو انھون نے وقت و ضرورت کے لحاظ سے قانون انتخاب مین یہ ترمیم ضروری سمجھی کہ چھ مین سے صرف ایک عبدالرحمن بن

بن عوف کو انتخاب خلیفہ کیلئے مجاز کر دیا اور عبد الرحمن نے حضرت عثمان کو منتخب کیا پھر حضرت عثمان کو اپنی وفات کیوقت اسکا موقع نہ ملا کہ وقت و ضرورت کے لحاظ سے کسی کو خود خلیفہ مقرر کرتے یا کوئی مجلس شوریٰ قرار دیتے مختصر یہ کہ مسئلہ نصب خلیفہ نے تقریباً چوبیس برس کے اندر اتنی صورتین وقت و ضرورت کے لحاظ سے بدلین اور یہ سب صورتین مشروع و مسنون قرار پائین۔

اب آپ اندازہ کر سکتے ہین کہ حضرت ابو بکر و عمر اور حضرت علی کے طرز عمل مین کیا فرق ہے۔ اور یہ جو بار بار حضرت علی نے اتباع سیرت شیخین سے انکار کیا اسکی کیا وجہ ہے۔

خلفای سابقین کے عہد کے عمال مین سے تین عامل حضرت علی کے عہد مین اپنے اپنے عہدون پر مامور رہے۔ جریر بن عبداللہ البجلی عامل ارض الجبل۔ اشعث بن قیس عامل اذربائجان۔ ابو موسیٰ اشعری عامل کوفہ۔ ان لوگون نے حضرت علی کی بیعت کر لی تھی۔ اور جن جن ملکون پر یہ لوگ حکمران تھے وہان والون سے بھی امیر المومنین کی بیعت لیلی تھی۔ مگر ان تینون نے ہمیشہ امیر المومنین کی مخالفت ہی کی۔ جریر ایلچی بنکر معاویہ کے پاس گیا تھا اور آخر معاویہ سے ملگیا۔ اشعث بباطن معاویہ سے ہمیشہ سازش کئے رہا۔ اور ابو موسیٰ اشعری نے اول کوفہ مین اور آخر دومۃ الجندل مین جیسی مخالفت کی وہ اظہر من الشمس ہے۔ اسکی وجہ یہی تھی کہ امیر المومنین کا طرز عمل چونکہ خلفائی سابقین کے خلاف تھا اسلئے ان لوگون کو مطبوع نہ تھا۔

بعد فتح بصرہ جب امیر المومنین وارد کوفہ ہوئے تو انھون نے ممالک مختلفہ پر حسب ذیل عمال مقرر فرمائے۔

تمام مدائن و جوخی پر یزید بن قیس ارحبی۔ اصفہان و جبل پر محمد بن سلیم۔ بھقباذات پر قرظ بن کعب۔ کسکر و نواح کسکر پر قدامہ بن عجلان ازدی۔ بھرسیر وغیرہ پر عدی بن حارث۔ استان عالی پر حسان بن عبداللہ بکری۔ استان زوابی پر سعید بن مسعود ثقفی۔ سجستان پر ربعی بن کاس۔ خراسان پر خلید بن کاس۔ موصل و نصیبین و دارا و سنجار و آمد و میافارقین و ہیت و عانات و حدود شام پر مالک اشتر۔

اور جسوقت امیر المومنین نے قصد صفین فرمایا تو مسعود انصاری کو حاکم کوفہ بناکر وہان چھوڑا مسعود ان بزرگان انصار مین سے تھے جنھون نے عقبہ مین رسول اللہ صلعم سے بیعت کی تھی [1] اس زمانے مین امیر المومنین کیجانب سے والی بصرہ عبد اللہ بن عباس۔ اور والی یمن عبید اللہ بن عباس اور والی حجاز قثم بن عباس تھے۔ اور والی بحرین عمرو بن ام المومنین ام سلمہ اور والی مصر قیس بن سعد بن عبادہ۔

اس فہرست عمّال پر نظر کرنے سے معلوم ہوگا کہ حضرت علی کا دور حکومت سابقین کے دور حکومت سے ہر حیثیت سے جدا تھا اسمین آپ کہین مغیرہ بن شعبہ اور عمرو بن العاص و عبد الرحمن بن خالد سے عاملون کا نشان نہ پائین گے جو زمانہ سابق مین ہر حکومت مین پیش پیش رہے اور تمام نظم و نسق سلطنت کا دار و مدار انھین مدبّرون کی رائے و تجویز پر تھا۔ امیر المومنین کے لشکر مین بھی کوئی افسر اعلیٰ خلفائے سابقین کے افسران سپاہ مین سے نہ تھا چنانچہ الاخبار الطوال مین ہے کہ حضرت علی نے جنگ جمل شروع ہونے سے پہلے اپنے لشکر کو سات حصون مین تقسیم کرکے ترتیب دیا اور یہی ترتیب ہمیشہ انکے عہد مین قائم رہی۔ قبائل حمیر و ہمدان پر سعید بن قیس ہمدانی کو افسری دی اور قبائل مذحج و اشعریین پر زیاد بن نصر حارثی کو اور قبیلہ طی پر عدی بن حاتم طائی کو اور قبائل قیس و عبس و ذبیان پر سعد بن مسعود ثقفی کو اور قبائل کندہ و حضرموت و قضاعہ و مہرہ پر حجر بن عدی کندی کو اور قبائل ازد و بجیلہ و خثعم و خزاعہ پر مخنف بن سلیم ازدی کو اور قبائل بکر و تغلب و ربیعہ پر محدوج ذہلی کو اور قریش و اہل حجاز و انصار پر عبد اللہ بن عباس کو۔

قریش مین سے بسبب بغض قدیم بہت ہی کم لوگون نے حضرت علی کا ساتھ دیا چنانچہ ابن خلدون نے مقدمہ تاریخ مین لکھا ہے "نسل مضر مین سے تمام قبائل حجاز کنانہ و ثقیف و ہذیل وغیرہ قریش کی حمایت کرتے تھے۔ اور قریش اس شوکت و اقتدار کے ساتھ بنی امیہ کے حامی و مددگار شروع سے چلے آتے تھے یہ تعصب چند روز کیلئے آنحضرت صلعم کے آخر عہد حیات مین ظہور معجزات و نزول ملائکہ کی دہشت سے دب گیا تھا مگر پھر ابھر آیا تھا۔ قبائل عراق

[1] یہ تمام عمال کی تفصیل الاخبار الطوال سے ماخوذ ہے ۱۲

بکر بن وائل و عبد القیس بن ربیعہ وغیرہ اور قبائل یمن کندہ وازد وغیرہ اور بنی مضر میں اماکن بعیدہ کے باشندے قبائل تمیم وقیس وغیرہ البتہ قریش کے زیر اثر نہ تھے"

واقعات جنگ جمل وصفین پر غور کرنے سے واضح ہوگا کہ انھیں قبائل عراق و یمن نے امیر المومنین علیہ السلام کا ایک حد تک ساتھ دیا۔ اور سواد اعظم قریش بدستور اُنسے منحرف رہا۔

خمس قاضی ابو یوسف کتاب الخراج مین بجواب سوال خلیفہ ہارون رشید اول سند آیہ یہ نقل فرماتے ہین۔ واعلموا انما غنمتم من شئ فان للہ خمسہ ولذی القربیٰ و الیتامیٰ والمساکین وابن السبیل ان کنتم اٰمنتم باللہ وما انزلنا علی عبدنا یوم الفرقان یوم التقی الجمعان واللہ علی کل شئ قدیر۔ (اے مسلمانون) جان لو کہ بس حکم یہی ہے کہ (حربی کافرون سے) جو کچھ بھی مال غنیمت (لوٹ) تم حاصل کرو انمین سے پانچوان حصہ خدا اور رسولؐ اور قرابت داران رسول (بنی ہاشم وبنی عبد المطلب) اور یتیمون اور فقیرون اور مسافرون کے لیے ہے اگر تم خدا پر اور اسپر ایمان لائے ہو جو ہمنے بروز فیصلہ (از قبیل ملائکہ ومعجزات) اپنے بندے محمد پر نازل کیا تھا جب کہ دو جماعتین (مسلمانون اور کافرون کی) ایکدوسرے سے (بدر مین جنگ کے لیے) ملین بھڑین۔ بعدازین قاضی صاحب۔ یہ فتویٰ دیتے ہین کہ مال غنیمت مین سے پانچوان حصہ انکا ہے جنکے خدا نے اس آیت مین نام لئے ہین اور باقی چار حصے اہل لشکر کو عام اس سے کہ انکا نام دفتر لشکر مین ثبت ہوا ہو سب کو اس شرح سے تقسیم کئے جاتے ہین کہ سوار کے تین حصے دو گھوڑے کے ایک سوار کا اور پیدل کا ایک حصہ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ نے غنائم بدر وحنین کو اسیطرح تقسیم فرمایا ہے۔

پھر فرماتے ہین کہ فقیہ مقدم ابو حنیفہ کہا کرتے تھے کہ گھوڑے کا بھی ایک ہی حصہ ہونا چاہیئے اور ہم گھوڑے کو انسان پر ترجیح نہ دین گے اور وہ اس روایت کو اپنی تائید رائے مین پیش کرتے تھے کہ ایک عامل نے ملک شام مین کسی مقام پر حضرت عمر کے عہد خلافت مین مال غنیمت مین سے پیدل اور سوار کو یکسان ایک ہی ایک حصہ دیا جب حضرت عمر کی حضور مین اسکا مرافعہ (اپیل) ہوا تو آپ نے اس تقسیم عامل کو بحال رکھا۔ یہ ظاہر کرنیکے بعد

قاضی صاحب۔ امام ابوحنیفہ کی رائے کی یون تردید فرماتے ہین کہ جو احادیث و آثار گھوڑے کے دو حصے اور سپاہی کے ایک حصہ ہونے کے باب مین وارد ہین وہ اوثق یعنی زیادہ استوار و قابل اعتبار ہین اور انھین پر سب کا عمل ہے معہذا یہ امین گھوڑے کو انسان پر کوئی تفضیل نہین ہے بلکہ اس لحاظ سے دو حصے قرار دئے گئے ہین کہ گھوڑے کا خرچ بھی زیادہ ہے اور یہ بھی کہ لوگون کو جہاد کیلئے گھوڑے پالنے کیطرف رغبت ہو۔ اور یہ بھی کہ فی الاصل گھوڑی کے بھی حصے سوار ہی کو ملتے ہین۔ اسکے بعد قاضی صاحب فرماتے ہین کہ فخذ یا امیرالمومنین بای القولین رایت واعمل بما تری انہ افضل واخیر للمسلمین فان ذلک موسع علیک انشاء اللہ تعالیٰ" اب آپ اے امیرالمومنین ان دونون فتوون مین سے جسکو چاہین پسند کرین آپ کے لئے وسعت ہے اور جو آپ اختیار کرینگے انشاءاللہ تعالیٰ وہ بہتر اور مسلمانون کیلئے نیک تر ہی ہوگا۔ بعد اسکے قاضی صاحب خمس کے حصون کا ذکر مفصل فرماتے ہین اور چند احادیث و آثار کو نقل کرتے ہین جنکا محصل یہ ہے کہ زمانۂ رسول اللہ مین خمس اسیطرح پانچ حصون پر تقسیم ہوتا تھا جسطرح قرآن مجید مین آیۂ مسطورۂ بالا مین مذکور ہے۔ لیکن بعد وفات محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ حضرت ابوبکر کے عہد خلافت سے آنحضرت اور بنی ہاشم و بنی عبدالمطلب ذوی القربیٰ کے دونون حصے موقوف کر دئے گئے۔ اور بقیہ تین حصون کو اور جنگ کے لئے گھوڑے وغیرہ خریدکرنے پر تقسیم و صرف کرنا شروع کیا گیا۔ ان احادیث و آثار مین صرف رسول اور ذوی القربیٰ کے حصون کے موقوف ہونے کا ذکر ہے خدا کے حصہ کا کچھ ذکر نہین اسلئے معلوم ہوتا ہے کہ خدا ورسول کا ایک ہی حصہ مانا گیا تھا) گو کہ علی و عباس ابن عباس اور تمام آنحضرت کے قرابت دار ان مذکور بنی ہاشم و بنی عبدالمطلب اس ترمیم کے خلاف تھے مگر علی نے بھی اپنے زمانہ حکومت مین اس ترمیم کو منسوخ نہین کیا۔ پھر خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے اپنے عہد خلافت مین ذوی القربیٰ کا حصہ بنی ہاشم کو دیا۔ (انتہی ترجمۃً وملخصاً)

اس جگہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وظائف مقرر کرنیکی ترمیم کو تو حضرت علی نے اپنے عہد مین منسوخ کردیا اور سب مسلمانون کو بحصہ مساوی تقسیم کرنا شروع کردیا جیسا کہ اوپر مذکور ہوا مگر اس ترمیم کو کیون منسوخ نہ کیا۔ اسکا جواب ذرا تدبر و غور کرنے سے سمجھ مین آجاتا ہے۔ اگر علی

اس ترمیم کو بھی منسوخ کرکے اپنے حصے قائم کرلیتے تو ان لوگون کو جو اپنے مبش قرار وظائف کے موقوف ہوجانے سے علی علیہ السلام کے مخالف ہوگئے تھے یہ کہنے کا موقع ملجاتا کہ ہمارے مقررشدہ وظیفے منسوخ اور اپنے منسوخ شدہ حصے قائم کئے۔ ہمکو محتاج بنایا اور خود مالدار بنے یہ سب ردوبدل علی نے صرف اپنا ہی مطلب حاصل کرنے کیلئے کیا ہے اور لوگون کو یہ سمجھاتے کہ دیکھو اونہون نے تمکو برابر برابر حصہ دینے کا فریب دیکر او وہ بڑی رقم علی اپنے اور اپنے خاندان والون کیلئے نکال لے گئے غرضکہ خوب عوام کالانعام کو بھڑکاتے اور جاہلون سے اور زیادہ شور شین برپا کراتے۔

علی علیہ السلام نے خود حکمران ہوکر خمس مین اپنا اور اپنے خاندان کا حصہ نہ لیا اور مسلمانونکو تقسیم کردیا اور ہوسناک مخالفون کی زبانین بند کردین اور تسکین دیدی کہ باوجود اسکے کہ مال زکوٰۃ ہمپر حرام ہے ہمنے اپنا خاص حصہ جو قرآن و سنت سے ثابت ہے مسلمانون کو دیدیا تم کو اپنے ان جدید وظائف کے بند ہونے پر اور مسلمان کے برابر حصہ لینے پر تاسف نکرنا چاہیے

معہذا پہلی ترمیم کا منسوخ کرنا یا سداری آئین مقررہ کے علاوہ عام مسلمانون کے تحفظ حقوق و فوائد اور حصول اتحاد و اتفاق پر مبنی تھا اور دوسری ترمیم کو مسترد کرنا صرف بنی ہاشم کے مالی فوائد سے متعلق تھا۔ علی علیہ السلام نے عامہ اہل اسلام کی فلاح کے لئے مصلحتہً اپنا حصہ بھی چھوڑدیا۔ ہان اگر بنی ہاشم اپنے حق کا علی سے اوسیطرح مطالبہ و مواخذہ کرتے جسطرح ابوبکر و عمر سے اونہون نے کیا تھا تو محل تامل تھا لیکن بنی ہاشم بطیب خاطر علی کو مطاع مانتے تھے اور اونکی شمع ہدایت کے پروانے تھے اور علی کے ہر حکم کی تعمیل کو اپنے اوپر فرض اور اپنے لیے دنیا و آخرت مین مُفید و ذریعۂ نجات باور کرتے تھے۔ باوجود اسکے کہ بنی ہاشم مین اُنکے بڑے بوڑھے حضرت عباس بن عبدالمطلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ اور علی علیہ السلام کے چچا زندہ و سلامت تھے مگر خود حضرت عباس علی کے مطیع و رضا جو تھے اور اس حدتک کہ جبوقت رسول اللہ علیہ التحیہ والثنا نے وفات پائی ہے فوراً حضرت عباس نے حضرت علی سے کہا تھا کہ ہاتھ بڑھاو سب سے پہلے مین تمھارے ہاتھ پر بیعت کرلون تاکہ پھر کسی کو کوئی عذر باقی نہ رہے مگر ہنوز آنحضرت کی تجہیز و تکفین نہین ہوئی تھی اور علی کی

دور بین نگاہوں کے سامنے مستقبل تھا علی نے اسوقت ہاتھ نہ بڑھایا۔

ابن جریر طبری نے بسلسلۂ واقعات جنگ جمل نقل کیا ہی کہ بعد ختم جنگ جب حضرت عائشہ کو حضرت علی نے رخصت کیا تو بارہ ہزار نقد بھی انکو مصارف کے لئے دیا مگر حضرت علی کے بھتیجے عبد اللہ بن جعفر نے اس رقم کو کم سمجھا اور مال کثیر ام المومنین کیلئے نکالا اور حضرت علی سے عرض کیا کہ ان لم یجزہ امیر المومنین فھو علیّ اسقدر دینا امیر المومنین مناسب نہ تصور فرمائین تو مین اپنے ذمہ لیتا ہون کہ ادا کر دون گا۔

ابن جریر طبری یہ بھی نقل فرماتے ہین کہ قال معاویۃ اذا لم یکن الاموی مصلحا للمال حلیما لم یشبہ من ھو منہ واذا لم یکن الہاشمی سخیا جوادا لم یشبہ من ھو منہ و لایقدر ملک من الہاشمی اللسان والسخاء والشجاعۃ۔ امیر معاویہ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص بنی امیہ مین سے کفایت شعار و بردبار نہو تو وہ اپنے خاندان والون سے مشابہ نہین ہوتا۔ ایسی ہی جب کوئی ہاشمی سخی وجواد نہو تو وہ اپنے خاندان والون سے مشابہ نہین ہے۔ بنی ہاشم سے زبان آوری وسخاوت وشجاعت مین کوئی پیش نہین پا سکتا۔

المختصر بزرگان بنی ہاشم حسب صوابدید امیر المومنین اپنا حصہ مسلمانون کیلئے چھوڑ دیا۔ اور امیر المومنین کو اس ترمیم کے منسوخ کرنے کی ضرورت نہوئی۔ واللہ اعلم بالصواب

فدک خمس کے علاوہ قریہ فدک اور اراضی بنی نضیر اور بعض قطعات اراضی خیبر بھی رسول اللہ صلعم کے مملوکات ومقبوضات خاص تھے جو مالک الملک حقیقی نے بلا مداخلت وکوشش مجاہدین کے آنحضرت کو عطا فرمائے تھے اور انکے محاصل کے متعلق بھی مثل خمس کے خدانے صرف کرنیکا حکم دیا تھا جیسا کہ قرآن مجید مین ہے کہ

وما افاء اللہ علی رسولہ منھم فما اوجفتم علیہ من خیل ولا رکاب و لکن اللہ یسلط رسلہ علی من یشاء واللہ علی کل شیئ قدیر۔ ما افاء اللہ علی رسولہ من اھل القری فللہ وللرسول

اور جو کچھ خدانے مال فی اپنے رسول (محمد) کو ان (اموال بنی نضیر وغیرہ) مین سے عطا فرمایا اوسپر تمہارے گھوڑے اور اونٹ (کچھ) نہین دوڑے تھے لیکن خدا اپنے رسولون کو جسپر چاہتا ہی غالب کرتا ہی اور خدا ہر چیز پر قادر ہی۔ وہ مال فی جو خدانے اپنے رسول (محمد) کو دیا ہی (یہود) دہقانون کے (املاک) مین سے خدا کیلئے ہے اور رسول کیلئے

ولذی القربیٰ والیتمیٰ والمساکین وابن السبیل کی لایکون دولۃ بین الاغنیاء منکم وما اٰتٰکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتہوا۔ واتقوا اللہ۔ ان اللہ شدید العقاب	اور قرابت دارون کیلئے اور یتیمون کیلئے اور مسکینون کے لئے اور مسافرون کیلئے یہ اسلئے کہ تمھارے مالدارون مین (وہ مال فی) دست بدست (بلا ضرورت وحاجت) نہ گردش کرے۔ اور اس قرار داد سے تم کبیدہ خاطر نہ ہو بلکہ اقتضائے متابعت خدا ورسول یہ ہے کہ) جو کچھ رسول تمکو دے وہ لیلو اور جس سے وہ منع کرے اس سے دستکش رہو اور خدا سے ڈرو وہ شدید العقاب ہے

مولانا شبلی نعمانی نے قریۂ فدک کو باوجود ادعای تاریخ دانی لفظ "باغ فدک" سے تعبیر فرمایاہے۔ بات یہ ہے کہ آپ کو بنی ہاشم سے ایک خاص کاوش ہے چنانچہ اپنی تالیفات مین جابجا اُنپر تعریضین کی ہین اُسی قبیل سے یہ بھی ہے کہ بنی ہاشم ایسے تنگ خیال تھے کہ چار خرموں کے درختون پر صحابۂ کبار سے لڑے جھگڑے۔ چونکہ ہم تاریخ بنی ہاشم لکھ رہے ہین لہذا ہمارا فرض ہے کہ حقیقت امر کو ہم صاف صاف ظاہر کردین۔

صحیح بخاری مین حضرت عمر نے ایک طولانی روایت کے سلسلے مین فرمایا قال فانی احدثکم من ھذا الامران اللہ سبحانہ کان خص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ھذا الفی بشیٔ لم یعطہ احد اغیرہ فقال جل ذکرہ وما افاء اللہ علی رسولہ منھم فما اوجفتم علیہ خیل و لارکاب الی قولہ قدیر۔ فکانت ھذہ خالصۃ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینفق علی اھلہ نفقۃ سنتھم من ھذا المال ثم یاخذ ما بقی فیجعلہ مجعل مال اللہ فعمل ذلک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حیاتہ ثم توفی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ابوبکر انا ولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقبضہ ابوبکر فعمل فیہ بما عمل بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (انتھی موضع الحاجۃ) محصل کلام یہ کہ بموجب حکم قرآن وما افاء اللہ علی رسولہ الایہ اراضی فدک وبنی نضیر وبعض قطعات خیبر خالصۂ رسول اللہ صلعم تھے اس خالصے کی آمدنی سے آنحضرت اپنے اہل وعیال کو سال بھر کا خرچ دیتے تھے اور جو بچتا تھا وہ اس مال مین ملاکر جو مسلمانونکو تقسیم کیا جاتا تھا صرف کردیتے تھے۔ جب آنحضرت نے وفات پائی۔ حضرت ابوبکر نے کہا کہ مین ولیعہد رسول اللہ ہون اور اس خالصہ رسول اللہ پر قبضہ کرلیا اور اوسیطرح صرف کیا

جسطرح آنحضرت صرف کیا کرتے تھے۔ اسی صحیح بخاری مین چند اور روایتین ہین جنکا خلاصہ یہ ہے کہ اسی خالصہ رسول اللہ صلعم کی بابت جناب فاطمہ نے حضرت ابو بکر پر دعوی حضرت ابو بکر ہی کے اجلاس مین دائر کیا۔ حضرت ابو بکر نے یہ جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے لانورث ماترکناہ صدقۃ ہم پیغمبرون کی میراث نہین بانٹی جاتی جو ہم چھوڑ جاتے ہین وہ صدقہ ہو جاتا ہے یعنی عام مسلمانون کا حق۔ اس جواب کے بعد حضرت ابو بکر نے دعوی خارج کر دیا۔ صدقہ اہل بیت پر حرام ہے اور اس فیصلہ سے اہل بیت اس خالصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قطعًا محروم ہو گئے۔ جناب سیدہ کو رنج ہوا اور حضرت ابو بکر سے ناراض ہو گئین۔

ابن عبد ربہ نے العقد الفرید مین لکھا ہے کہ حضرت عثمان نے فدک مروان کو جاگیر مین دیدیا تھا۔ بلاذری نے فتوح البلدان مین ذکر کیا ہے کہ معاویہ نے فدک مروان کو ہبہ کر دیا تھا اور وہ تصرف نسل مروان مین رہا۔ لیکن خلیفہ عمر بن عبد العزیز نے پھر فدک کی آمدنی کو حضرت ابو بکر و عمر کے دستور کے مطابق صرف کرنیکا حکم دیا اور اسپر سے اپنا خاندانی قبضہ اُٹھا لیا۔

یاقوت حموی نے معجم البلدان مین لکھا ہے کہ عمر بن عبد العزیز کے بعد جب یزید بن عبد الملک بن مروان خلیفہ ہوا تو اُسنے پھر فدک کو ضبط کر لیا اور پھر آغاز دولت عباسیہ تک خلفائی مروانیہ کے ہاتھون مین رہا جب ابو العباس سفاح خلفائی عباسیہ مین سے پہلا خلیفہ حکمران ہوا تو اُسنے حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب کو فدک سپرد کر دیا کہ اسکی آمدنی اولاد علی مین تقسیم کر دیا کرین۔ سفاح کے بعد جب منصور خلیفہ ہوا اور اولاد حسن نے اوس سے جنگ ہوئی تو منصور نے فدک ضبط کر لیا۔ پھر جب مہدی خلیفہ ہوا تو اُسنے پھر فدک واپس دیا۔ پھر جب ہادی خلیفہ ہوا تو اُسنے پھر فدک ضبط کر لیا پھر مامون رشید نے فرمان شاہی کے ساتھ فدک اولاد علی کو واپس دیا اسپر دعبل نے یہ نظم پڑھی۔

اصبح وجہ الزمان قد ضحکا
برد مامون ھاشم فدکا

بلاذری نے فتوح البلدان مین مامون رشید کے اس فرمان کو نقل کیا ہے۔ بلیغ و معنی خیز ہے۔ یہ فرمان ۲۱۰ھ مین جاری ہوا۔

مگر پھر خلیفہ متوکل نے فدک ضبط کر لیا۔ ابن اثیر نے تاریخ مین لکھا ہے کہ پھر خلیفہ المنتصر نے فدک اولاد حسن و حسین کو واپس دیدیا۔

معجم البلدان مین ہے کہ "فدک ایک قریہ ہے جو حجاز مین مدینہ منورہ سے دو دن کی راہ ہے۔ المختصر معلوم ہوا کہ وہ چند خرمے کے درختون کا باغ نہین ہے جیسا کہ مولانا شبلی نعمانی نے بیان کیا ہے۔ قطع نظر از روایت۔ درایت بھی شاہد ہے کہ چند خرمے کے درختون کے لئے ایسے ایسے جلیل القدر خلفا نامور صدہا برس تک ایسے انتظامات و رد و بدل نہین قائم رکھ سکتے تھے۔ ریگستان حجاز مین یہودیون کا لگایا ہوا باغ کیا بلکہ دو چار ہزار بیگہ رقبہ زرخیز کی بھی یہ وقعت نہین ہو سکتی کہ اسطرح وہ متقدر خلفاء اسکی طرف اعتنا کرین جو صوبے اور ملک جاگیرون مین دے سکتے تھے۔ اور دیتے تھے۔ امیر معاویہ سلطان دمشق نے باوجود اس وسعت سلطنت کے کہ عرب و شام و عراق و عجم و مصر زیر نگین تھے۔ مرغزار دمشق و شام کے سرسبز و شاداب ملک مین سے یا حجاز کے بہشت نما خطۂ طائف مین سے کوئی باغ انواع و اقسام کے ریاحین و فواکہ سے ہرا بھرا یا مدائن کی دلکشا و روح پرور سرزمین مین سے کوئی رقبہ اراضی مروان کو جاگیر مین نہ دیا اور فدک دیا۔ کوئی تو خصوصیت فدک مین ایسی تھی کہ ایسے عظیم الشان سلطان نے اپنے خاندان کے سربرآوردہ ممبر اور امیر رفیع قدر کو فدک ہی جاگیر مین دیا۔ اور کتاب خدا و سُنت رسول خدا و سیرت خلفا سب کے خلاف نمایان طور پر عمل کرنا گوارا کر لیا۔ ہر شخص عاقل ان سب احوال پر نظر کرنے کے بعد بیشک فدک کو ایک پر اسرار چیز باور کریگا۔

ہم صحیحین اور دیگر کتب احادیث مین معاملہ فدک مین روایتون کی بھرمار دیکھتے تھے تو ابتدا مین خیال ہوتا تھا کہ ذرا سی بات کو اسقدر کیون طول دیا گیا ہے اور پھر جب عینی و عسقلانی و قسطلانی و نووی وغیرہ کی شرحین ان روایتون کی دیکھتے تھے تو کہتے تھے کہ یون بات کے بڑھانے سے آخر حاصل۔ مگر بعد ذہن مین آیا کہ واقعاً فدک عجب چیز ہے

اور کعبہ بعید از حسن اشارت نہین ہے اگر سعدی نے اسی "باغ فدک" ہی کا تصور کر کے کہا ہو۔

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار ہر ورقی دفتریست معرفت کردگار

فدک کے متعلق مسلمانون کے دو فرقون مین شروع سے لیکر اب تک بحث دائر و سائر ہے ایک فرقہ گویا وکیل سرکار ہے اور دوسرا مرحومہ مدعیہ کا پیرو کار مگر ہم اہل اخبار ہین صرف واقعات کو نقل کرنے والے۔ جو مورخ سبکسری سے اس بحث مین دخل دیتے ہین وہ اپنے فرائض سے بیخبر ہین۔

کتب احادیث وسیر مین امیر المومنین کے جود وسخا کے متعلق جو جو واقعات مذکور ہین وہ انکے ذاتی مال کے مصارف ہین جو نی وغیرہ مین سے اونکو بقدر حصہ ملتا تھا۔ خود جو کی روٹی کھاتے تھے اور پیوند پر پیوند لگاتے تھے اور جو ملتا تھا خدا کی راہ مین دیدیتے تھے۔

تاریخ مین کوئی واقعہ ایسا مذکور نہین ہے کہ امیر المومنین نے کبھی اس اسلامی تقسیم سے جو ہر مجاہد و مسلمان کے لئے مقرر ہے کسی کو زیادہ دیکر یا زیادہ دینے کی طمع دلاکر یا کسی جبر و تعدی کی دھمکی دیکر یا کوئی دباؤ ڈالکر اپنے ساتھ لیا ہو اور اپنے لشکر مین شامل کیا ہو۔

بلاذری نے فتوح البلدان مرۃ ہمدانی سے روایت کی ہے کہ امیر المومنین نے ہم لوگون سے فرمایا کہ جس کسی کو ہم مین شامل ہو کر معاویہ سے جنگ کرنا پسند نہ ہو اسکو اختیار ہے کہ بیت المال مین سے اپنا حصہ بدستور ہم سے لے اور بلاد دیلم کی طرف جہاد کے لئے جائے چنانچہ چار ہزار مجاہد اپنے اپنے حصے لیکر دیلم کی طرف روانہ ہو گئے اور ربیع بن خثیم کو امیر المومنین نے اس لشکر پر سردار مقرر فرمادیا اسی طرح حارث بن عبدی متطوعین (والنظرون) کی ایک جماعت کے ساتھ امیر المومنین سے اجازت لیکر حدود خراسان کے اوسطرف سند مین جہاد کیلئے گیا۔

برخلاف امیر المومنین کے اس طرز عمل کے معاویہ کا انداز سازش یہ تھا کہ وہ بیحساب نقد اور جاگیرین دے دے کر لوگون کو اپنا ساتھی بناتے تھے۔ فاضل مورخ عطا حسنی بک جو بیروس کی انجمن علمیہ وجغرافیہ کے ممبر بھی ہین اپنی کتاب "خواطر فی الاسلام" مین فرماتے ہین۔

ان الامام علی لم یکن متکلاً علی الحیلۃ بل علی الحق ولم یکن یستنصر الخداع بل کان نصیرہ الصدق وما کان ینقصہ ذلک عن تقصیر وعجز بل تدینا وتجھداً لانہ یابی الا الحق الصراح والخدمۃ النصوحۃ لذلک کان الناس ینفرطون من حولہ لشدتہ ویلتفون حول معاویۃ لتسامحہ وکرمہ وسخائہ ورغد العیش فی قربہ وشتان بین من یعمل لدنیاہ وبین من یعمل لاخراہ۔

علی علیہ السلام مکر وحیل پر بھروسہ نہین رکھتے تھے۔ حق پر اعتماد رکھتے تھے۔ کبھی انھون نے فریب ومکر سے مدد نہین چاہی بلکہ ہمیشہ صدق انکا مددگار رہا۔ اور یہ طرز عمل انکا کچھ انکی عجز کیوجہ سے نہ تھا بلکہ کمال دینداری وعبادت گذاری کی وجہ سے تھا۔ وہ ہر شائبۂ ریب وغرض سے پاک اتباع حق اور خالصاً لوجہ اللہ خدمت دین کے سوا کسی چیز کو قبول نہین کرتے تھے۔ اسی سخت گیری کے سبب لوگ انکے پاس سے بھاگ بھاگ کے معاویہ کے پاس جمع ہوتے تھے کیونکہ معاویہ خطاؤن سے درگذر اور جود وسخا سے سب کو مالامال بھی کرتے تھے اور معاویہ کے زیر سایہ آزادانہ خاطر خواہ سامان عیش ہر ایک کے لئے مہیا تھا۔
کھلی ہوئی بات ہو کہ اوس شخص مین جو اپنی دنیا بنانے کیلئے کام کرتا ہو اور اس شخص مین جو اپنے دین کیلئے اور آخرت کیلئے کام کرتا ہو بڑا فرق ہو۔

مسعودی نے مروج الذہب مین لکھا ہے کہ حسان بن مالک جو شام مین قبائل قحطان کا رئیس اعظم تھا اوسکو معاویہ نے ان شرائط پر اپنا مددگار بنایا تھا کہ اسکے ماتحتون مین سے دو ہزار شخصون کے دو دو ہزار سالانہ وظیفے ہون اور ائمین سے جو مرجائے متوفی کا بیٹا یا بھتیجا اسکا قائم مقام تسلیم کیا جائے اور کوئی معاملہ نظم ونسق حکومت بغیر انکے شمول رائے کے نہ طے ہوا ور ہمیشہ صدر مجلس مین انکو جگہ ملے۔ مسعودی نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ بعد واقعہ صفین اتفاقاً ایک کوفی وارد دمشق ہوا۔ ایک دمشقی اسکے اونٹ کو چمٹ گیا کہ یہ میری اونٹنی ہے تو نے جنگ صفین مین مجھسے چھین لی تھی۔ دونون مین آنا جھگڑا بڑھا کہ امیر معاویہ کے پاس فیصلے کیلئے فریقین پیش ہوئے اور مدعی کی طرف سے پچاس گواہان ثبوت گذر گئے کہ یہ اونٹنی مدعی کی ہے۔ امیر معاویہ نے مدعی کے حق مین فیصلہ صادر کردیا۔ کوفی نے یہ سب تماشا دیکھکر امیر معاویہ سے کہا کہ یہ تو دیکھیے کہ مدعی اونٹنی کا دعویدار ہے اور یہ اونٹ ہے اونٹنی نہین ہے۔ امیر معاویہ نے کہا کہ اب کچھ نہین ہو سکتا حکم سنادیا گیا

کوفی دم بخود عدالت سے چلا گیا اور دمشقی خوش خوش اونٹ لے گیا۔ بعدازین کسی کو بھیجکر خفیہ امیر معاویہ نے کوفی کو بلایا اور انعام دیا اور اونٹ کی دوچند قیمت دی اور کہا کہ جا علی سے کہدینا کہ ایسے ایک لاکھ سپاہی تمھارے مقابلہ کے لئے لاؤنگا جو اونٹ اور اونٹنی مین تمیز نہین کرتے۔

ابوحنیفہ دینوری نے الاخبار الطوال مین واقعہ سازش معاویہ وعمرو بن العاص کو مفصل لکھا ہے اور اسکا خلاصہ یہ ہے کہ معاویہ نے عمرو سے کہا کہ تین مشکلین مجھے پیش آئی ہین کہ کچھ سمجھ مین نہین آتا کہ کیا کرون ایک تو یہ کہ محمد بن حذیفہ قیدخانہ توڑکر مصر کی طرف بھاگ گیا ہے۔ وہ ہمارا بڑا دشمن ہے۔ دوسرے یہ کہ قیصر روم نے لشکر جمع کیا ہے تاکہ ملک شام پر حملہ آور ہو اور ہمسے جنگ کرے۔ تیسرے یہ کہ علی کا ایلچی جریر آیا ہوا ہے۔ اور بیعت یا جنگ کیطرف دعوت دے رہا ہے۔ عمرو نے کہا کہ رائے یہ ہے کہ محمد بن حذیفہ کا تو خیال چھوڑو اگر وہ ماخوذ ہوکر نہ بھی آیا تو کچھ نہین کرسکتا۔ اور قیصر روم سے صلح کرلو۔ اور سب روم کے قیدیون کو رہا کردو اور بس یکسو ہوکر علی سے لڑو اور اس جنگ عظیم مین اگر مجکو اپنا رفیق بنانا چاہتے ہو تو یہ عہد کرو کہ بعد فتح ملک مصر میری جاگیر مین تمھین دینا ہوگا۔ معاویہ پر مسئلہ ملک مصر شاق ہوا اور چند روز تامل کیا مگر عمرو اسی پر اڑے رہے آخر معاویہ راضی ہوئے اور معاہدہ تحریر ہوگیا۔ اور قیصر روم سے بھی صلح کرلی گئی اور محمد بن حذیفہ کا خیال بھی چھوڑدیا گیا اور صرف علی سے لڑنے کی تدبیرین ہونے لگین۔ عمرو نے مشورہ دیا کہ اول اہل شام کے دلون مین یہ بات ڈالی جائے کہ علی نے عثمان کو قتل کرایا ہے۔ اور شرحبیل بن السمط الکندی کو جو راس و رئیس اہل شام ہے بلاکر رفیق بنایا جائے اور یہ اہتمام کیا جائے کہ راہ مین ہر منزل ومقام پر ایسے لوگون کو مقرر کیا جائے جن سے شرحبیل مانوس ہو اور یہ لوگ اپنی اپنی جگہ جب شرحبیل سے ملاقی ہون تو بحسن تدبیر اسکے ذہن مین یہ بات ڈالین کہ عثمان کو علی نے قتل کرایا ہے۔ چنانچہ یہی انتظام کیا گیا اور یزید بن اسد اور بسر بن ارطاۃ اور سفیان بن عمرو اور مخارق بن الحرث اور حمزہ بن مالک اور حابس بن سعید وغیرہ کو یہ افسون تعلیم کرکے جابجا راہ مین متفرق مقامون پر

بھیجدیا پھر شرحبیل کو مدعو کیا اور یہ ہوا کہ شرحبیل جہان پہونچا یہی سنا کہ علی نے عثمان کو قتل کرایا ہے۔ اور یہ خیال خوب اسکے دماغ مین پختہ کردیا گیا۔ جب وہ قریب دمشق پہونچا معاویہ نے ارکان دولت و عمائد دمشق کو استقبال کیلئے بھیجا۔ شرحبیل نے ان لوگون مین سے بھی جس سے تنہائی مین پوچھا اسنے یہی کہا کہ علی قاتل عثمان ہے اب یہ حالت ہوگئی کہ شرحبیل غیظ و غضب سے از خود رفتہ ہوگیا اور جسوقت معاویہ سے ملا اسنے چھوٹتے ہی یہ کہا کہ ساری دنیا کہہ رہی ہے کہ ابن ابی طالب نے عثمان کو قتل کیا ہے۔ اسحالت مین معاویہ اگر تو علی سے بیعت کریگا تو ہم تجھکو ملک شام سے نکالدینگے۔ معاویہ نے کہا کہ میری یہ مجال نہین ہے کہ آپ لوگون کے خلاف کوئی بات کرون مگر ہان اول لازم ہے کہ عامہ اہل شام کو اپنا ہمخیال و رفیق بناؤ اور یہ تمھین سے ہوسکتا ہے کیونکہ تم صاحب اثر ہو۔ سب شہرون مین دورہ کرکے لشکر جمع کردینا چنانچہ شرحبیل نے بساز و سامان دورہ شروع کیا اور قریہ بقریہ گشت کرکے سب کو باور کرایا کہ علی نے عثمان کو قتل کرکے سوا ملک شام کے تمام ممالک اسلامیہ کو غصب کرلیا ہے۔ اور اب تلوار تولے ہوئے شام کیطرف بھی آرہا ہے معاویہ کے سوا اور کوئی اسکے مقابلہ کے لائق نہین ہے۔ چلو تمکو عثمان مظلوم مقتول کا انتقام لو۔ قصہ مختصر خواص و عوام اہل شام شرحبیل کے ساتھ ہولئے صرف اہل حمص مین سے معدودے چند عابد و زاہد لوگ کنارہ کش ہوکر مسجدون مین بیٹھ رہے۔ اس اہتمام کے بعد ایلچی یعنی جریر کو جواب صاف دے کر رخصت کردیا کہ اہل شام بیعت پر راضی نہین ہین۔ اور معاویہ و عمرو فوجین لیکر صفین کی طرف علی سے جنگ کیلئے روانہ ہوگئے۔

ابن جریر طبری نے نقل کیا ہے کہ زیاد ایران مین امیر المومنین علیہ السلام کیطرف سے حاکم تھا اور اس سنجیدگی سے نظام حکومت کو قائم کئے ہوئے تھا کہ ایرانی رعایا اسکو نوشیروان کہتے تھے۔ بعد وفات امیر المومنین جب امام حسن انکے جانشین ہوئے تو معاویہ نے زیاد سے سازش کی سلسلہ جنبانی شروع کی اور حسب دستور مشعر ترغیب و تہدید نامہ لکھا زیاد نے اس مکتوب کو پڑھکر اپنے اہل دربار کو جمع کیا اور بڑے

جوش و خروش سے تقریر کی جس کے اول کے جملے یہ ہین التعجب من ابن اکلۃ الاکباد و کہف النفاق و رئیس الاحزاب کتب الی یتہددنی۔ اس ہندۂ جگر خوار کے بیٹے سے جو منافقون کا مامن اور شریر گروہون کا سردار بنا ہے یہ امر عجیب ظہور مین آیا ہے کہ مجکو دھمکاتا ہے۔ مگر بالآخر معاویہ نے مغیرہ بن شعبہ کو بطور ایلچی بھیجکر زیاد کو راضی کر لیا اور ایران کے اُن مقامات کے سوا جو اسکے زیر حکومت تھے کوفہ و بصرہ وغیرہ تمام حکومت عراق عرب بھی اُسی کو دیدی اب بحکم الناس علی دین ملوکہم زیاد بھی طریقہ دادگری کو چھوڑکر ایسا سفاک بنا کہ الامان۔ وہ چھ مہینے کوفے مین رہا کرتا تھا اور چھ مہینے بصرہ مین۔ ایک مرتبہ بصرہ پر سمرہ بن جندب کو اپنا نائب مقرر کرکے کوفہ مین حسب دستور گیا۔ سمرہ نے اسکی غیبت مین چھ مہینے کے اندر آٹھ ہزار آدمیون کو قتل کر ڈالا جب زیاد آیا تو اُسنے سمرہ سے کہا کہ تمہین کچھ اسکا تو خوف نہین ہے کہ اُن آٹھ ہزار مقتول مین کوئی بیگناہ قتل ہوا۔ سمرہ نے کہا کہ آٹھ ہزار اور قتل کرتا تو بھی مجکو اسکا خوف ہوتا۔ بعد چندے جب سمرہ بن جندب معزول کیا گیا تو اُس نے بددعا دیکر کہا واللہ لو اطعت اللہ کما اطعت معاویۃ ماعذبنی ابدا۔ اگر مین خدا کی ایسی اطاعت کرتا جیسی مین نے معاویہ کی اطاعت کی تو وہ مجھ پر ابداً عذاب نہ کرتا۔

ابن جریر طبری نے واقعات ۱۷ھ کے ذیل مین لکھا ہے کہ جب جلولا مین مسلمانون سے شکست کھا کر یزدجرد اصطخر کیطرف چلا گیا اور اپنے ایک سپہ سالار کو جسکا نام سیاہ تھا مع دیگر سردارون کے وہان چھوڑ گیا۔ اس زمانے مین ابو موسیٰ سوس کا محاصرہ کئے ہوے تھے۔ محصورین نے شکست جلولا کی خبر سنکر صلح کر لی۔ سیاہ نے ان خرابیون کو دیکھکر تستر اور رامہرمز کے بیچ مین قیام کیا اور سرداران ہمراہی سے کہا کہ ہم کہتے ہی تھے کہ یہ ننگے بھوکے عرب ایک دن ایران کے ایوان شاہی مین گھسکر رہین گے آخر وہی پیش آیا اب مصلحت یہ ہے کہ تم لوگ اپنے نوکرون چاکرون کو میرے حوالے کردو اور مین مسلمان ہوکر مسلمانون مین جا ملون اس مشورے کو سب نے منظور کیا اور ابو موسیٰ کے پاس شیرویہ کو

مع اور نو سردارون کے بھیجا۔ شیرویہ نے ابوموسیٰ سے معاملے کی گفتگو کی اور کہا کہ ہم تمھارا
دین اختیار کرنے پر راغب ہین اور ان شرائط پر مسلمان ہونے پر آمادہ ہین کہ تمھارے
ساتھ ہوکر صرف ایرانیون سے لڑین گے۔ عرب سے اگر کوئی تمسے جنگ ہوگی تو ہم تمھارے
ساتھ ہوکر نہ لڑین گے۔ اور اگر کوئی عرب مین سے ہم سے لڑیگا تو ہمارا بچانا تم پر فرض ہوگا
اور جہان اور جن لوگون مین ہم رہنا چاہین گے رہین گے اور جو شرفائے عرب کے وظائف
مقرر ہین وہی وظائف لین گے اور یہ معاہدہ تمھارے بالاتر امیر سے اور ہم سے ہوگا
ابوموسیٰ نے کہا کہ یہ نہین ہوسکتا کہ تمکو اعلیٰ وظیفے ملین جو ہمکو ملتے ہین وہی ملین گے۔ شیرویہ نے
کہا کہ خیر جانے دو ہمین منظور نہین ہے۔ آخر ابوموسیٰ نے حضرت عمر کی حضور مین اس معاملے
کے متعلق عرضداشت بھیجی اور حضرت عمر نے حکم دیدیا کہ "اعطهم ما سألوك" جو تمسے
مانگین دیدو۔ چنانچہ ابوموسیٰ نے شیرویہ وغیرہ کو منظوری کی اطلاع دی اور وہ مسلمان
ہوگئے اور محاصرۂ تستر مین مسلمانون کے شریک ہوئے لیکن ابوموسیٰ نے انکی کچھ زیادہ
کد و کوشش جنگ مین نہ دیکھی تو سیاہ سے کہا کہ تم تو اسطرح نہین لڑتے جسطرح ہم لڑتے
ہین۔ سیاہ نے کہا کہ ہم لوگ اس دین مین مثل تمھارے نہین ہین۔ نہ اوتنی ہمکو معلومات
ہین جتنی تمکو امور دین مین ہین نہ ہمارے حرم و اہل عیال تم مین ہین جنکی حمایت و حفاظت
کرنا ہمپر لازم ہو اور نہ ہنوز اعلیٰ وظیفے تمنے ہمین دئے ہین۔ اور یہ تم دیکھ رہے ہو کہ ہم
کیسے ہتھیارون اور سامان جنگ سے آراستہ ہین اور تم ننگے ہو۔ ابوموسیٰ نے پھر حضرت
عمر کو یہ سب ماجرا لکھا اور حضرت عمر نے فوراً ترقی منظور فرمائی چنانچہ انمین سے سو آدمیون
کے وظیفے دو دو ہزار اور سیاہ وغیرہ چھ سردارون کے ڈھائی ڈھائی ہزار مقرر کیے گئے۔
اسپر ایک عربی شاعر نے وہان دو شعر کہے جنکا مضمون یہ ہے۔ کہ حضرت عمر نے جب
ایرانیون کے حسن خدمات پر نظر کی تو انکے دو دو ہزار وظیفے مقرر فرما دئیے اور عرب کے قبائل
عک و حمیر کے وظیفے تین ہی تین سو رکھنا مناسب تصور فرمایا۔

ہم نے اس واقعہ کو محض اس لئے نقل کیا ہے کہ مبادا کوئی کوتاہ نظر امیر معاویہ کے
طرز عمل پر اس سے استشہاد کرے حالانکہ تدبر سے معلوم ہوگا کہ حضرت عمر کا یہ سب اہتمام

مجوس سے جنگ کیلئے تھا اور معاویہ مسلمانوں سے لڑنے کیلئے وہ اہتمام کرتے تھے
ببین تفاوت رہ از کجاست تابکجا

تاریخ ابن جریر طبری میں ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے جعدہ بن ہبیرہ اور خلید بن قرہ کو خراسان اور نیشاپور کیطرف سپاہ دیکر بھیجا کہ عہد شکن کافروں کو فتنہ و فساد سے باز رکھیں دونوں نے وہاں پہونچکر سرکشوں کو بزور زیر کیا۔ نیشاپور اور مرو میں رعایا نے جو سرتابی کی تھی دور ہوگئی۔ ان معرکوں میں دو لڑکیاں عجم کے خاندان شاہی کی ڈر کر خود لشکر اسلام میں حاضر ہوگئیں۔ خلید نے ان دونوں کو امیر المومنین علیہ السلام کے حضور میں بھیجدیا۔ جب وہ لڑکیاں حاضر دربار خلافت ہوئیں۔ امیر المومنین نے اونسے فرمایا کہ مسلمان ہو جاؤ تو میں تم دونوں کی شادیاں کردوں۔ لڑکیاں شاہان عجم کی نسل میں سے تھیں دماغوں میں سلطنت و امارت کی ہوا بھری ہوئی تھی۔ عرض کرنے لگیں کہ ہمارے کفو آپ ہی کے بیٹے ہو سکتے ہیں۔ امیر المومنین نے کسی مصلحت سے اس بات کو منظور نہ فرمایا۔ حاضرین دربار میں سے ایک پارسی رئیس نے عرض کیا کہ ان دونوں شاہزادیوں کی خدمتگذاری اگر امیر المومنین مجھ سے متعلق فرماویں تو میری قوم میں میرے شرف و فخر کا باعث ہو۔ امیر المومنین نے فوراً منظور فرمالیا۔ اور دونوں کو اسیوقت اس پارسی رئیس کیساتھ رخصت کردیا۔ وہ انکو اپنی دار الریاستہ میں لیگیا اور نہایت تواضع و تکریم سے مہمان کیا حریر و دیبا کے فرش بچھائے اور طلائی ظروف میں کھانے کھلائے پھر دونوں لڑکیوں کو بکمال اکرام و احتشام انکے وطن مالوف میں پہونچا دیا۔

تاریخ حافظ ابن کثیر میں بروایت شعبی مذکور ہے کہ علی علیہ السلام کی ایک زرہ ایک نصرانی پاس دیکھی گئی علی علیہ السلام نے قاضی شریح کی عدالت میں دعوی دائر کیا۔ عیسائی مع زرہ حاضر ہوا اور امیر المومنین بھی عدالت میں تشریف لائے اور بیان دیا کہ یہ زرہ نہ میں نے ہبہ کی ہے نہ فروخت کی ہے۔ شریح نے کہا "یا امیر المومنین ھل من بینہ" اے امیر المومنین گواہ اگر ہوں تو پیش کیجئے آپ ہسکر اٹھے اور فرمایا۔ شریح نے باضابطہ کارروائی اختیار کی اور طریق صواب پر چلے پھر بیان کیا کہ کوئی گواہ میرا نہیں ہے۔ شریح نے

دعوی خارج کردیا اور عیسائی زرہ لیکر روانہ ہوا مگر کچھ دور چلکر پھر لوٹا اور کہنے لگا کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ یہ سب احکام انبیا ہیں جنپر امیر المومنین کاربند ہوئے کہ میرے ساتھ اپنے قاضی کی عدالت میں آئے اور قاضی نے انکے خلاف میرے حق میں فیصلہ صادر کیا یہ کہکر کلمہ پڑھا اور مسلمان ہوگیا۔ اور کہا کہ بخدا یہ زرہ امیر المومنین آپ ہی کی ہے جب آپ صفین کیطرف سفر فرما رہے تھے راہ میں اونٹ پر سے گر گئی تھی اور مجکو ملگئی تھی۔ امیر المومنین نے فرمایا کہ اب تم مسلمان ہوگئے ہیں نے یہ زرہ تمھیں دی اور اسکے علاوہ ایک گھوڑے پر اوسکو سوار کرکے رخصت کیا۔

بلاذری نے فتوح البلدان میں نقل کیا ہے کہ امیر المومنین نے خراج کی شرح زمین کی پیداوار اور بازاروں سے قرب وبعد کے لحاظ سے مختلف مقامات کیلئے مختلف مقرر فرمائی تھی۔ چنانچہ ان زمینوں پر جنکی فرات سے آبپاشی ہوتی تھی شرح مالگذاری یہ تھی کہ اعلیٰ پیداوار والی ایک جریب گیہوں کی کاشت پر ڈیڑھ درہم نقد اور ایک صاع یعنی تقریباً دو سیر غلہ۔ اور اوسط پیداوار والی زمین پر فی جریب صرف ایک درہم اور کم پیداوار والی زمین پر فی جریب ½ درہم۔ اور اسی ترتیب سے جو کی کاشت پر گیہوں کی کاشت کا نصف۔

اُن باغوں پر جنمیں خرمے کے درختوں کے سوا اور میوہ دار درخت بھی ہوں فی جریب دس درہم۔ اور دیہات کے متفرق درخت بلا محصول چھوڑ دئے گئے تھے کہ آنے جانے والے انکا پھل کھائیں۔

قطعات انگور جو تین سال سے زائد کے ہوں اور انگور پھلنے لگے ہوں انکی شرح وہی دس درہم فی جریب تھی جو باغات کی تھی ساگ پات اور مولی ککڑی اور دیگر ترکاریوں اور روئی کی کاشت پر کوئی محصول نہ تھا۔

غیر مسلم امیر زمینداروں پر جو ایسے صاحب جاہ وثروت تھے کہ گھوڑوں پر سوار ہوتے تھے اور سونے کی انگوٹھیاں پہنتے تھے فی مرد بالغ اڑتالیس درہم سالانہ جزیہ مقرر تھا اور متوسطین پر چوبیس درہم سالانہ اور باقی لوگوں پر بارہ درہم سالانہ

علامہ ابوبکر محمد بن محمد بن ابو لید الطرطوشی نے اپنی کتاب سراج الملوک مین لکھا ہے کہ حضرت عمر کا مقرر کیا ہوا ضابطۂ خراج جو معمول رہے یہ ہے کہ انگور پر فی جریب دس درہم اور خرمے پر فی جریب آٹھ درہم اور گیہون پر فی جریب چار درہم اور جو پر فی جریب دو درہم۔

قاضی ابویوسف نے کتاب الخراج مین ذکر فرمایا ہے کہ قصبۂ عکبرا پر امیر المومنین نے ایک ثقفی کو عامل مقرر فرمایا۔ عکبرا کے لوگون مین سے جو حاضر تھے اُنکے سامنے آپ نے عامل مذکور کو یہ ہدایتین فرمائین کہ پورا خراج وقت مقررہ پر ضرور وصول کرنا کسی کو مہلت نہ دینا اور خبردار کسی قسم کی سستی اور کمزوری کو دخل نہ دینا۔ اور آج شام کو ہم سے مل کے جانا۔ چنانچہ عامل مذکور شام کو حاضر ہوا آپ نے فرمایا کہ وہ ہدایتین تو اُن لوگون کے سامنے کی گئی ہین کیونکہ وہ بڑے حیلہ جو ہین۔ اب سنو جب تم اپنی جگہ پہونچکر تحصیل و وصول شروع کرو تو اس کا خیال رہے کہ ہرگز کسی کا جاڑون یا گرمیون کا لباس یا غلہ جو اُن کا اذوقہ ہو یا گائے بیل وغیرہ جو اُن کے کام مین ہون نہ بکوانا اور رقم خراج وصول کرنے کے لیے کسی کو کوڑے سے نہ مارنا نہ کھڑا کرنا اور کسی کا کوئی سامان بمطالبہ خراج نہ بیچنا۔ میرا حکم یہ ہے کہ اُن کے مایحتاج زندگی سے جو مال فاضل و زائد ہو اُس مین سے خراج وصول کیا جائے۔ اگر میرے احکام کے خلاف عمل کروگے تو مین تمکو معزول کردونگا۔ اور خدا تم سے مواخذہ کرے گا۔ عامل نے کہا کہ اگر یہ ہے تو سمجھنا چاہیے کہ جیسا مین جارہا ہون ویسا ہی خالی ہاتھ واپس آؤن گا۔ امیرالمومنینؓ نے فرمایا کہ باشد۔ عامل مذکور کا بیان ہے کہ مین گیا اور ان ہدایتون کے موافق عمل کیا اور پورا حبہ حبہ خراج وصول ہوگیا۔

علامہ جاحظ کتاب البیان والتبیین مین نقل فرماتے ہین کہ

قالوا کان علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بالکوفہ قد منع الناس من القعود علی الطریق فکلموہ فی ذلک فقال ادعکم علی شریطۃ قالوا وما ھی یا امیر المومنین

حضرت علیؓ نے کوفہ مین ممانعت کردی کہ لوگ راستون پر نہ بیٹھین لوگون نے اس حکم کے متعلق عرض معروض کی۔ آپ نے فرمایا کہ ان شرطون پر ہم اجازت دینگے کہ جن چیزون پر نظر کرنا روا نہین ہے اُن پر نظر نہ ڈالا

سلہ مطبوعۂ مصر۔

قال غض الابصار ورد السلام وارشاد الضلال قالوا قد قبلنا فتركهم

اور جو تمھیں سلام کرے اُس کو جواب سلام دو اور جو راہ بھولا ہو اُسکو راہ بتاؤ۔ لوگون نے ان شرطون کو قبول کیا اور آپنے اجازت دیدی۔

حافظ ابن کثیر اپنی تاریخ[۵۱] مین فرماتے ہین۔ کہ

كان علىّ يمشى فى الاسواق وحده وهو خليفة يرشد الضال ويعين الضعيف ويمر بالبياع والبقال فيفتح عليه القرآن ويقرأ تلك الدار الآخرة نجعلها للذين لا يريدون علوًا فى الارض ولا فسادا ثم يقول نزلت هذه الآية فى اهل العدل والتواضع من الولاة واهل الاموال ومن سائر الناس۔

علیؑ اپنے عہد خلافت مین تنہا بازارون مین گشت فرماتے تھے جو راہ بھولے ہوئے ملتے تھے اُن کو راہ بتاتے تھے اور ضعیف و ناتوان محنت کرنے والون اور بوجھ اٹھانے والون کو مدد دیتے تھے۔ اور سوداگرون کے سامنے قرآن مجید کو پیش کرکے یہ آیت پڑھتے تھے تلك الدار الآخرة الآية (یہ دار آخرت قرار دیتے ہین ہم اُس کو اُن لوگون کے لیے جو سرزمین خدا مین خواہان غرور و فساد نہین ہین) اور فرماتے تھے کہ یہ آیت متواضع اور عادل حکام اور دولتمندون کے لیے اور عموماً سب کے لیے نازل ہوئی ہے۔

ابن حجر مکی صواعق محرقہ[۵۲] مین نقل فرماتے ہین کہ امام احمد بن حنبل اور ابو یعلی نے بسند صحیح روایت کیا ہے کہ:۔

ولما دخل (علیؑ) الكوفة دخل عليه حكيم من العرب فقال والله يا امير المؤمنين لقد زينت الخلافة وما زانتك ورفعتها وما رفعتك وهى كانت احوج اليك منك اليها۔

جب امیر المومنین علیہ السّلام کوفے مین مسند آرائے خلافت ہوئے ایک حکیم عرب (بتقریب تہنیت جلوس) حاضر ہوا اور عرض کیا کہ امیر المومنینؑ یہ خلافت آپ کی زینت و رفعت کا باعث نہین ہوئی بلکہ حق یہ ہے کہ آپ نے خلافت و حکومت کو زینت و رفعت دیدی۔ آپ کو خلافت کی اتنی احتیاج نہ تھی جتنی خلافت آپ کی محتاج تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ اور عمر فاروق کا علی ابن ابیطالبؑ کی مدبّری پر اعتماد

جو امور مہتم بالشان ہوتے تھے آنحضرتؐ اُن کا اہتمام و سرانجام علیؑ کو سپرد فرماتے تھے۔ جبکہ تمام ناہنجار کفار قریش نے باہم اتفاق کرکے آنحضرتؐ کو قتل کر ڈالنے کے لیے ایک شب

[۵۱] نسخہ قلمی۔ [۵۲] مطبوعہ مصر۔

مقرر کی اُس شب کو آنحضرتؐ نے علیؑ کو اپنے بستر پر اپنی چادر اُڑھا کر لٹا دیا اور خود پوشیدہ طور پر گھر سے نکل کر بیرون مکہ غار ثور میں پنہان ہو گئے اور پھر وہاں سے موقع پاکر مدینہ منورہ کیطرف ہجرت فرمائی۔ یہ امر کہ آنحضرتؐ واقف تھے کہ علیؑ کو کفار کوئی ضرر نہ پہونچا سکیں گے۔ علم رسول اللہؐ سے متعلق تھا ہم سے اور آپ سے متعلق نہیں ہے۔ ظاہری صورت واقعہ یہ ہے کہ علیؑ کا گلا تھا اور منحوس قریش کی تلوار ہنا۔ علیؑ آنحضرتؐ کی چادر اوڑھے ہوئے خاموش تنہا لیٹے تھے۔ نہ عباس تھے نہ عقیل نہ جعفر نہ بنی ہاشم میں سے اور کوئی ناصر و مددگار۔ المختصر اشرار قریش نے علیؑ کو محمدؐ سمجھکر بارادۂ قتل اُن پر حملہ و ہجوم کیا۔ اور علیؑ چادر ہٹا کر اُٹھے۔ ظاہر ہے کہ باانہمہ جد و جہد یہ منظر ناکامی قریش کے لیے کیسا جگر خون کن و خشم انگیز تھا۔ چنانچہ بدبخت سفاکوں نے جوش غضب میں پوچھا کہ محمدؐ کہاں گئے۔ علیؑ نے کمال متانت و وقار سے جواب دیا کہ تمنے اُن کو میرے سپرد نہیں کیا تھا جو مجھ سے یوں پوچھتے ہو۔ علیؑ نے قریش کے ہجوم اور اُن کی برہمی کی یر پشہ برابر بھی پروا نہ کی اور اس طرح جھڑک دیا۔ حق یہ ہے کہ کبر نفس و اولوالعزمی و ثبات قلب و حسن تدبیر و یقین تقدیر کا نقشہ اس سے بہتر امت محمدیہ میں کوئی نہیں کھینچ سکا۔ اور آنحضرتؐ کا انتخاب لاجواب تھا۔ اسی پر علیؑ کا سلسلہ کوشش خلاف قریش ختم نہیں ہو گیا بلکہ علیؑ نے اس سے زیادہ اور قریش کو جلایا اور اپنے کو آنحضرتؐ کا امین خاص و قائمقام باختصاص ظاہر کر کے وہ سب امانتیں جو لوگوں نے آنحضرتؐ کے پاس رکھوائی تھیں اُن کو واپس دینا شروع کیا اور قریش روز یہ سب کچھ دیکھتے رہے اور کسی عنوان سے علیؑ کو ملزم و مجرم بنانے اور ستانے کا موقع نہ پاسکے۔

ایسا ہی واقعہ تبلیغ احکام سورۂ برأت کا ہے۔ کفار کا حج کا میلا۔ مکہ میں قبائل مشرکین عرب کفار قریش کے یہاں۔ ہنگامہ و ہجوم عام۔ جاہلوں کا جوش و خروش۔ ایسے ہولناک وقت میں آنحضرتؐ نے علیؑ کو حکم دیا کہ بس تمہیں جاؤ اور مکہ میں اس مجمع کفار میں کھڑے ہو کر اعلان کر دو کہ اب آیندہ کوئی مشرک داخل صحن بیت اللہ نہ ہونے پائے گا اور سب عہد شکنوں کو سزا دی جائے گی ہوشیار ہو جاؤ۔ چنانچہ علیؑ بغیر سپاہ و لشکر مکہ میں تشریف لے گئے اور بے ہراس مجمع عام میں لفظ بہ لفظ جو آنحضرتؐ نے فرمایا تھا مشرکین کو

سُنا دیا اور سب کافرون کے کان کھول دیئے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ وہ کون سے حسن تدبیر کے پہلو تھے جو اس نازک وقت مین علیؑ نے استعمال کیے۔ انداز گفتار و رفتار کیا تھا الفاظ کس ہیبت و متانت سے دلون پر اثر ڈالنے والے لہجے سے ادا ہوتے تھے۔ نگاہ مخالفون کے شریر غول بیابانی کو کس طرح بیحس و حرکت بنائے ہوئے تھی۔ ناموران قریش کا قاتل علیؑ قریش و مددگاران قریش کے انبوہ کثیر مین تلوار پر ہاتھ ٹیکے ہوئے کھڑا تھا۔ اور اُن کی ذلت و خواری کے احکام نافذ کر رہا تھا اور قریش کے مددگارون کے دم بند تھے اور ساری کینہ جوئی و تندخوئی بھولے ہوئے تھے۔

یہ وہی قریش ہین جن کی عہد شکنی و ناانصافی و مغروری و سرکشی ایسی طشت از بام تھی کہ حدیبیہ مین صرف یہ پیام پہونچانے کے لیے کہ ہم لڑنے نہین آئے حج کو آئے ہین آنحضرتؐ نے عمر فاروق کو قریش کے پاس بھیجنا چاہا تو اُنھون نے یہ عذر کیا کہ میرا خاندان بنی عدی اس قابل نہین ہے کہ قریش اگر مجھپر ناخوش ہون تو وہ میری مدد کر سکے لہذا عثمان کو بھیجیے کہ بنی امیہ اُن کے خاندانی ذی اقتدار ہین۔ چنانچہ عثمان ہی بھیجے گئے تھے۔

رسول اللہؐ کے حضور مین کئی کاتب مقرر تھے مثلاً ابی بن کعب تحریر وحی پر اور زید بن ثابت عبرانی مراسلتون کے پڑھنے اور جواب لکھنے پر اور معمولی رسائل کے لیے عبداللہ بن الارقم الزہری۔ مگر معاہدون اور صلحنامون کا لکھنا حضرت علیؑ سے مخصوص تھا کیونکہ ان تحریرون مین مدبرانہ سنجیدگی کے ساتھ مطالب کو جامع و مانع عبارت مین ادا کرنا ہوتا ہے۔ علامہ ابن عبدالبر استیعاب مین فرماتے ہین۔ وکان الکاتب لعہودہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا عاہد وصلحہ اذا صالح علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

رسولخدا نے جب غزوہ تبوک یعنی ملک شام پر لشکرکشی کا قصد فرمایا۔ چونکہ سفر دور و دراز تھا اور زیادہ دنون تک عرب سے باہر رہنا تھا اسلیے اپنی غیبت مین انتظام و حفاظت عرب کے لیے حضرت علیؑ ہی کو منتخب فرمایا۔ طبقات ابن سعد مین ہے کہ اس موقع پر آنحضرت صلعم نے صاف صاف ارشاد فرما دیا کہ انہ لابد ان اقیم او تقوم۔ علیؑ! اس کے سوا اور چارہ کار نہین کہ مین یہان رہون یا تم رہو۔

علیؑ بہ سبب آشوب چشم میدان جنگ مین جانے سے معذور تھے۔ قلعۂ خیبر کے فتح ہونے مین تاخیر ہو رہی تھی۔ پیاپے لشکر اہل اسلام بہ سپہ سالاری حضرت ابوبکر وعمر قلعہ پر حملہ آور ہو کر ناکامیاب رہا۔ رسول اللہؐ نے یہ حالت مشاہدہ فرما کر فرمایا اب ہم کل علم لشکر اُس شخص کو دین گے جو خدا اور رسولؐ کو دوست رکھتا ہے اور خدا اور رسولؐ اُس کو دوست رکھتے ہین۔ اور وہی اس قلعہ کو فتح کرے گا۔ چنانچہ دوسرے روز صبح کو علیؑ کو بلا اور معجزہ سے اُن کے آشوب چشم کی دوا کی اور علم لشکر دے کر قلعہ پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ علیؑ گئے اور جنگ چھڑ گئی۔ علیؑ نے اول مرحب سپہ سالار یہود کو مارا پھر پیاپے سات بہا رؤسار یہود کو قتل کیا۔ یہود کے پاؤن اُکھڑ گئے۔ علیؑ نے قلعہ کے آہنی در کو اُکھاڑ کر پھینک دیا اور فاتحانہ لشکر اسلام قلعہ مین داخل ہو کر متصرف ہو گیا۔

دیدۂ حاسد کور باد اس پر بھی کینہ خو جہلا رقریش جس طرح خدا کی خدائی اور محمدؐ کی معجز نمائی کے منکر تھے اس فن جنگ تک مین بھی علیؑ کی یکتائی کے مقر نہ تھے۔ چنانچہ امیر المومنین علیہ السلام ایک خطبہ مین جہاد سے جی چرانے والون کو ملامت کرتے ہوئے فرماتے ہین کہ لقد افسدتم علیّ رائی بالعصیان ولقد ملأتم جوفی غیظاً حتی

قالت قریش ابن ابی طالب رجل
شجاع ولکن لا رائی لہ فی الحرب للہ
درھم ومن ذا یکون اعلم بھا
منی او اشد لھا مراساً واللہ لقد
نھضت فیھا وما بلغت العشرین
ولقد نیفت الیوم علی الستین
ولکن لا رای لمن لا یطاع یقولھا
ثلاثاً [۹۱]

قریش نے کہدیا کہ ابن ابیطالب مرد شجاع ہے فن حرب و ہنر جنگ سے واقف نہین۔ خدارا قریش غور کرین کہ آیا کوئی اُن مین ہی جو مجھسے زیادہ مارست اور تجربہ جنگ مین رکھنے والا ہو۔ ہنوز پورا بیس سال کا بھی میرا سن نہوا تھا کہ جنگ کی مزاولت مین نے شروع کر دی تھی اور اب ساٹھ برس سے کچھ اوپر سن آیا اور لڑ رہا ہون۔ لیکن اصل یہ ہے کہ اُس کا حسن تدبیر کیا نمایان ہو جس کی رائے سے سرتابی کرنا لوگون نے اپنا شعار کر لیا ہو۔ افسوس کہ تمھاری نافرمانیون نے میری تدبیرون برباد کر دیا اور مجھے اسطرح مبتلائے غصہ وغم کیا۔

رسول خدا صلعم کے ہر غزوہ مین علمدار لشکر اسلام حضرت علیؑ ہوتے تھے جیسا کہ

[۹۱] کتاب الکامل لابی العباس محمد بن یزید المبرد المتوفی ۲۸۵ھ مطبوعہ مصر وکتاب البیان والتبیین للجاحظ مطبوعہ مصر

طبقات ابن سعد و دیگر کتب معتبرہ مین منقول ہے کہ ان علی بن ابی طالب کان صاحب لواء رسول اللہ صلعم یوم بدر و فی کل مشہد۔

علامہ شہاب الدین احمد بن محمد بن ابی الربیع نے خلیفہ المعتصم کے لیے نظم امور سلطنت کے متعلق ایک کتاب لکھی تھی "سلوک المالک فی تدبیر الممالک"، یہ کتاب اب مصر مین طبع ہوئی ہے۔ اسمین علامہ ممدوح فرماتے ہین۔ کہ

اعلم انہ لا بد لمن تقلد الخلافۃ والملک من وزیر علی نظم الامور معین علی حوادث الدھور یکشف لہ صواب التدبیر الا تری ان نبینا صلی اللہ علیہ وسلم مع ما خصہ اللہ تعالی بہ من الاکرام واتاہ من الایات العظام ووعدہ باظہار الدین وایدہ بالملائکۃ المقربین وھو مع ذلک موفق للصواب مؤید بالرشاد اتخذ علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ وزیراً فقال انت منی بمنزلۃ ہارون من موسی قال اللہ تعالی ولقد اتینا موسی الکتاب وجعلنا معہ اخاہ ہارون وزیرا فلو استغنی احد ممن ذکرنا عن الموازرۃ والمعاضدۃ برایہ وتدبیرہ لاستغنی نبینا محمد وموسی صلوات اللہ علیہما وسلامہ۔

ہر خلیفہ اور بادشاہ کیلیے وزیر کا ہونا ضرور ہے جو نظم امور و حوادث دہور مین اُس کا معین ہو اور حُسن تدبیر کو پیش نظر لاتا رہے۔ دیکھو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم باوجود اسکے کہ اُن کو اکرام و معجزات و وعدۂ غلبۂ دین و تائید ملائکہ مقربین سے خدا نے مخصوص فرمایا تھا اور وہ بااینہمہ خود بھی خدا کی طرف سے توفیق رشد و صواب پائے ہوئے تھے۔ مگر اُنھون نے علیؑ کو اپنا وزیر مقرر فرمایا۔ اور فرمایا کہ تم مجھ سے بمنزلہ ہارون ہو موسیٰ سے۔ اور خدا نے قرآن مجید مین فرمایا ہے کہ بیشک دی ہمنے موسیٰ کو کتاب (توریت) اور قرار دیا اُن کے ساتھ اُن کے بھائی ہارون کو اُن کا وزیر۔ پس ظاہر ہے کہ اگر کوئی شخص ارباب حکومت مین سے بلحاظ اپنی رائے و تدبیر کے وزارت و معاضدت سے مستغنی ہوتا تو ہمارے نبی محمدؐ اور موسیٰ صلوات اللہ علیہما وسلامہ مستغنی ہوتے۔

ابن جریر طبری و ابن اثیر وغیرہ بہت سے مورخون اور محدثون نے ایک طولانی روایت نقل کی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ابتدائے زمانہ دعوت اسلام مین آنحضرتؐ

صلی اللہ علیہ وآلہ نے اپنے خاندان والون کو جمع کیا اور فرمایا کہ اشاعت دین خدا مین تم مین سے کون میری وزارت کو قبول کرتا ہے۔ سوا علی بن ابی طالب کے کسی کی ہمت نہ ہوئی کہ اس بارعظیم کو اٹھائے۔ چنانچہ اسی مجمع مین آنحضرت نے علیؑ کی وزارت کا اعلان فرمادیا۔

اسکی شہرت عام ہے کہ حضرت عمر تمام خلفائے اسلام مین مدبر تر اور حسن سیاست مین نامور تھے لیکن عمر فاروق بھی علیؑ کی اصابت رائے اور حسن تدبیر سے فائدہ حاصل کرتے تھے۔ تاریخ ابن جریر وغیرہ مین مذکور ہے کہ ۲۱ھ مین اہل ایران بتحریک یزدجرد نواح نہاوند مین مجتمع ہوئے اور قصد کیا کہ باتفاق کوشش کرکے ایک ہی یورش مین مسلمانون کو ملک سے نکال دین ڈیڑھ لاکھ جنگجو ایرانی بتدریج چھاؤنی مین جمع ہو گئے اور فیروزان کو اپنا سردار قرار دیا اور میدان حلوان ونہاوند مقام جنگ ٹھہرایا۔ جو اسلامی فوجین ایران مین تھین وہ اس خبر سے گھبرائین اور حضرت عمر سے مدد مانگی اور خود سعد بن ابی وقاص اس غرض سے دربار خلافت مین حاضر ہوئے۔ حضرت عمر نے مجلس شوری منعقد کی اور اہل الرائے کو جمع کرکے تدبیر پوچھی کہ کیا کیا جائے۔ ہر ممبر نے اپنی رائے پیش کی اور حضرت عمر سنتے رہے۔ آخر مین علی علیہ السلام اٹھے اور فرمایا کہ اگر تم لشکر شام کو ایران مین بھیجو گے تو قیصر روم شام پر ٹوٹ پڑے گا اور اگر اہل یمن کو بھیجو گے تو اہل حبشہ یمن مین ہنگامہ تاخت وتاراج برپا کردین گے اور اگر اس سرزمین حجاز سے لشکر بھیجو گے تو اس کے اطراف واقطار مین بدنظمی پھیل جائے گی اور یہ قریب کا معاملہ اس دور کے معاملے سے زیادہ صعب پیش آجائے گا اور اہل حجاز کے عورات وعیال کی حفاظت دشوار ہو جائے گی۔ ان سب مقامات کے لشکرون کو اپنی اپنی جگہ قائم رہنے دو اور اہل بصرہ کو فرمان بھیجو کہ وہ لوگ تین حصون پر تقسیم ہو جائین۔ ایک حصہ اپنے گھرون کی حفاظت کرے اور دوسرا حصہ ذمیون اور اہل معاہدہ کے سرون پر قائم رہے کہ ان کو عہدشکنی کی جرأت نہ ہو اور تیسرا حصہ اپنے اہل کوفہ بھائیون کی کمک کے لیے ایران مین جائے۔ اور تم ہرگز ایران مین جانے کا قصد نہ کرو کیونکہ ایرانی جب تم کو

دیکھین گے تو یہ خیال کرکے کہ بس ان کو مار لیا تو رن جیت لیا بڑی کوشش اور شدت سے لڑین گے اور یہ امر یزدجرد کے لیے مفید ہوگا اور تمھین نقصان پہونچائے گا۔ اور یہ جو تم نے ایرانیون کی خوفناک یورش اور اجتماع کا ذکر کیا اس کے متعلق یہ ذہن نشین رکھو کہ خدا کے نزدیک اُن کی یہ یورش تم سے زیادہ ناپسند ہے اور خدا ہر اُس چیز کی تغییر پر جو اُس کے نزدیک مکروہ ہے قادر تر ہے۔ اور یہ جو تم کہتے ہو کہ اُن کی تعداد بہت کثیر ہے اس کے متعلق یہ ہے کہ ہم کبھی غزوات ماضیہ مین اپنی کثرت پر بھروسہ کرکے نہین لڑے بلکہ ہمیشہ خدا کی نصرت پر اعتماد کرکے لڑے ہین۔ فقال عمر اجل واللہ۔ یہ تقریر دلپذیر و سراپا جوش حسن تدبیر سنکر حضرت عمر نے فرمایا۔ ہان بخدا یہ رائے ہے۔ اور سب ممبرون کی رائے کو رد کرکے اسی پر عمل کیا۔

شاہان عجم کے اسباب ناز و نعم مین ایک فرش تھا بہار کسریٰ نام۔ ابن جریر طبری اور دیگر مورخون نے لکھا ہے کہ یہ فرش ساٹھ گز مربع تھا اس پر فصل بہار کی تصویرین کھینچی گئی تھی کہ تابناک نگین جواہر سفید رنگ کے کارچوبی کام مین قرینے سے لگا کر آب شفاف کی بہتی ہوئی موج خیز نہرین بنائی گئی تھین۔ اور اُن کے گرد شبیہ زمین مزروعہ کے ایسے قطعات جن مین نباتات فصل ربیع کی سرسبز پتیان نکلتی ہوئی محسوس ہون سونے کے تارون پر حریر سبز کو لگا کر بنائے گئے تھے اور اسی طرح انداز مناسب سے روشین اور چمن اور گل بوٹے اور اشجار اور اثمار جابجا مرصع و مذہب بنا کر صنعت کا کمال دکھایا گیا تھا۔ یہ فرش اس لیے تھا کہ فصل خزان مین جب باغ قدرتی بہار اور دلکش گلہائے رنگارنگ اور دلفریب سبزہ زار سے خالی ہو تو اس فرش پر جلوس فرما کر بادشاہ بزم آرائے نشاط ہو اور معلوم ہو کہ گویا گلزار سرسبز و شاداب مین دور شراب ناب چل رہا ہے۔ یہ بساط زرنگار و طلسم نوبہار بعد فتح مدائن لشکر عرب کو لوٹ مین ملی اور سرداران لشکر نے اسکو قابل قدر چیز سمجھکر پیشگاہ حضرت عمر مین بھیجدیا۔ حضرت عمر نے اس شگرف کاری صنعت کو مشاہدہ فرما کے حاضرین دربار سے پوچھا کہ اس فرش کے باب مین کیا رائے ہے۔ سب نے عرض کیا کہ سرداران سپاہ نے اسکو آپ کی نذر کیا ہے۔ آپ کی جو رائے ہو

کیجیے۔ مگر حضرت عمر کچھ متامل رہے۔ حضرت علیؑ اُٹھ کھڑے ہوئے اور حضرت عمر سے کہا کہ تم کیون اپنے علم کو جہل اور اپنے یقین کو شک بنا رہے ہو جانتے ہو کہ مال دنیا میں سے وہی کام آئے گا جو بر سبیل عطا آگے بھیجدو یا پہن کر پھاڑ ڈالو یا کھا کر ہضم کر لو۔ حضرت عمر اس تقریر سے متاثر ہوئے اور فرمایا کہ تمنے سچ کہا۔ پھر ٹکڑے ٹکڑے کرکے اُس بساط کو تقسیم کر دیا۔ حضرت علیؑ کے حصہ مین بھی ایک ٹکڑا آیا جس کی نسبت لکھا ہے کہ گو اچھے ٹکڑون مین سے نہ تھا مگر پھر بھی بیس ہزار کو فروخت ہوا۔

المختصر یہی واقعات ہین کہ جن کا تصور بار بار حضرت عمر سے کہلا دیتا تھا کہ "لولا علی لھلك عمر"[۱] کہ اگر علیؑ نہ ہوتے تو مین ہلاک ہو جاتا۔ سعید بن مسیب روایت فرماتے ہین کہ کان عمر یتعوذ من معضلة لیس لھا ابو الحسن[۲]۔ حضرت عمر اُس مشکل کے پیش آنے سے خدا سے پناہ مانگا کرتے تھے جسکے حل کرنے کے لیے علی موجود نہ ہون

علامہ دمیری نے حیوۃ الحیوان مین لکھا ہے کہ یہ ضرب المثل ہو گیا ہے کہ قضیة ولا اباحسن لھا ای ھذہ قضیة مشکلة ولیس ھناك من یبنیھا کما کان یفعل ابو الحسن رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ الذی ھو علی بن ابی طالبؑ۔ جس وقت کوئی مشکل قضیہ پیش آجاتا ہے اور اُس جگہ کوئی ایسا قابل تسکین حل کرنے والا نہین ہوتا جیسا کہ علیؑ حل کیا کرتے تھے۔ تو ایسے موقع پر بطور ضرب المثل کہتے ہین کہ "قضیةٌ ولا اباحسن لھا" قضیہ پیش آیا اور علیؑ اُس کے حل کرنے کے لیے موجود نہین ہے۔ علیؑ کی اصابت رائے کا سکہ ایسا دلون پر بیٹھا ہوا تھا کہ باوجود مخالفت شدید علیؑ کے اس فیض سے محروم رہنا معاویہ کو بھی گوارا نہ تھا اور جس طرح بنتا تھا چھپ چھپا کر اس فیاض کی بارگاہ سے اپنا حصہ بھی لیجاتے تھے۔

جب کوئی مشکل آپڑتی تھی تو معاویہ اپنے ملنے والون مین سے کسی کو لکھ بھیجتے تھے کہ اپنے طور پر علیؑ سے اسکا حل پوچھ دو[۳]۔

قریب قریب تمام تواریخ معتبرہ مین مذکور ہے اور ہم اس جگہ تاریخ ابن جریر طبری

---

[۱] و [۲] و [۳] استیعاب ابن عبد البر مطبوعہ حیدر آباد۔

سے اخذ کر کے لکھتے ہین ”بعد وفات رسول اللہؐ جب ابوبکر خلیفہ ہوئے تو ابوسفیان مدینہ منورہ مین آئے اور حضرت ابوبکر کی خلافت سے اظہار نفرت مین بہت سی درشت کلامیان علی رؤس الاشہاد کین۔ اور پھر حضرت علیؑ کے پاس کمال گرم جوشی سے آئے اور کہا کہ ابوالحسن ہاتھ بڑھاؤ تا کہ تم سے بیعت کرون۔ بخدا اگر چاہو تو مدینہ کو سوارون اور پیادون سے پُر کر دون گا۔ مگر حضرت علیؑ نے ابوسفیان کو جھڑک دیا اور فرمایا واللہ سوا فتنہ برپا کرنے کے اس اظہار ہمدردی سے اور کچھ تمھارا مقصود نہین ہے۔ مجھے تمھاری رفاقت و خیر خواہی کی کوئی حاجت نہین ہے“

اس واقعہ کی حقیقت یہ ہے کہ ابوسفیان نے دیکھا کہ رسول اللہؐ نے وفات پائی اور مسیلمہ کذاب وغیرہ کی شورشین اطراف مین پھیلین اور انصار و مہاجرین سے خلافت پر جھگڑا ہوا اور سعد بن عبادہ بگڑا ہوا ہے اور بنی ہاشم جدا برہم بیٹھے ہین اور جو لوگ ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کر چکے ہین وہ اس عہد و پیمان کے نباہنے پر کمر بستہ ہین۔ اس وقت علیؑ کو اُبھار کر اگر لڑوا دیا جائے تو اس سے بہتر اپنے قدیم حریف بنی ہاشم کو فنا کر دینے کا عمدہ موقع دوسرا نہین مل سکتا۔ اور جب بنی ہاشم و مہاجرین و انصار کٹ مر کر رہ جائین گے تو ہمارے سوا کوئی مستحق خلافت و ریاست باقی نہ رہے گا۔

ہر اہل بصیرت محدث و مورخ واقف ہے کہ صرف حضرت علیؑ کو اپنے حکمران ہونے کا قلق نہ تھا بلکہ سب بنی ہاشم کو رنج تھا۔ اور جناب فاطمہ زہراؑ کو تو اس قدر یہ امر شاق ہوا تھا کہ جس کا اندازہ مشکل ہے اور اُنھون نے نمایان سعی کی تھی کہ انصار ابوبکر کی بیعت کو توڑ ڈالین اور حضرت علیؑ سے بیعت کر لین۔ وہ مراسلہ جو خلیفہ منصور عباسی اور محمد بن عبداللہ بن حسن مثنیٰ کے مابین ہوئی اور جس کو ابن جریر طبری و ابن اثیر و ابن خلدون نے نقل کیا ہے اُس مین بھی جناب فاطمہ زہراؑ کی ان کوششون کا حال مفصل مذکور ہے۔ غرضکہ یہ سب کچھ تھا مگر حضرت علیؑ نے مدبری سے کام لیا۔ جناب فاطمہؑ بنت رسول اللہؐ کو سمجھا دیا کہ اس وقت جنگ و خونریزی مسلمانون کو سخت نقصان پہونچائیگی اور دشمنان پیغمبر اسلام کی مراد بر آئے گی۔ تاریخ اسلام شاہد ہے کہ حضرت علیؑ نے جو کام کیا

خالصاً لوجہ اللہ کیا۔ جب مسلمانون کا فائدہ جنگ مین دیکھا لڑے اور دشمنون کے سر کاٹے اور جب مسلمانون کا فائدہ صلح مین نظر آیا اُس فاتح اعظم نے بلا تامل ہتھیار کھول کر رکھدیئے مقصود اہل اسلام کو فائدہ پہونچانا تھا نہ اپنے کو خلیفہ و بادشاہ کہلانا۔

وسیع النظر مورخ عطا حسنی بک اپنی کتاب خواطر فی الاسلام مین فرماتے ہین کہ

وقد اراد الامام عمر رضی اللہ عنہ ان یحمل سیدنا ابابکر رضی اللہ عنہ علی اجبار علیؓ علی المبایعۃ او الفتک بہ خوف الفتنۃ فلم یوافقہ الصدیق علی ذلک لما انت تعلم من تقواہ وحبہ آل البیت الطاہر۔ حضرت عمر نے حضرت ابو بکر کو اُبھارا کہ علیؓ پر بیعت کے لیے جبر کیا جائے۔ یا ایکبارگی اُن کو قتل کر دیا جائے تاکہ اندیشۂ فتنہ و فساد باقی نہ رہے مگر چونکہ حضرت ابو بکر صدیق ایک مرد متقی تھے اور اُن کو آل بیت طاہر سے محبت تھی اس لیے اُنھون نے اس رائے سے موافقت نہ کی۔

جو تاریخین اس وقت تک ہماری نظر سے گذری ہین اُن مین یہ ضرور ہے کہ بیعت کے لینے مین کچھ تشدد بھی عمل مین آیا اور مولانا شبلی نے بھی اس تشدد کو سیاسی حیثیت سے مفید اہل اسلام تصور کیا ہے۔ مگر یہ واقعہ کہ حضرت علی علیہ السلام کو ایکبارگی قتل کر دینے کا ارادہ کیا گیا۔ ہمنے ابھی تک کسی کتاب مین سوا اس کتاب کے نہین دیکھا اور گو حضرت عمر کیسے ہی تند مزاج کیون نہ ہون مگر اُن سے ہم ہرگز اس بیباکی کی امید نہین کر سکتے۔ افسوس امر خلافت پر کیا کچھ نہ ہوا۔ جب حضرت ابو بکر خلیفہ ہوئے سقیفہ مین کیسا شرمناک ہنگامہ برپا ہوا۔ جب حضرت عمر کو حضرت ابو بکر نے اپنا ولیعہد بنایا تو سارے مہاجرین بگڑے۔ منھ پھول گئے۔ ناک[1] چڑھائی۔ بعض منھ پر کہہ گذرے کہ تمنے غضب کیا ایک درشت خو شخص کو مسلمانون پر حاکم بنا دیا خدا کو کیا جواب[2] دوگے۔ جب حضرت عثمان خلیفہ ہوئے مجلس شوریٰ میدان قتال بنتے بنتے رہ گئی۔ جب حضرت علیؓ خلیفہ ہوئے اُسوقت اس بلا کی تلوار چلی کہ الامان۔ کاش شروع سے یہ اجماع نما افتراق نہ پڑتا تو آج مسلمان اس مصیبت تفرقہ مین نہ مبتلا ہوتے۔

---

[1] کتاب الکامل للمبرد مطبوعہ مصر ۱۳۰۸ھ جلد اصفحہ ۹ ملاحظہ طلب۔ [2] طبقات ابن سعد ذکر ابو بکر صدیق۔

امیر المومنینؑ پر حسد

اکثر علمائے معتبر نے نقل فرمایا ہے ازانجملہ حافظ ابن حجر فتح الباری میں بحوالہ ابن الجوزی نقل فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل کے فرزند عبداللہ نے امام صاحب سے پوچھا کہ علیؑ و معاویہ کے باب میں آپ کا کیا خیال ہے۔ امام صاحب نے فرمایا کہ علیؑ کے دشمن بہت تھے۔ اُن دشمنوں نے بہت کچھ علیؑ کی عیب جوئی میں سر مارا مگر جب علیؑ میں کوئی عیب نہ پایا تو علیؑ کا مرتبہ گھٹانے کی دشمنوں نے مکارانہ یہ تدبیر نکالی کہ علیؑ کے عدو کی مدح میں غلو کرنا شروع کیا تاکہ مقابلۃً علی ناقص نظر آئیں۔

ہمارے نزدیک مخالفین علیؑ کی انھیں کوششوں کا یہ نتیجہ ہے کہ مشہور عوام ہو گیا کہ علیؑ امور ریاست و سیاست میں مثل اپنے معاصرین کے ماہر نہ تھے۔ حقیقت امر یہ ہے کہ سب سے پہلے قریش نے یہ بات نکالی جیسا کہ ابھی اوپر ہم ذکر کر چکے ہیں۔ علیؑ کے مآثر جمیلہ جو مشہور و معروف تھے قریش کو اُن کی تردید یا اُن کا چھپانا دشوار تر معلوم ہوا اس لیے اُنھوں نے علیؑ کے مقابلہ میں اپنے کو مستحق حکمرانی قرار دینے کے لیے یہ تدبیر کی کہ جاہل اعراب کو سمجھایا کہ ریاست بے سیاست جیسا کہ تم بھی جانتے ہو نہیں چل سکتی اس کے بعد لفظ سیاست جو ایسے دقیق اور وسیع مفہوم کا جامع ہے کہ عقول عوام کی اُس تک رسائی دشوار ہے اُس کے مفہوم کو بدلا اور الحرب خدعۃ کے قالب میں ڈھالا اور بتایا کہ سیاست کے معنی یہ ہیں کہ بمکر و فریب جس طرح ممکن ہو حریف کو زیر کر کے اپنا مقصد اور نفع حاصل کیا جائے۔ پھر یہ دکھایا کہ علیؑ مکر و فریب کے بالکل خلاف بلکہ اس کوچہ سے نابلد ہیں۔ اور اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ تزکیہ نفس و تہذیب علوم دینیہ میں مستغرق رہتے ہیں۔ کاروبار دنیا اور ملک داری کی طرف اُن کو اعتنا نہیں ہے۔ قریش کے اس فریب میں جاہل اعراب بآسانی آگئے کیونکہ یہ بظاہر علیؑ کی مدح سرائی اور قدر افزائی تھی۔ بعد اس کے بتدریج عملاً قریش نے بمکر و فریب جو فوائد حاصل کیے وہ عوام کو دکھائے اور اُس میں اُن کو اول اول خوب بخش بہا حصے دیئے۔ غرضکہ قولاً و فعلاً خوب ذہن نشین کر دیا کہ حکمرانی کے لیے

اہل سیاست سزاوار ہین نہ متقی و پرہیزگار۔ عوام مین یہ قابلیت کہان تھی کہ وہ غور کرتے اور سمجھتے کہ فریب و غدر سے جو فوائد حاصل کیے جاتے ہین وہ مثل نقش آب و سراب بے ثبات و بے حقیقت ہوتے ہین۔ اور لَعِبُ سَاعَۃٍ وَ دِمَاءُ دَھْرٍ کا مصداق۔ غرضکہ افسون تھا کہ چلتا رہا اور نسلاً بعد نسلٍ یہ خیال ایک کو دوسرے سے وراثۃً پہونچتا رہا۔

ابن جریر طبری نے بسلسلۂ واقعات ۵۱ھ لکھا ہے کہ جس زمانے مین فتنہ برپا تھا لوگون مین پانچ دُہاۃ شمار کیے جاتے تھے اور لوگون کا یہ قول تھا کہ عرب مین یہ پانچ شخص فریب کار اہل الرائے ہین۔ معاویہ۔ عمرو بن العاص۔ مغیرہ بن شعبہ۔ قیس بن سعد۔ اور مہاجرین مین سے عبداللہ بن بدیل خزاعی۔ ان مین سے قیس اور ابن بدیل علیؑ کے ساتھ تھے اور عمرو بن العاص اور مغیرہ معاویہ کے رفیق تھے لیکن مغیرہ اُس وقت تک کہ ابن العاص اور ابو موسیٰ نے معاملہ تحکیم مین حکم لگائے طائف مین علحدہ بیٹھے رہے تھے۔

علامہ طرطوشی نے سراج الملوک مین زیاد کو بھی اس جماعت دہاۃ مین شامل کیا ہے۔ مگر زیاد کا کوئی واقعہ مکر و فریب تاریخون مین مذکور نہین ہے۔ ہان اگر اس کو فریب شمار کیا جائے کہ زیاد جب تک امیر المومنین علیہ السّلام کی طرف سے حاکم ایران رہا نوشیروان بنا رہا اور جب معاویہ سے ساز کر کے اُن کے عہد مین حکمران ہوا تو چنگیز خان سے بھی خونریزی مین بڑھ گیا۔ تو البتہ وہ فریب کار خیال کیا جا سکتا ہے۔ جہان تک واقعات سے پتہ لگتا ہے زیاد ایک دنیا پرست آدمی تھا اور چرب زبان اور اداشناس اور ابن الوقت۔ حضرت عمر نے جب اُسکو منتخب کر کے بڑی بڑی خدمتین اُسکو سپرد کین اُسنے اس خوبی سے انجام دین کہ حضرت عمر ہمیشہ اُس سے خوش رہے۔ پھر جب حضرت علیؑ نے اُسکو حاکم مقرر کیا تو اُس نے نہایت عدل و انصاف سے کام کیا۔ پھر جب معاویہ نے اُسکو اپنا بھائی اور شریک سلطنت بنایا تو اُس نے معاویہ کے ارکان سلطنت کو اپنی دانست مین خوب مشید و استوار کر دیا اور جہان تک اُس کا دسترس ہوا علیؑ کے ماننے والون کو محض احتمال و شبہہ تک پر قتل کیا۔

قیس بن سعد کو علی علیہ السّلام نے جب حاکم مصر مقرر کر کے بھیجا تو قیس نے البتہ

بطور فریب کے اہل خربتا کو جو امیر المومنین کے مخالف تھے ڈھیل دی تھی چنانچہ امیر المومنین کو جب اس کا علم ہوا تو انھون نے فوراً قلیس کو مصر سے بلا لیا۔ ہر فریب کا نتیجہ بالآخر برا نکلتا ہے۔ قلیس کی غلط خیالی تھی کہ اُس نے اہل خربتا کو ڈھیل دے کر اُن کی جرات بڑھا دی تھی۔ اور اُن کو اپنے خیالات فاسد کی اشاعت کا موقع دیدیا۔ اگر قلیس اُن کا زور اول ہی مین توڑ دیتا تو پھر ابن العاص کو مصر کے فتح کر لینے کا یہ زرین موقع نہ ملتا کہ جنگ صفین و معاملہ تحکیم سے فارغ ہو کر اہل خربتا کو مدد پہونچاتے اور اندرونی و بیرونی یورشون سے مصر کو باسانی فتح کر لیتے۔ اگر اُس وقت کہ معاویہ اور عمرو بن العاص جنگ صفین کے ہمالیہ کو کاٹنے کے اسباب فراہم کر رہے تھے اور اس تصور جنگ سے اُن کے حواس بجا نہ تھے۔ قلیس خربتا کو خراب کر دیتے اور مار آستین کو مار ڈالتے تو پھر حریف مصر کو نہ فتح کر سکتا۔ معاملہ بصرہ معاملہ مصر سے کہین زیادہ نازک تھا۔ یہان مخالف زیادہ تھے اور موافق کم اور دشمن ملک پر مسلط ہو چکا تھا اس پر طرہ یہ کہ ام المومنین کا مقابلہ عرب حرم رسول اللہ کی حفاظت پر جانین دینے کو تیار۔ مگر امیر المومنینؑ نے جس پھرتی سے اس جانسوز آگ کو بجھایا قابل داد ہے
خیر قلیس کا تو یہ ایک فریب تاریخ مین مذکور بھی ہے۔ مگر ابن بدیل کی ایک کارروائی بھی ایسی عہد امیر المومنینؑ مین مذکور نہین ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر کچھ لوگ بکر و دہا کی خونریز تلوارین زیب کمر کیے ہوئے امیر المومنینؑ کے ہمراہ رکاب بھی تھے تو وہ امیر المومنینؑ کے خوف سے کبھی اُن کو نیام سے نہین کھینچ سکے۔

امیر المومنینؑ نے نہ کبھی کسی کو فریب دیا نہ اپنے کسی ساتھی کو فریب دینے کی اجازت دی اور نہ خود کسی کا فریب کھایا بلکہ ہم تو صاف کہتے ہین کہ اشعث اور اُس کے ساتھیون نے عمرو بن العاص کے قرآن اٹھانے پر جو اول امیر المومنینؑ کو جنگ کے روکنے پر اور پھر ابو موسیٰ کو حکم مقرر کرنے پر مجبور کیا یہ اشعث نے بھی فریب نہین کھایا تھا بلکہ اصل امر یہ ہے کہ اشعث ایک مرد لاابالی اور لالچی عرب تھا۔ حضرت ابو بکر کے عہد مین کبھی مرتد ہوا کبھی مسلمان ہوا اور یہی اُس کا رنگ تھا۔ چونکہ ایک با اثر شیخ تھا اسلیے حضرت ابو بکر نے بحکم ضرورت اپنی بہن کی اُس کے ساتھ شادی کر کے اور کچھ دے دلا کے ملا لیا تھا

اسی طرح حضرت عثمان کو بھی ضرورت داعی ہوئی اور اشعث سے موافقت پیدا کی اُسکو حکومت آذر بائیجان دی اور اُس کی بیٹی کو اپنے بیٹے سے بیاہا۔ جعدہ بھی اسی اشعث کی بیٹی تھی جس نے امام حسنؑ کو زہر دیا۔

ان سب حالتوں کو دیکھتے ہوئے یہ مان لینا پڑتا ہے کہ معاویہ نے اشعث کو کچھ نقد دے کر اور کچھ وعدوعید کر کے ملالیا تھا اور اس بوالہوس نے یہ سب کارروائی اسی لالچ میں کی اور امیرالمومنینؑ کے لشکر کے اندر عین ہنگامہ جنگ میں فتنہ برپا کردیا۔ اگر امیرالمومنینؑ اس خرابی کو محسوس کر کے جنگ ملتوی نہ کر دیتے تو یہ اندرونی اور بیرونی جنگ اُن کے سب ہمراہیوں کو بیشک فنا کر دیتی۔

کچھ باعتبار اختلاف طبع اور کچھ باعتبار طمع دنیا عراق میں بھی خیر خواہان بنی امیہ و معاویہ بھرے ہوئے تھے اور امیرالمومنین علیہ السّلام کے معاملات میں رخنہ اندازیاں بھی لوگ کرتے تھے۔ ابن جریر طبری نے تاریخ کبیر میں ذکر کیا ہے کہ صفین سے مراجعت کے وقت حوالی کوفہ میں جب امیرالمومنینؑ محلہ ناعطین سے گذرے۔ یہاں والے اکثر عثمانی تھے اُن میں سے عبدالرحمن بن یزید کو یہ کہتے ہوئے امیرالمومنینؑ نے سنا کہ علی نے کچھ بھی نہ کیا جیسے گئے تھے ویسے ہی واپس آئے۔ مگر جب امیرالمومنینؑ کو سامنے آتے ہوئے اُس گروہ نے دیکھا جس میں عبدالرحمن یہ باتیں کر رہا تھا تو اُن سب کے چہروں پر ہوائیاں اُڑنے لگیں۔ امیرالمومنینؑ نے اُن کو دیکھکر فرمایا کہ یہ وہ چہرے ہیں جنھوں نے آج تک شام کی صورت نہیں دیکھی۔ مگر وہ شامی جن کو ابھی ہم صفین میں چھوڑے ہوئے آرہے ہیں ان لوگوں سے اچھے تھے۔

جنگ جمل و صفین و نہروان کے متعلق مسلمانوں میں اختلاف رائے

ایک گروہ جنگ جمل و صفین کی نسبت یہ خیال ظاہر کرتا ہے کہ علیؑ و طلحہ و زبیر و عائشہ و معاویہ سب مجتہد تھے اور مجتہد کی یہ شان ہے کہ کبھی اُس کی رائے خطا پر ہوتی ہے کبھی صواب پر لیکن خطائے اجتہادی قابل مواخذہ نہیں ہوتی۔ ان لڑائیوں میں علیؑ کی

رائے صواب پر تھی اور طلحہ وغیرہ سب کی رائے خطا پر تھی علامہ ابن خلدون اس گروہ کے بڑے حامی و مددگار ہیں۔

دوسرا گروہ جنگ جمل وصفین ونہروان کی نسبت یہ خیال رکھتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے علیؑ سے پیشین گوئی کی تھی کہ تم ناکثین یعنی عہد شکنوں اور قاسطین یعنی ظالموں اور مارقین یعنی حق سے برگشتہ ہو جانے والوں سے جنگ کروگے اور جس طرح میں نے قرآن کو منزل من اللہ منوانے پر جہاد کیا ہے اُسی طرح تم اُس کے صحیح معانی سمجھانے پر جہاد کروگے۔ علاوہ اس کے یہ کہ باجماع اہل حل وعقد علیؑ خلیفہ برحق تھے اور جو اُن سے لڑے وہ باغی تھے۔

تیسرے گروہ کا یہ خیال ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ نے علیؑ سے فرمایا ہے کہ تمھاری صلح میری صلح ہے اور تمھاری جنگ میری جنگ۔ اور باتفاق رسول اللہ صلعم سے جنگ کرنے والا کافر ہے لہذا علیؑ سے جنگ کرنے والا بھی کافر ہوگا۔

چوتھا گروہ کہتا ہے کہ مشاجرات ومحاربات صحابہ میں دم نہ مارو خاموش رہو۔ سب ہمارے پیشوا ومقتدا ہیں۔ اور اُن کی تعظیم ہم پر لازم اور انھیں کے توسط سے دین ہم تک پہونچا ہے اگر اُن میں مشاجرات ومحاربات کے اعتبار سے جرح وقدح کو دخل دیں گے تو سلسلۂ روایت درہم وبرہم ہو کر معاملہ دین میں رخنہ پڑ جائے گا۔

شاذ شاذ یہ بھی کہتے ہیں کہ جنگ جمل میں فریقین کا قصد لڑنے کا نہ تھا بلکہ اُن شریروں نے جو قاتلان حضرت عثمان کے رفیق تھے۔ نامعلوم طریقے سے علی اور عائشہ کے لشکروں میں داخل ہو کر بلڑ مچا دیا۔ اوّل دونوں لشکروں کے لڑکے باہم لڑنے لگے پھر طرفین کے غلاموں میں مار دھاڑ ہوئی۔ شدہ شدہ دونوں لشکر اور علی وطلحہ وزبیر لڑ پڑے۔

چونکہ یہ ایک تاریخی مسئلے کی صورت میں اظہار خیال ہے اس لیے ہکو یہ کہنا پڑا کہ ان حضرات کا یہ خیال غلط ہے اور وہ عدم تدبر سے دھوکا کھاتے ہیں۔ طلحہ وزبیر وغیرہ اگر آمادہ جنگ نہ ہوتے تو یعلی اور ابن عامر سے ناجائز مال جو وہ سرکاری خزانوں سے

جُرالائے تھے لیکر لشکر مہیا کرنے مین صرف نہ کرتے اور مکہ سے مسلح فوج اور سامان حرب و ضرب لیکر بصرہ پر حملہ آور نہ ہوتے اور امیر المومنینؑ کے مقرر کیے ہوئے حاکم بصرہ کو بذلت وخواری بصرہ سے نکال نہ دیتے اور محافظان دار الامارہ اور بیت المال کو قتل کرکے بصرہ پر فاتحانہ قبضہ نہ کرتے۔ اور فتحنامے اطراف وجوانب کے رئیسون کو نہ بھیجتے اور امیر المومنینؑ کا ساتھ دینے سے مسلمانان کوفہ وغیرہ کو باز رکھنے کی جہد بلیغ نہ کرتے۔

علاوہ اس کے یہ بھی قابل غور ہے کہ جن دو لشکرون مین ایک طرف خود بنفس نفیس امیر المومنینؑ ہون اور اُن کے ساتھ عبد اللہ بن عباس وحسنؑ وحسینؑ ومحمد بن حنفیہ اور بہت سے جلیل القدر انصار اور دوسری طرف ام المومنین عائشہ سی با اثر خاتون اور طلحہ وزبیر سے تجربہ کار وکہن سال سپہ سالار وہ دونون لشکر ایسے قابو سے باہر نہین ہوسکتے کہ اپنے اپنے سردارون کی پروا نہ کرین اور معدودے چند گمنام و بے نشان شہریون اور بچون اور غلامون کے لڑانے سے لڑ جائین۔ المختصر یہ اور دیگر تمام واقعات سابق ولاحق شاہد ہین کہ جنگ [illegible] کوئی اچانک جنگ اور حرکت اضطراری نہ تھی بلکہ فریقین نے بجائے خود خوب سوچ سمجھکر جنگ کو اختیار کیا تھا۔

ابوحنیفہ دینوری نے الاخبار الطوال مین ابتدائی حالات جنگ جمل کو مفصل لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت علیؑ نے قریب بصرہ پہونچکر تین روز تک برابر طلحہ وزبیر سے مراسلت کی اور مصالحت کی طرف رغبت دلائی مگر جب کسی طرح انھون نے نہ مانا تو ۱۱- جمادی الآخرہ کو بروز پنجشنبہ اُن کے مقابلہ مین فوج لائے۔ اور پھر بھی صبح سے ظہر تک سمجھاتے رہے۔ جب کوئی نصیحت کارگر نظر نہ آئی۔ اور ام المومنین عائشہ کا ہودج سامنے سے نہ ہلا تو حضرت علیؑ نے اپنے لشکر کو اذن جہاد دیا۔

فاضل مورخ رفیق بک عــہ اپنی کتاب اشہر مشاہیر الاسلام فی الحروب السیاسیہ مطبوعہ مطبع المنار مصر مین فرماتے ہین کہ ؎

عــہ رفیق بیک ابن محمود بیک العظم المتوفی بدمشق نحو سنۃ ۱۲۵۵ھ و سنۃ ۱۸۶۵م لہ رسالۃ سماھا البیان فی التمدن واسباب العمران مدنی ۹۷ ص بالقاھرۃ سنۃ ۱۳۰۴ھ ا بعدان صححھا وھذبھا عبد الہادی نجا الابیاری (منقول از اکتفاء القنوع بما ہو مطبوع تالیف ادورڈ فندیک مطبوعہ قاہرہ)

الملک طرفان مطلق ومقید فتنازعها
علی ومعاویۃ فکان علی آخر الامراء المقیدین
ومعاویۃ اول الامراء المطلقین ومع ما
عرف من الثانی من الحلم وحسن السیاسۃ
وکف ید الظلم التی یبسطها عادۃ الرؤساء
المطلقون فان هذا لم یغن الامۃ شیئاً
عن خلافۃ علی بن ابیطالب التی کانت احب
الی الامۃ واسد سبیلا فی مستقبل الایام
للخلافۃ الشرعیۃ وضم عقاب الرعیۃ
کامۃ فی سلک واحد تتوحد فیه مشاربهم
السیاسیۃ فینقطع دابر التنازعین الی
الملک غیر ذوی الاهلیۃ وینحسم
بها النزاع علی السلطان او التسلط
علی الرعیۃ فیکون الناس امۃ واحدۃ
تخضع لقانون واحد وهیهات للمسلمین
ذالک بعد مکیدۃ عمرو وهیهات
والکلام علی ذالک طویل سنفصله فیما
هو آت۔

بادشاہی کی دو قسمین ہین مطلق ومقید (بادشاہی مطلق سے مرادیہ ہو
کہ بادشاہ مطلق العنان ہو۔ قانون کی پابندی اُس پر لازم نہ ہو
اپنی رائے کے موافق فرمانروا ہو۔ اور بادشاہی مقید سے مرادیہ ہے
کہ بادشاہ پابند قانون شرعی یا ملکی حکمران ہو) انھین دونون
قسمون کے بادشاہون (یعنی علی و معاویہ) سے جنگ ہوئی علی شاہان
مقیدین مین سے آخری بادشاہ تھے اور معاویہ مطلق العنان
بادشاہون مین سے اول بادشاہ۔ مگر معاویہ کی حکومت نے باایمہ
حلم وحسن سیاست وترک ظلم جو معروف ہے امت کو کچھ بھی علی کی
خلافت سے مستغنی نہ کیا علی کی خلافت امت کو بہت محبوب تھی
اور آیندہ کے لیے شرعی حکمرانی وجہانبانی کی نہایت سیدھی اور ہموار
راہین قائم کرنے والی اور مذاق قوم مین ایسا مفید سیاسی
اتحاد پیدا کرنے والی تھی جس سے ہمیشہ کے لیے نااہلون کی حکومت
کا سلسلہ منقطع ہو جاتا اور ملک پر یا رعیت پر تسلط حاصل
کرنے کے لیے جو جھگڑے ہوتے ہین اُن کی قطعاً بیخ کنی ہو جاتی
اور قوم امت واحدہ کی صورت مین قانون واحد کی تابع ہو کر
دنیا مین رہتی مگر افسوس افسوس کہ مسلمانون کو اس دولت
جاوید سے عمرو بن العاص کے فریب نے بہت دور پھینکدیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ سے یہ حدیث روایت کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا
کہ الخلافۃ بعدی ثلاثون سنۃ ثم یصیر بعدها ملکا عضوضا۔ میرے بعد تیس برس
تک دور خلافت رہے گا پھر دور ملک عضوض یعنی بادشاہی گزندہ شروع ہوگا۔
اسی کو فاضل مورخ نے بادشاہی مقید ومطلق سے ہمارے نزدیک تعبیر کیا ہے۔
مگر اس حدیث کو علامہ ابن خلدون نے اپنے دو دعووں کے ثابت کرنے مین جداجدا

اس طرح استعمال کیا ہے۔ مقدمۂ تاریخ مین ایک موقع پر جہان خلفائے بنی امیہ و مروانیہ کی تعدیون کی پردہ داری سے وہ عاجز آ گئے تو گھبرا کے کہدیا کہ دور خلافت بہت ہی قلیل اللبث زمانہ یعنی صرف تیس سال تھا وہ ختم ہو لیا تھا اور دور پادشاہی گزندہ شروع ہو گیا تھا۔ یہ جو کچھ زیادتیان ہوئین اسی دور ملک عضوض مین ہوئین[۹۱]۔ اور پھر حیب تاریخ کی دوسری جلد مین علامہ ممدوح کو ضرورت مدح معاویہ پیش آئی تو بیباکانہ کہدیا کہ حدیث الخلافۃ بعدی ثلاثون سنۃ صحیح نہین ہے اور معاویہ بھی خلفائے راشدین مین معدود ہین[۹۲]۔

افسوس کہ یہ روش مذموم علامہ ممدوح ہی سے مختص نہین ہے بلکہ ہم ایک گروہ کو اسی خبط مین مبتلا دیکھتے ہین خدا ہم سب کو نیک توفیق دے۔

ہمارا خیال ہے کہ اگر علیؑ معاویہ پر فتحیاب ہو جاتے اور حکومت بنی امیہ کا اثر ممالک اسلامیہ مین باقی نہ رہتا تو آج بنی امیہ اور اُن کے ہواخواہ قریش بھی دنیا مین اُسی طرح خارج از دائرۂ اسلام خیال کیے جاتے جس طرح وہ لوگ خیال کیے گئے جنھون نے حضرت ابوبکر کے عہد خلافت مین اُن کو زکوٰۃ دینا بند کر دیا تھا اور حضرت ابوبکر نے اُن مانعین زکوٰۃ کو قتل و غارت کیا تھا۔ اور اگر کوئی کہتا بھی کہ علیؑ نے تو اپنے مخالفین کے گھرون کو نہین لٹوایا اور اُن کے بچون اور عورتون کو غلام و کنیز نہین بنایا تو کہا جاتا کہ یہ علیؑ کا ترحم تھا اور بندگان خدا پر شفقت۔ اور امام وقت کو اجتہاداً ایسی معافی دیدینے کا اختیار ہے۔ مگر اتفاقات زمانہ سے یہ صورت نہ پیدا ہوئی بلکہ یہ ہوا کہ علیؑ کے خلاف بنی امیہ کامیاب و فرمانروا ہوئے اور تقریباً سو برس تک نسلاً بعد نسل بلاد اسلامیہ مین ان مخالفین علیؑ کا دور حکومت رہا۔ ہر مسجد مین برسر منبر علیؑ و اہل بیت پر لعن و نفرین و سب و شتم کے غلغلے بلند رہے۔ حکومت نے چُن چُن کر جہان تک قابو پایا شبہہ و احتمال پر بھی علیؑ کو اچھا سمجھنے والون کو قتل کیا۔ تقریباً مسلمانون کی تین چار پشتین اسی آب و ہوا مین جو بنی امیہ کے موافق اور بنی ہاشم کے مخالف تھی گذرین اور تعلیم بنی امیہ کو ان

---

[۹۱] مقدمہ ابن خلدون مطبوعہ مصر ۱۳۱۱ھ مطبع ازہریہ ص ۲۱۹ [۹۲] تاریخ ابن خلدون مطبوعہ مصر مطبع میری ص ۱۸۸

نسلون کے دلون مین امتداد ایام نے راسخ کر دیا۔ ان سب واقعات کو ہم ہمیں نظر رکھنے کے بعد علیؑ کی یہ بمثیل فتحیابی خیال کرتے ہین کہ اُن کے مخالفین مخطی یا باغی خیال کیے جاتے ہین۔ اگر دنیا یون صدہا برس تک اپنے بادشاہون اور اُن کے امیرون اور لشکرون اور رعیتون اور وظیفہ خوار عالمون اور شاعرون کو ساتھ لیے ہوئے علیؑ کے سوا کسی دوسرے شخص کی مخالف رہی ہوتی تو یقین ہے کہ وہ شخص خود یہود و نصاریٰ و مجوس و مشرک و کافر و ملحد سے کہیں بدتر سمجھا گیا ہوتا۔

علامہ شہرستانی نے ملل و نحل مین لکھا ہے کہ حضرت عمر کا اجتہاد اُن کے دور خلافت مین اس کا مقتضی ہوا کہ مال مانعین زکوٰۃ جو عہد حضرت ابو بکر مین لوٹ مین آیا تھا واپس کر دیا گیا اور اُن کے بچے اور عورتین جو اسیر کیے گئے تھے رہا کر دیے گئے مگر ہم دیکھتے ہین کہ حضرت عمر کے اس اجتہاد سے کوئی متاثر نہین ہوا اور مانعین زکوٰۃ کو ہنوز مرتدون مین شمار کیا جاتا ہے۔ اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ ان مانعین زکوٰۃ کو جیسا کہ معتبر تاریخون سے ثابت ہے اور جس کو ابن خلدون نے بھی تسلیم کیا ہے۔ بنی امیہ اور اُن کے ساتھی قریش ہی نے زیر کیا تھا کیونکہ اس خدمت کو حضرت ابو بکر سے اُنھون نے اپنے ذمے لے لیا تھا۔ اور پھر حضرت عثمان کے وقت سے دور حکومت بنی امیہ بالاستقلال شروع ہو گیا۔ صرف چند روز کے لیے بنی ہاشم کو تباہ کرنے کے لیے اور جنگ جمل و صفین لڑنے کے لیے علیؑ خلیفہ بنا دیے گئے تھے۔ اور پھر بنی امیہ اور قریش ہی کا دور حکومت مدت دراز تک رہا۔ اس حالت مین ظاہر ہے کہ مانعین زکوٰۃ کو مرتد و کافر نہ کہلاتے تو کیا اپنے کو قاتل المسلمین کہلاتے۔

ہماری اس تقریر سے یہ نتیجہ نکالنا کہ ہم اُن لوگون کو جو خلیفہ چہارم سے لڑے مثل اُن لوگون کے سمجھتے ہین جو خلیفہ اوّل سے لڑے غلط فہمی پر مبنی ہوگا۔ بلکہ ہمارا مقصود کلام یہ ہے کہ علیؑ کی حقیت و حقانیت کو دنیا کی مخالفتین کچھ نقصان نہین پہونچا سکین اور علیؑ کی شان ہمیشہ کلمۃ اللہ ہی العلیا کی مصداق رہی۔

ابو حنیفہ دینوری الاخبار الطوال مین لکھتے ہین کہ

ولما اجمع علیؑ علی المسیر الی الشام وحضرت الجمعة صعد المنبر فحمد الله واثنیٰ علیه وصلی علی النبی صلعم ثم قال ایها الناس سیروا الی اعداء السنن والقران۔ سیروا الی قتلة المهاجرین والانصار۔ سیروا الی الجفاة الطغام الذین کان اسلامهم خوفا وکرها۔ سیروا الی المولفة قلوبهم لیکفوا عن المسلمین باسهم۔

جب علی علیہ السلام نے شام پر لشکرکشی کا قصد مصمم کیا اور جمعہ کا دن آیا تو مسجد کوفہ میں برسر منبر یہ خطبہ ارشاد کیا اور بعد حمد و نعت فرمایا کہ اے مسلمانو قرآن و سنت رسول اللہ کے دشمنوں سے جہاد کرنے کو چلو۔ مہاجرین و انصار کے قاتلوں سے جہاد کرنے کو چلو۔ جفاکاروں اور ستمگاروں سے جہاد کرنے کو چلو۔ اُن لوگون سے جہاد کرنے کو چلو جو بخوف جان و مال بمجبوری و کراہت دائرۂ اسلام مین داخل ہوئے ہین۔ اُن لوگون سے جہاد کرنے کو چلو جنکی مخالفتون کو عندالضرورت مال دے دیکر دبایا گیا ہے تاکہ اُنکی شر سے مسلمان محفوظ رہین۔

ایک اسی مقام پر نہین بلکہ جیسا کہ قبل ازین چند مواقع پر نقل ہو چکا امیرالمومنین علیہ السلام نے معاویہ و گروہ معاویہ کی نسبت بارہا یہی ارشاد فرمایا ہے اور راز سربستہ کو کھولا ہے۔ غرضکہ ہم نہین سمجھتے کہ باایںہمہ انکشاف لغو تاویل و خطار اجتہادی کی کیا گنجائش باقی رہتی ہے۔ حافظ ابن القیم نے اعلام الموقعین وغیرہ مین اس تاویل و خطار اجتہادی کی جیسی دھجیان اُڑائی ہین قابل دید ہین۔ بخیال اختصار اس جگہ ہم اس مبحث کے نقل کرنے سے معذور رہین۔

مخلوق خدا کے ساتھ ہمدردی اور رعایا کے ساتھ حسن خلق

ابن جریر طبری نے تاریخ کبیر مین نقل کیا ہے کہ عبدالرحمن بن جندب نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ جب ہم لوگ امیرالمومنینؑ کے ساتھ جنگ صفین سے لوٹے۔ اور آبادی کوفہ کے قریب پہونچے تو ایک شیخ (بوڑھا) نظر آیا جو سایۂ دیوار مین بیٹھا ہوا تھا اور چہرے سے اثر مرض کچھ کچھ ظاہر تھا۔ امیرالمومنینؑ اُس کے قریب تشریف لے گئے اور ہم لوگ بھی امیرالمومنین کے ساتھ ساتھ گئے۔ امیرالمومنینؑ نے اور اُن کے ساتھ ہمنے بھی اُس شیخ کو سلام کیا۔ اُس نے کمال تعظیم و تکریم سے اس طرح جواب دیا کہ ہم لوگ

سمجھے کہ اُس نے امیرالمومنینؑ کو پہچان لیا۔ امیرالمومنینؑ نے اُس سے فرمایا۔ تمھارا چہرہ کیوں اُترا ہوا ہے کیا تم کچھ علیل ہو (شیخ) ہاں۔ (امیرالمومنینؑ) شاید تمنے اس بیماری کو مکروہ سمجھا ہوگا۔ (شیخ) ہاں مجھے یہ ناپسند ہے کہ کوئی دوسرا اس مین مبتلا ہو (امیرالمومنینؑ) کیا تم خیال کرتے ہو کہ اس تکلیف و مصیبت پر صلۂ نیک ملنے کی امید نہین ہے۔ (شیخ) کیون نہین۔ (امیرالمومنینؑ) تم خوش ہو کہ تمھارے رب کی جانب سے یہ بشارت رحمت و آمرزش گناہ ہے۔ ہان اے بندۂ خدا تمھارا نام کیا ہے (شیخ) میرا نام صالح بن سلیم ہے اور نسل سلامان طی اور اہل جوار و اہل دعوت بنی سلیم بن منصور مین سے ہون (امیرالمومنینؑ) سبحان اللہ یہ سب کیسے اچھے نام ہین۔ کیا تم اس جنگ مین ہمارے ساتھ تھے؟ (شیخ) بخدا چاہتا تھا کہ آپ کے ساتھ ہون مگر تپ نے معذور رکھا۔ (امیرالمومنینؑ) لیس علی الضعفاء ولا علی المرضی ولا علی الذین لا یجدون ما ینفقون حرج اذا نصحوا للہ ورسولہ ما علی المحسنین من سبیل واللہ غفور رحیم۔ ناتوانون اور بیمارون اور ناداروں پر کوئی سخت گیری نہین ہے جب کہ وہ خیر خواہ خدا و رسول خدا ہون اور نیک کردار سرزنش و عتاب سے محفوظ ہین اور خدا بخشش دینے والا اور مہربان ہے۔ ہان یہ تو بتاؤ کہ اس معاملہ جنگ وغیرہ کے باب مین جو ہمارے اور اہل شام کے درمیان وقوع مین آیا لوگ کیا کہتے ہین۔ (شیخ) یہ جو کچھ ہوا اُس سے کچھ لوگ تو مسرور ہین اور یہ لوگ مسلمانون کے بدخواہ ہین۔ اور کچھ لوگ آزردہ و متاسف ہین اور یہ لوگ آپ کے اور مسلمانون کے خیر خواہ ہین۔ (امیرالمومنینؑ) تمنے یہ سچ کہا۔ اللہ تعالیٰ تمھارے اُس مرض کو تمھارے گناہون کا زائل کرنے والا قرار دے۔ مرض مین کوئی اجر نہین ہے کیونکہ اجر قول باللسان و عمل بالارکان سے متعلق ہے مگر ہان مرض بندے کے گناہون کو گرا دیتا ہے۔ اور یہ جو تم ہمارے ساتھ شریک جہاد ہونے کے آرزو مند تھے اس کے متعلق یہ ہے کہ رب کریم بصلۂ صدق نیت و صلاح سریرت اپنے بندون مین سے ایک گروہ کثیر کو داخل جنت فرمائے گا پھر امیرالمومنینؑ وہان سے آگے بڑھے اور عبداللہ بن ودیعہ انصاری راہ مین ملے

اور اُن سے کچھ باتین ہوئین۔ (ہم بعد ازین اس گفتگو کو دوسرے مقام پر نقل کرینگے) پھر سات یا آٹھ قبرین دکھائی دین۔ امیر المومنینؑ نے پوچھا یہ قبرین کیسی ہین۔ قدامہ بن عجلان نے عرض کیا کہ آپ کے تشریف لیجانے کے بعد خباب بن الارت نے وفات پائی اور حسب وصیت بیرون مکان دفن ہوئے۔ (دستور تھا کہ قبرین مکان مین یا صحن مکان مین ہوتی تھین) پھر اور لوگ جو مرے اُن کے پہلو مین مدفون ہوئے۔ امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ خدا رحمت نازل فرمائے جناب پر وہ برغبت مسلمان ہوئے اور بطیب خاطر ہجرت کی اور مجاہدانہ زندگی بسر کی اور دکھ سہے۔ خدا نیک کام کرنے والون کے اجر کو ضائع نہین فرماتا۔ پھر قبرون کے قریب گئے اور ارشاد کیا۔ کہ

السلام علیکم یا اہل الدیار الموحشۃ والمحال المقفرۃ من المومنین والمومنات والمسلمین والمسلمات انتم لنا سلف فارط ونحن لکم تبع یکم عما قلیل لاحقون اللھم اغفر لنا ولھم وتجاوز بعفوک عنا وعنہم۔ وقال الحمد للہ الذی جعل منہا خلقکم وفیہا معادکم ومنہا یبعثکم وعلیہا یحشرکم۔ طوبیٰ لمن ذکر المعاد وعمل للحساب وقنع بالکفاف ورضی عن اللہ عزوجل۔ اے وحشتناک گھرون اور ویران مقامون مین بسنے والے مسلمان مردو اور مسلمان عورتو تم پر سلام۔ تم لوگ ہم سے پہلے منزل پر پہونچ چکے اور ہم تمھارے پیچھے آرہے ہین اور جلد تم سے آملینگے۔ خدایا ہمین اور انھین بخشدے۔ اور ہمارے اور ان کے قصورون سے درگذر۔ پھر فرمایا لائق حمد ہے وہ خدائے قدیر جس نے اسی زمین سے تمکو پیدا کیا اور پھر اسی مین لوٹکر جاؤگے اور پھر خدا اسی سے تمکو اُٹھائے گا اور اسی پر تمکو محشور کرے گا۔ خوشا حال اُس کا جس نے روز بازگشت کو یاد رکھا اور روز بازپرس کو دھیان رکھے ہوئے وہ کام کیے جو اُس دن کام آئین اور دنیا مین کفاف پر قانع اور قضائے الٰہی پر راضی رہا۔ پھر امیر المومنینؑ محلہ ثوربیین مین سے ہوکر گذرے اور آواز بکا سنی فرمایا کیا ہے۔ عرض کیا گیا یہ گریہ وزاری قتیلان صفین پر ہے۔ امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ مین گواہی دیتا ہون کہ اُن مین سے جو بحالت صبر و طلب اجر قتل ہوا وہ شہید ہے اور ایسا ہی محلہ فائشیین مین آواز گریہ سنکر ارشاد فرمایا

جب قبیلہ شبامیین مین پہونچے تو بہت شور نوحہ و بکا سُنا اور حرب ابن شرحبیل شبامی گھر سے نکل کر حاضر خدمت ہوا۔ امیرالمومنین نے اُس سے فرمایا کیا عورتین تم پر غالب آگئین۔ ان کو اس شور و فغان سے منع نہین کرتے۔ حرب نے عرض کیا کہ ایک سو آٹھ مرد اس قبیلے کے قتل ہوئے ہین۔ ایک دو گھرون مین ماتم ہوتا تو بس چلتا۔ ہر گھر مین ماتم بپا ہے۔ ہم مرد ہین ہم تو خوش ہین کہ شرف شہادت ملا۔ عورتین کیا سمجھین۔ امیرالمومنینؑ نے فرمایا۔ رحم اللہ قتلاکم وموتاکم۔ پھر امیرالمومنینؑ آگے بڑھے اور حرب پیادہ پا ساتھ چلا۔ یہ دیکھکر امیرالمومنینؑ رُک گئے اور فرمایا تم لوٹ جاؤ۔ ارجع فان مشی مثلك مع مثلی فتنۃ للوالی ومذلۃ للمومن۔ تمھارا اس طرح میرے ساتھ چلنا والی کے لیے فتنہ اور مومن کے لیے مذلت ہے۔

استیعاب مین علامہ ابن عبدالبر نے لکھا ہے کہ " ابوبکر و عمر و عثمان سب شعر کہتے تھے مگر علیؑ ان تینون سے بہتر شعر کہتے تھے"۔ باانہمہ تہذیب اخلاق و طہارت نفس کی یہ حالت تھی کہ ابن اثیر اسد الغابہ مین لکھتے ہین کہ کسی نے حضرت علیؑ سے کہا کہ جو لوگ ہماری ہجو کہہ کہہ کر شائع کرتے ہین اُن لوگون کی آپ بھی ہجو کہیے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذن دین تو کیا مضائقہ کہون۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ علیؑ سے ایسی باتون کی امید نہ رکھو۔ چنانچہ حسان نے جواب ترکی بہ ترکی دیا۔

حضرت عثمان نے اپنے دور حکومت مین کسی بات پر حضرت علیؑ پر عتاب کرنا شروع کیا۔

فجعل عثمان یعاتب علیا وعلی مُطرِق فاقبل علیہ عثمان فقال مابالك لا تقول فقال ان قلت لم اقل الا ما تکرہ ولیس لك عندی الا ما تحب[۵۱]

مگر حضرت علیؑ سر جھکائے بیٹھے رہے۔ حضرت عثمان نے کہا کہ تھین کیا ہو گیا کچھ بولتے ہی نہین۔ حضرت علیؑ نے کہا کہ اگر تمھاری باتون کا جواب دون تمھین ناگوار ہوگا اور یہ مجھے گوارا نہین ہے۔

---

۵۱ کتاب الکامل للمبرد۔

اظہار رائے میں جائز آزادی

واقعات عہد حکومت امیر المومنینؑ شاہد ہیں کہ اُن کی ہنگام میں رعایا اظہار رائے میں بالکل آزاد تھی البتہ یہ ضرور ہے کہ خلاف قرآن و سنت جو رائے ہوتی تھی امیر المومنینؑ ہرگز اُس کو قبول نہیں کرتے تھے۔ امیر المومنینؑ چاہا کرتے تھے کہ معاملات حکومت میں رعایا کی رائے سے وہ ہمیشہ مطلع ہوتے رہیں۔ ابن جریر طبری نے تاریخ کبیر میں ذکر کیا ہے کہ جنگ صفین سے واپسی میں داخلہ کوفہ کے وقت عبداللہ بن ودیعہ انصاری سے امیر المومنینؑ نے پوچھا کہ اہل کوفہ ہمارے اور شامیوں کے معاملہ میں کیا رائے زنی کرتے ہیں۔ عبداللہ نے کہا کہ یوں تو عموماً رائیں مختلف ہیں۔ مگر اہل الرائے کا قول یہ ہے کہ علیؑ نے اپنے مضبوط قلعہ کو گرا دیا۔ اور اپنے لشکر عظیم کو پراگندہ کر دیا۔ اب اس ٹوٹے ہوئے قلعہ کا تعمیر ہونا اور اس لشکر کا مجتمع ہونا معلوم۔ مقتضائے حسن تدبیر یہ تھا کہ جب شامیوں نے قرآن اٹھائے تھے علیؑ نافرمانوں کو چھوڑ کر اور فرمانبرداروں کو ساتھ لیکر لڑ ہی جاتے خواہ ہلاک ہوتے یا فتح پاتے۔ یہ سنکر امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ قلعہ کا گرانا اور لشکر مجتمع کا پراگندہ کرنا تفرقہ انداز شامیوں کے فریب میں آنے والوں کا کام تھا نہ میرا۔ رہا یہ کہ اُس وقت جو بھی ساتھ دیتے اُن کو لیکر میں لڑتا اور فتح پاتا یا مر رہتا۔ مجھ سے یہ صورت پوشیدہ نہ تھی اور میں بطیب خاطر اپنی موت پر راضی اور اپنی جان دینے میں سخی اور اہل شام پر ٹوٹ پڑنے پر آمادہ تھا۔ مگر میں نے دیکھا کہ حسنؑ و حسینؑ مجھ سے آگے بڑھ چلنے پر تیار ہیں۔ میں نے خیال کیا کہ اگر یہ دونوں اس تفرقہ اہل عراق و ہجوم اہل شام کی حالت میں اس ہولناک جنگ میں قتل ہو گئے تو نسل محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس امت سے منقطع ہو جائے گی۔ اسی طرح محمد حنفیہ اور عبداللہ بن جعفر میرے آگے رہنے پر مستعد نظر آئے اور ایسے فرمانبردار مخلصوں کے ہلاک ہو جانے کو بھی میں نے گوارا نہ کیا۔

امیر المومنینؑ کی اس تقریر سے معلوم ہوا کہ آخر روز صفین میں سوا حسنؑ حسینؑ کے

ومحمد حنفیہ وعبد اللہ بن جعفر و معدودے چند دیگر مخلصین صحابہ کے اور کوئی ساتھ دینے والا قابل اعتماد نظر نہین آتا تھا۔ اس مین شک نہین کہ مدت مدید سے لڑتے لڑتے اور امیر المومنینؑ کے احتساب کی سختیون کو جھیلتے جھیلتے اہل عراق سست پڑ گئے تھے۔ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا ملگیا۔ اہل سازش نے چند روزہ التوائے جنگ کی چاٹ دیدی سب جی چرانے لگے۔

امیر المومنینؑ کے بعض خصائل کا ذکر

علامہ ابن عبد البر نے استیعاب مین بسلسلۂ ذکر علی بن ابی طالبؑ لکھا ہے کہ حضرت عمر نے اپنے آخر وقت حیات مین اپنے بیٹے عبد اللہ سے فرمایا کہ "اہل شوریٰ، خدا سے اجر پائین اگر علیؑ کو اپنے اوپر فرمانروا بنائین۔ اگر انھون نے علیؑ کو خلافت کے لیے انتخاب کیا تو دیکھین گے کہ علیؑ کی گردن پر تلوار بھی دھری ہوگی تو بھی علیؑ اُن کو حق پر چلانے کی کوشش سے دستکش نہ ہون گے۔ عبد اللہ نے عرض کیا کہ جب آپ علیؑ کی اس صفت سے واقف ہین تو خود ہی آپ اُن کو اپنا جانشین کیون نہین مقرر فرما دیتے۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ اگر مین نے اپنا جانشین کسی کو مقرر نہ کیا اور لوگون کو اُن کی رائے پر چھوڑ دیا تو یہ کوئی نئی بات نہین ہے۔ وہ جو مجھ سے بہتر تھے اُنھون نے بھی لوگون کو اسی طرح اُن کے حال پر چھوڑ دیا تھا"۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے۔

اسی کتاب استیعاب مین ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عباس سے پوچھا گیا کہ علیؑ کیسے شخص تھے۔ ابن عباس نے فرمایا کہ "علیؑ شرف قرابت رسول اللہؐ کے ساتھ حکمت، شجاعت وہیبت سے پر تھے اور اُن کے علوی ہمت کی یہ حالت تھی کہ وہ خیال کرتے تھے کہ جس چیز کی طرف ہاتھ بڑھاؤن گا اُسکو ضرور پالون گا"

بظاہر امیر المومنین علیہ السّلام کی اس فطرتی اولو العزمی کو تجربون نے اور بھی بلا دیدی تھی وہ آنحضرتؐ کے عہد مین صعب ومشکل معرکے جھیل چکے تھے اور ...

پر اپنی حسن سعی و کمال استقلال و اخلاص کے آثار موافق مقصود مشاہدہ کر چکے تھے[۵۱]
اس لیے اُن کو اعلاء کلمۃ الحق میں کوئی امر خواہ کیسا ہی ہولناک کیوں نہ ہو تذبذب
میں نہیں ڈال سکتا تھا۔

حافظ ابن کثیر اپنی تاریخ[۵۲] میں لکھتے ہیں کہ ایک روز جعدہ بن ہبیرہ جو حضرت علیؑ
کے بھانجے تھے حضرت علیؑ کے پاس آئے اور تعجب سے عرض کیا کہ امیر المومنینؑ دو
شخص مدعی و مدعا علیہ آپ کے سامنے فیصلے کے لیے ایسے بھی پیش ہوتے ہیں کہ ایک
اُن میں سے اپنی اولاد و عزیز و قریب و مال و متاع سے زیادہ آپ کو دوست
رکھتا ہے اور دوسرا شخص ایسا آپ کا دشمن ہوتا ہے کہ اختیار پائے تو آپ کو قتل
کر ڈالے مگر ہم دیکھتے ہیں کہ آپ بمقابلہ دوست اُس دشمن جانی کو جتا دیتے ہیں۔
یہ سنکر حضرت نے جعدہ کے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا کہ میرا معاملہ ہو تو دوست کی
رعایت کروں۔ مگر یہ تو خدا کا معاملہ ہے۔

ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں دارقطنی سے روایت کرتے ہیں کہ مروان بن الحکم
نے کہا کہ زمانہ شورش میں کوئی علیؑ سے زیادہ عثمانؓ کا حامی و مددگار نہ تھا۔ یہ سنکر لوگوں
نے کہا کہ پھر تم بنی امیہ علیؑ کو منبروں پر سب و شتم کیوں کرتے ہو۔ مروان نے کہا کیا کریں
بغیر اس کے سلطنت کا کام راست نہیں ہوتا۔

امیر المومنین علیہ السلام کے خطبات و توقیعات

علامہ جاحظ نے کتاب البیان والتبیین میں حرث اعور سے نقل کیا ہے کہ واللہ
لقد رائت علیّاً و انہ لیخطب قاعدا کالقائم و محاربا کمسالم۔ خدا کی قسم میں نے علیؑ کو دیکھا ہے

---

۵۱ استیعاب میں ہے۔ واجمعوا علی انہ رای علی بن ابیطالب صلی القبلتین وھاجر و شھد بدرا
والحدیبیۃ وسائر المشاھد وانہ ابلی ببدر و باحد وبخندق و خیبر بلاء عظیما وانہ اغنی فی تلک المشاھد
وقام فیھا المقام الکریم۔ اور اسد الغابہ میں ہے واما رای علی فی الجمیع بلاء عظیم واثر حسن۔

۵۲۔ تاریخ ابن کثیر کا قلمی ناتمام نسخہ فرنگی محل لکھنؤ کے کتبخانہ میں ہے۔

که وه بیٹھے ہوئے ہونے کی حالت مین بھی اُسی روانی و سنجیدگی سے خطبه ارشاد فرماتے تھے جیسے کھڑے ہو کر تقریر کرتے ہین اور جنگ کی حالت مین بھی اُسی اطمینان کیساتھ تقریر فرماتے تھے جس طرح حالت صلح مین تقریر کرتے ہین۔

علامه مسعودی نے لکھا ہے که "لوگون نے مقامات مختلفه مین حضرت علیؑ کے فی البدیہه خطبون مین سے کچھ اوپر چار سو اسّی خطبے حفظ کیے تھے جو قولاً و عملاً مسلمانون مین سند اول تھے،" اس مین شک نہین که امیر المومنین علیه السّلام کے علم و فضل کے اصحاب کبار معتقد تھے اور فصحائے عدنان و قحطان اُن کے کلام کی فصاحت و بلاغت کو مانے ہوئے تھے اور اُن کے حفظ کلام مین حسن بیان کے شیدا عربون نے کوئی دقیقه فروگذاشت نہین کیا۔ کتب متقدمین مین جابجا کلام امیر المومنینؑ منقول ہے۔ شریف رضی شیعی المتوفی سنه ۴۰۶ھ نے امیر المومنینؑ کے خطبات و توقیعات کو جہان تک پایا ہے جمع کیا ہے اور اس مجموعه کا نام نہج البلاغه رکھا ہے۔ تقریبًا چالیس برس سے علمائے مصر و شام کو امیر المومنین علیه السّلام کے کلام سے ایک خاص دلچسپی پیدا ہوئی ہے چنانچه مصر مین اولاً مفتی محمد عبده نے نہج البلاغه کو شائع کیا اور اُس کی ایک عالمانه شرح بھی لکھی۔ پھر ابن ابی الحدید معتزلی کی شرح نہج البلاغه بھی طبع ہو کر مصر مین شائع ہوئی، اور شیخ محمد حسن نائل المرصفی نے بھی ایک شرح مختصر لکھی۔ سررشته تعلیم نے مصر و شام مین نہج البلاغه کو داخل درس کر دیا ہے حتیٰ که عیسائیون نے بھی اپنے خاص مدارس مین نہج البلاغه کو نصاب تعلیم مین شامل کر لیا۔ ہم بھی اس جگه کتاب موصوف سے کچھ اقتباس کرتے ہین۔

امیر المومنین علیه السّلام نے جب اشتر نخعی کو حاکم مصر مقرر فرمایا تو ایک دستور العمل لکھکر دیا۔ یه دستور العمل انیس ورق پر نہج البلاغه مطبوعه مصر مین مسطور ہے۔ ہم اسمین سے صرف ایک دفعه کو نقل کرتے ہین۔

وتفقد امر الخراج بما یصلح اهله فان فی صلاحه وصلاحهم صلاحًا

وصول مالگذاری کا انتظام اس حسن سے قائم رکھو که زمیندارون اور کاشتکارون کی حالت بھی ساتھ ہی ساتھ درست ہوتی رہے کیونکه دیگر رعایا کی رفاه اور

لمن سواهم ولا صلاح لمن سواهم الا بهم لان الناس کلهم عیال علی الخراج واهله ولیکن نظرک فی عمارة الارض ابلغ من نظرک فی استجلاب الخراج لان ذلک لا یدرک الا بالعمارة ومن طلب الخراج بغیر عمارة اخرب البلاد واهلک العباد ولم یستقم امره الا قلیلا۔ فان شکوا ثقلا او علة او انقطاع شرب او بالة او حالة ارض اغتمرها غرق او اجحف بها عطش خففت عنهم بما ترجو ان یصلح به امرهم ولا یثقلن علیک شیء خففت به المؤنة عنهم فانه ذخر یعودون به علیک فی عمارة بلادک وتزیین ولایتک مع استجلابک حسن ثنائهم وتبجحک باستفاضة العدل فیهم معتمدا فضل قوتهم بما ذخرت عندهم من اجمامک لهم والثقة منهم بما عودتهم من عدلک علیهم فی رفقک بهم۔ فربما حدث من الامور ما اذا عولت فیه علیهم من بعد احتملوه طیبة انفسهم به فان العمران محتمل ما حملته وانما یؤتی خراب الارض من اعواز اهلها وانما یعوز

ملک کی سرسبزی اسی طبقۂ زمینداران وکاشتکاران کی درستی حالت پر مبنی ہے سب کے لیے مایحتاج زندگی کا مہیا ہونا اسی گروہ کی سعی پر منحصر ہے آبادی و ذرائع کاشت و اصلاح آراضی کی ترقی کا خیال وصول مالگذاری سے زیادہ مقدم و بیش نظر رکھنا چاہیے کیونکہ مالگذاری مین ترقی بغیر اس جد و جہد کے غیر ممکن ہے۔ اور جو لوگ محض خراج وصول کرنے پر نظر رکھتے ہین اور ترقی آبادی و اصلاح اراضی وغیرہ پر توجہ نہین کرتے وہ ملکون کو خراب اور بندگان خدا کو ہلاک کرتے ہین اور اُن کی حکومت بہت جلد زوال پذیر ہو جاتی ہے۔

اگر زمیندار و کاشتکار گرانباری یعنی بیشی مالگذاری یا کسی آفت سماوی و ارضی سے کاشت کو نقصان پہونچنے کا عذر پیش کرین کہ سیلاب کیوجہ سے تخم ریزی نہ ہو سکی یا آبپاشی نہرون سے نہ ہو سکی یا پانی نہ برسا یا کثرت بارش سے بیج خراب ہو گیا نہ اوگا اور پیداوار مین کمی آگئی اور مالگذاری مین کچھ تخفیف مطابق عذر چاہین تو اُن کی درخواست ان حدود مین منظور کرو کہ اُن کی حالت درست ہو سکے۔ اور اس تخفیف کو اپنے اوپر گران نہ سمجھو کیونکہ درحقیقت یہ تخفیف تمھارا ایک ذخیرہ ہے کہ اُس کو وہ زمیندار و کاشتکار سرسبزی ملک و زینت ولایت کی صورت مین تمھین کو واپس دین گے اور اسی کے ساتھ تم کو یہ نفع بھی حاصل ہو گا کہ وہ تمھارے مداح ہون گے اور اس عدالت گستری سے تمکو ایک خاص سرور حاصل ہو گا اور تمنے جو اُن کو اس تخفیف سے راحت پہونچائی ہے اس تمھاری رعایا پروری پر وہ لوگ بھروسہ کر کے خوب دل سے اپنے کام مین کوشش کرین گے اور اگر کبھی حادثہ اتفاقی کے وقت اُن پر کچھ زیادہ بار بھی تم ڈالدو گے تو وہ بحالت خوشحالی بطیب خاطر

اهلها لاشراف انفس الولاة
على الجمع وسوء ظنهم بالبقاء
وقلة انتفاعهم بالعبر۔

اُسکو برداشت کرلین گے اور اُن پر کچھ شاق نہوگا۔ اہل ملک کے افلاس و
بدحالی سے ملک خراب و ویران ہوتا ہے اور اہل ملک کو مبتلائی افلاس
اُن والیان ملک کی طمع کرتی ہی جو روپیہ جمع کرنے پر جھکے پڑتے ہین اور جنکو اپنے قائم
نہ رہنے کا خوف ہوتا ہی اور مشاہدہ حوادث سے مفید نتائج مستنبط کرنیکی قابلیت نہین ہوتی

اُن لوگون کو جو تحصیل مال زکوٰۃ پر مامور کیے جاتے تھے امیر المومنین علیہ السلام یہ دستور العمل لکھکر دیتے تھے۔

انطلق على تقوى الله وحده لا شريك
له. ولا تروعن مسلماً ولا تجتازن عليه
كارهاً ولا تأخذن منه اكثر من حق
الله في ماله. فاذا قدمت على الحيّ
فانزل بمائهم من غير ان تخالط ابياتهم
ثم امض اليهم بالسكينة والوقار حتى
تقوم بينهم فتسلم عليهم ولا تخدج بالتحية
لهم ثم تقول عباد الله ارسلني اليكم
ولي الله وخليفته لآخذ منكم حق الله
في اموالكم. فهل لله في اموالكم من
حق فتؤدوه الى وليه فان قال قائل
لا فلا تراجعه وان انعم لك منعم
فانطلق معه من غير ان تخيفه وتوعده
او تعسفه او ترهقه فخذ ما اعطاك
من ذهب او فضة. فان كان له ما
شية او ابل فلا تدخلها الا باذنه فان
اكثرها له فاذا اتيتها فلا تدخل عليها

خدائے وحدہ لاشریک لہ کے خوف کو ذہن نشین کیے ہوئے جاؤ
ہرگز کسی مسلمان کو دہشت و آزردگی مین نہ ڈالو۔ اور کسی کے مال
مین سے خدا کے حق سے زیادہ کچھ نہ لو۔ جب تم کسی آبادی کے
قریب پہونچو گھرون سے الگ اُن چشمون یا نہرون کے قریب ٹھہرو
جہان وہ لوگ پانی کے لیے آتے جاتے ہون پھر نہایت تسکین بخش
انداز اور وقار سے وہان کے لوگون کے پاس جاؤ اور تمھین سلام
کرنے مین سبقت کرو اور اس مین بخل کو دخل نہ دو۔ پھر اُن سے کہو کہ
اے بندگان خدا مجکو اُس نے جو ولی خدا اور خلیفہ خدا ہے تمھارے
پاس بھیجا ہے تاکہ تمھارے اموال مین سے خدا کا حق لون لہذا اگر کوئی
رقم زکوٰۃ واجب الادا ہو تو اُس کے ولی کو دیدو۔ تمھاری اس تقریر کے
جواب مین جو شخص یہ کہے کہ نہین اُس سے پھر متعرض نہ ہو اور جو شخص
کہے کہ ہان اُس کے ساتھ جاؤ اور بغیر اسکے کہ تم اُس کو کچھ خوف
دلاؤ یا وصول مین کچھ درشتی کرو یا کوئی زحمت دو جو کچھ وہ شخص
تم کو سونا یا چاندی کی قسم مین سے دے لیلو اور اگر اُس کے پاس
اتنے چارپائے ہون مثل اونٹ وغیرہ کے کہ اُن مین سے بھی
زکوٰۃ نکلے تو تم اُن جانورون کے گلے مین اُن کے مالک سے جس کا
اُن مین بڑا حصہ ہے اجازت لیکر داخل ہو مگر اس انداز سے

دخول المتسلط عليه ولا عنيف به ولا
تنفرن بهيمة ولا تفزعنها ولا تسوءن
صاحبها فيها واصدع المال صدعين
ثم خيره فاذا اختار فلا تعرضن لما
اختاره ثم اصدع الباقي صدعين ثم
خيره فاذا اختار فلا تعرضن لما اختاره
فلا تزال بذلك حتى يبقى ما فيه وفاء
لحق الله في ماله فاقبض حق الله منه
فان استقالك فاقله ثم اخلطهما ثم
اصنع مثل الذي صنعت اولاً حتى
تأخذ حق الله في ماله ولا تأخذن
عوداً ولا هرمة ولا مكسورة ولا
مهلوسة ولا ذات عوار ولا تأمنن
عليها الا من تثق بدينه رافقاً بمال
المسلمين حتى يوصله الى وليهم فيقسمه
بينهم ولا توكل بها الا ناصحاً شفيقاً
اميناً حفيظاً غير معنف ولا مجحف
ولا ملغب ولا متعب ثم احدر الينا
ما اجتمع عندك نصيره حيث امر الله
فاذا اخذها امينك فاوعز اليه ان
لا يحول بين ناقة وبين فصيلها ولا
يمصر لبنها فيضر ذلك بولدها ولا
يجهدنها ركوباً وليعدل بين نا

نہ داخل ہو کہ جسطرح بقصد تسلط کوئی داخل ہوتا ہے اور نہ کسی قسم کی
درشتی تمھارے حرکات و سکنات سے ظاہر ہو۔ نہ کوئی چارپایہ بھڑکنے پائے
نہ کوئی تمھاری حرکت مالک کو ناگوار ہو۔ پھر اُن چارپایوں کے دو حصے
کرو اور مالک کو اختیار دو کہ اُن حصوں میں سے جو حصہ چاہے اپنا لے
پھر جو ایک حصہ رہ جائے اُس کے دو حصے کرو اور اسی طرح اُسوقت
تک کہ بقدر زکوٰۃ رہ جائے دو دو حصوں پر تقسیم کرتے رہو اور اگر
مالک پھر سے تقسیم کرانا چاہے تو بلا مضائقہ پھر اسی طرح حصہ کشی کر دو
اور حصہ زکوٰۃ لے لو۔ بہت بوڑھا ناکارہ یا لنگڑا لولا بیمار یا عیب دار
جانور نہ لو۔ پھر تم اس مال زکوۃ کی نگہداشت ایسے شخص کے سپرد کرو
جس کی دینداری پر بیقین اعتماد ہو اور جو رحمدلی سے مال خدا کی
حفاظت کرنے والا اور شفیق اور امین اور خیرخواہ ہو۔ سخت دل اور
جانوروں کو تھکانے والا اور دُبلا کر دینے والا نہ ہو۔ اور یہ مال جلد
ہمارے پاس روانہ کرو اور لانے والے کو خوب ہدایت کر دو کہ کسی
ناقے سے اُس کے بچے کو نہ چھڑائے اور اتنا دودھ نہ دوہے کہ اُسکے
بچے کو ضرر پہونچے۔ اور باری باری سب پر سواری کی جائے تاکہ ہر
مرکب کو راحت پانے کا موقع ملے۔ اور جس کے پاؤں اور سُم
مجروح ہو گئے ہوں یا چلنا اُس پر دشوار ہو اُس پر سواری میں
تاخیر کی جائے اور مہلت دی جائے۔ اور اُن راہوں پر سفر
کرنا چاہیے جہاں آب و گیاہ وغیرہ برابر ملے ایسی راہوں کو کسی
آسان اور قریب کی راہ کے لیے نہ چھوڑنا چاہیے اور جہاں
تالاب ملیں وہاں جانوروں کو پانی دکھانا چاہیے اور تھوڑی
دیر پانی پینے اور چرنے کے لیے چھوڑ دینا چاہیے۔ تاکہ یہ سب
مال خدا ہم تک صحیح و سالم و فربہ پہونچے۔

صواحبآتها فی ذلك وبنيها ولیوفر على اللاغب ولیستأن بالنقیا والطالع وليورِدها ماتمر به من الغدر ولا يعدل بها عن نبت الارض الى جواد الطرق وليروحها فی الساعات وليمهلها عند النطاف والاعشاب حتى تاتينا باذن الله بدنا منقيات غير متعبات ولا مجهودات لنقسمها على كتاب الله وسنة نبيه صلى الله عليه وآله فان ذلك اعظم لاجرك واقرب لرشدك ان شاء الله۔

اور ہم موافق حکم خدا اور رسولؐ اُس کو تقسیم کردین - اور انشاء اللہ تمھارے لیے بڑے اجر و قرب رشد کا باعث ہو۔

جب ملک شام پر امیر المومنینؑ فوج لیے ہوئے جارہے تھے نواح انبار مین جو زمیندار آپ کے استقبال کے لیے آئے تھے آپ کو دیکھکر گھوڑون پر سے اُتر پڑے اور باظہار مسرت دوڑتے ہوئے ہمراہ رکاب چلے آپ نے اُن سے پوچھا یہ کیا۔ عرض کیا کہ یہ ہمارا دستور ہے کہ اپنے امیرون کی اسی طرح تعظیم کرتے ہین۔ امیر المومنینؑ نے فرمایا۔

والله لا ينتفع بهذا امراؤكم وانكم لتشقون على انفسكم فی دنياكم وتشقون به فی آخرتكم وما اخسر المشقة وراءها العقاب واربح الدعة معها الامان من النار۔

واللہ تمھارے اس زحمت اُٹھانے سے تمھارے امیرون کو کوئی نفع نہین پہونچتا اور تم دنیا مین بھی اس تکلف بیجا سے تکلیف اُٹھاتے ہو اور آخرت مین بھی مبتلائے رنج ہوگے۔ غور تو کرو کہ کیسی نقصان رسان ہے وہ محنت و مشقت جسکے بعد عذاب مین پڑنا ہو اور کیسی کچھ نفع بخش ہے وہ راحت جس کے ساتھ دوزخ سے بھی نجات ہو۔

فرماتے ہین کہ:۔

للمومن ثلاث ساعات فساعة يناجي ربه وساعة يرم معاشه وساعة يخلي بين نفسه وبين لذتها فيما يحل ويجمل۔ وليس للعاقل ان يكون شاخصا الا فی ثلاث مرمة لمعاش او خطوة فی معاد او لذة فی غير محرم۔

مومن اپنے اوقات کو تین حصون مین تقسیم کرتا ہے ایک حصہ اپنے پروردگار کی عبادت و مناجات مین صرف کرتا ہے اور دوسرا حصہ اکتساب و اصلاح معاش مین۔ اور تیسرے حصے مین اپنے نفس کو حلال لذتون سے متمتع ہونے کے لیئے آزاد کردیتا ہے۔

عاصم بن زیاد عبا اوڑھ کے اور دنیا چھوڑ کے بیٹھ رہے تھے اُن کے بھائی نے امیر المومنینؑ سے یہ حال عرض کیا اور چاہا کہ سمجھائیں۔ آپ نے فرمایا بلا لاؤ جب عاصم حاضر ہوئے تو آپ نے اُن سے فرمایا۔

یا عُدَیّ نفسہ لقد استہام بک الخبیث اما رحمت اہلک و ولدک اتری اللہ احل لک الطیبات وھو یکرہ ان تاخذھا انت اھون علی اللہ من ذلک۔

قال یا امیر المومنین ھذا انت فی خشونۃ ملبسک وجشوبۃ ماکلک۔ قال ویحک انی لست کانت ان اللہ فرض علی ائمۃ العدل ان یقدّروا انفسہم بضعفۃ الناس کیلا یتبیّغ بالفقیر فقرہ۔

اے اپنے نفس کے چھوٹے سے دشمن تجکو شیطان نے فریب دینے کے لیے چن لیا ہے۔ کیا تجکو اپنے اہل وعیال پر ترس نہیں آتا کیا تو یہ خیال کرتا ہے کہ خدا نے جو پاکیزہ چیزیں تیرے لیے حلال کی ہیں خدا یہ بھی چاہتا ہے کہ تو اُن چیزوں کو ہاتھ نہ لگائے۔ تو خدا کے نزدیک ہرگز اس لائق نہیں ہے کہ مشیت الٰہی تیرے متعلق اسکی مقتضی ہو۔ عاصم نے کہا کہ امیر المومنینؑ پھر آپ یہ موٹا اور کم قیمت لباس کیوں پہنتے ہیں اور جو کی روٹی کیوں کھاتے ہیں امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ تجھپر افسوس ہے اتنا نہیں سمجھتا کہ میں مثل تیرے نہیں ہوں خدا نے ائمۂ عدل پر فرض کیا ہے کہ اپنی معاش کو ضعفا کی معاش کے مساوی رکھیں تاکہ فقیر کا غم وغصہ فقیر کو ہلاک نہ کر ڈالے اور مساکین امام کی حالت کو دیکھکر تسکین حاصل کریں۔ اور اغنیا تقلید امام اختیار کرکے اسراف وفضول خرچی سے باز رہیں۔

صفین سے مراجعت کے وقت بہت سے وصایا امام حسن علیہ السلام کو اثنائے راہ سے لکھکر بھیجے تھے اُن میں ایک یہ بھی وصیت ہے۔

واکرم نفسک عن کل دنیۃ وان ساقتک الی الرغائب فانک لن تعتاض بما تبذل من نفسک عوضاً ولا تکن عبد غیرک وقد جعلک اللہ حرًا۔ وما خیر خیر لا ینال الا بشر ویسر لا ینال الا بعسر۔

اپنے نفس کی عزت کرو اور کسی فعل ذلیل کے مرتکب نہو اگرچہ وہ فعل کیسی ہی کامرانی تک پہونچانے والا کیوں نہو۔ کیونکہ اُس ذلت نفس کا جو اختیار کی جائے ہرگز کوئی کامیابی عوض نہیں دے سکتی۔ اور جبکہ خدا نے تمکو آزاد قرار دیا ہے اپنے غیر کے غلام نہ بنو۔ وہ خیر خیر نہیں ہے جو ارتکاب شر کے ذریعہ سے حاصل ہو اور نہ وہ فلاح فلاح ہے جو فرومایگی وکمینگی سے حاصل کی جائے۔

معاویہ کے ایک نامۂ تہدید آمیز کے جواب مین امیر المومنین تحریر فرماتے ہین۔

ومتی کنتم یا معاویۃ ساسۃ
الرعیۃ وولاۃ امر الامۃ بغیر
قدم سابق ولا شرف باسق و
نعوذ باللہ من لزوم سوابق الشقاء
واحذرک ان تکون متمادیا
فی غرۃ الامنیۃ مختلف العلانیۃ
والسریرۃ۔ وقد دعوت الی
الحرب فدع الناس جانبا واخرج
الیّ واعف الفریقین من القتال
لیعلم اینا المرین علی قلبہ والمغطی
علی بصرہ۔ فانا ابو حسن قاتل
جدک واخیک وخالک شدخا
یوم بدر وذلک السیف
معی وبذلک القلب القی
عدوی ما استبدلت دینا
ولا استحدثت نبیا وانی
لعلی منہاج الذی ترکتموہ
طائعین ودخلتم فیہ مکرہین

معاویہ تم لوگ کب رئیس رعیت اور والی امت تھے۔ نہ تم پہلے اسلام قبول کرنے والون مین ہو اور نہ کوئی شرف ہجرت ونصرت وغیرہ تم کو میسر ہوا ہے بلکہ نعوذ باللہ وہی تمھاری پرانی شقاوتین تمکو چمٹی ہوئی ہین۔ مین تمکو متنبہ کرتا ہون کہ آرزو ہائے دور و دراز اور منافقانہ خصلتون کی کشاکش مین نہ پڑو۔ اور یہ جو تمنے مجھے اعلان جنگ دیا ہے اس کا جواب سنو۔ سب لوگون کو ایک طرف چھوڑ دو اور ہمارے اور اپنے دونون لشکرون کو جنگ سے معاف رکھو۔ آؤ بس تم ہی نکل آؤ اور مجھی سے لڑو تاکہ معلوم ہو جائے کہ ہم دونون مین سے کس کے قلب پر زنگ چڑھا ہوا ہے اور کس کی آنکھون پر پردہ پڑا ہوا ہے۔ تم جانتے ہو کہ مین ابوحسن ہون ایک ہی معرکۂ بدر مین تمھارے نانا عتبہ اور تمھارے مامون ولید بن عتبہ اور تمھارے حقیقی بھائی حنظلہ کو اسطرح قتل کر چکا ہون کہ تلوار ان کے گوشت اور ہڈیون کو کاٹ کر نکل گئی تھی۔ وہی تلوار اب بھی میری کمر مین لگی ہوئی ہے۔ اور اُسی دل سے دشمن سے مقابل ہوتا ہون۔ نہ مین نے اپنا دین بدلا ہے نہ کوئی اپنا نیا نبی بنایا ہے اُسی طریق واضح دین حق پر ہون جس کو تم جب تک تمھارا بس چلا چھوڑے رہے اور ناچار ہو کر اُسمین داخل ہوئے۔

بس ہم اسی قدر اقتباس پر بحکم ضرورت اکتفا کرتے ہین ورنہ حقیقت امر تو یہ ہے کہ پوری کتاب ہی اس جگہ نقل کرنے کے قابل تھی۔

امام حسن علیہ السّلام

امیر المومنین علیؑ کے بعد اُن کے جانشین ہوئے۔ امیر شام معاویہ بن ابی سفیان نے اُن پر لشکر کشی کی۔ امام علیہ السّلام بھی دار الخلافہ کوفہ سے فوج لیکر معاویہ کی طرف روانہ ہوئے اور مدائن سے بارہ ہزار فوج دے کر قیس بن سعد بن عبادہ انصاری کو بطریق مقدمۃ الجیش روانہ کیا۔ قیس نے بڑھکر نواح انبار مین لشکر معاویہ کی پیش قدمی کو روکا۔ سعد بن مسعود ثقفی حضرت علیؑ کے وقت سے حاکم مدائن تھا۔ مختار بن عبید ثقفی اُس کے بھتیجے نے سعد سے کہا کہ دولت و عزت مطلوب ہے تو حسن بن علیؑ کو قید کر کے معاویہ کے حوالہ کر دو۔ سعد نے کہا کہ تجھپر خدا لعنت کرے تو کیسا بُرا آدمی ہے کہ رسول اللہؐ کے نواسے کو قید کرنے کی مجھے رائے دیتا ہے[۵۱]۔ (یہ واقعہ بتاتا ہے کہ معاویہ کی طرف سے اس قسم کی سازشون مین خزانے لٹائے جا رہے تھے)

معاویہ نے قیس بن سعد کو پیام دیا کہ ایک لاکھ درہم وظیفہ لو اور حسنؑ کا ساتھ چھوڑ دو۔ ہمارے پاس چلے آؤ اور یہ وظیفہ بھی پیشگی بھیجدیا لیکن قیس نے نامنظور کیا۔ اور بدستور آمادۂ جنگ اپنی جگہ قائم رہا اور کہلا بھیجا کہ کیا تم مجھے فریب سے بے دین بنانا چاہتے ہو۔ معاویہ نے قیس سے مایوس ہو کر فریب کا دوسرا رنگ اختیار کیا کہ خفیہ عیار لوگون کو بھیجکر مدائن مین امام حسنؑ کے لشکر مین یہ خبر شائع کرائی کہ قیس معاویہ سے ملگیا ہے اور قیس کے لشکر مین یہ خبر اُڑائی کہ معاویہ سے امام حسنؑ نے صلح کر لی۔ اور انھین فریب کاریون کے سلسلے مین مغیرہ بن شعبہ اور عبد اللہ بن عامر بن کریز اور عبد الرحمن بن ام الحکم کو مدائن مین بطور سفارت امام حسنؑ کے پاس بھیجا۔ یہ لوگ جب امام حسنؑ سے مل کر اُن کے خیمہ سے نکلے تو اُن کے لشکر کے اندر سے ہو کر چلے اور اس طرح کہ اہل لشکر سنین آپس مین یہ باتین کرتے جاتے تھے کہ خوب ہوا خدا نے فرزند رسول اللہؐ کے طفیل مین خونریزی سے محفوظ رکھا مسلمانون کی جانین بچ گئین۔ جنگ و جدال کا خاتمہ

---

[۵۱] تاریخ کامل ابن اثیر۔

ہوگیا۔ امام حسنؑ نے صلح کرلی۔ ان فقروں سے سارے لشکر میں کھلبلی پڑ گئی اور بہت سے جاہلوں کو یوں جب چاہتے صلح کرلینے پر ایسا غصہ آیا کہ اُسی فوری جوش غضب میں امام حسنؑ کے خیمہ پر ٹوٹ پڑے اور اثاثہ کو لوٹ لیا۔ یہ ہنگامہ دیکھکر امام علیہ السّلام خیمہ گاہ سے قصر مدائن کی طرف تشریف لے چلے راہ میں کمینگاہ سے نکل کر جراح بن سنان اسدی نے اُن پر حملہ کیا۔ امام حسن علیہ السّلام کی ران پر زخم کاری لگا اور شدت سے خون بہا۔ امام حسنؑ نے قصر مدائن میں قیام فرما کر علاج زخم کیا مگر علالت نے طول پکڑا۔ لشکر میں بھی پراگندگی اور افتراق کو ترقی ہوتی گئی۔ کیونکہ حریف کی سازشوں اور چالاکیوں کا برابر اثر پڑتا رہا۔ جب امام حسنؑ نے یہ خرابیاں مشاہدہ فرمائیں کہ فوجی قوت منتشر ہوگئی ساتھیوں نے رفاقت چھوڑ دی تو سوا صلح کے چارہ کار نظر نہ آیا۔[۵]

امام حسن علیہ السّلام نے بمزید احتیاط قبل قرارداد صلح لوگوں کو جمع کرکے فرمایا کہ بخدا کسی شک یا کسی ندامت کی وجہ سے اہل شام سے ہم برسر صلح نہیں ہیں بلکہ ہم دیکھتے ہیں کہ پہلے جو تم میں اتفاق تھا اور جو ثبات تھا وہ باقی نہیں اور بجائے اتفاق کے اب تم میں اختلاف پڑا ہے اور بجائے ثبات کے تم مبتلائے بے صبری ہو جب تم لوگ صفین میں اہل شام سے لڑنے گئے ہو تو اپنے دین کو اپنی دنیا پر مقدم کیے ہوئے تھے۔ اور آج تمھارے نزدیک دنیا دین پر مقدم ہے۔ تم بدل گئے مگر ہم نہیں بدلے۔ تمھارے ساتھ ہماری وہی حالت ہے جو پہلے تھی اگرچہ تمھاری ہمارے ساتھ وہ حالت نہیں جو پہلے تھی۔ تم میں کچھ لوگ صفین کے کشتوں کے سوگوار ہیں اور کچھ نہروان کے مقتولوں کا انتقام لینے کی فکر میں اور کچھ عین وقت پر ہمارا ساتھ چھوڑ دینے کی تاک میں خیر اس حالت میں بھی معاویہ کو صلح منظور ہے۔ مگر یہ تم جانتے ہی ہو کہ اس صلح میں نہ کچھ عزت ہے نہ انصاف۔ اگر تم مرنے سے ڈرو تو ہم پیام صلح کو رد کردیں۔ اور تلوار سے فیصلہ کریں۔ اور اگر زندگی پر مرتے ہو تو خیر ہم صلح کو منظور کرلیں اور تمھارے لیے امن و آسائش کا عہد و پیمان لے لیں۔ یہ تقریر امام علیہ السّلام کی سُنکر حاضرین نے ہر طرف سے کہنا شروع

---

[۵] تاریخ یعقوبی۔

کیا کہ بس اب جو باقی ہین اُن کو بچایئے۔ چنانچہ امام حسنؑ نے صلح کو منظور کر لیا۔[51]

معاہدۂ صلح تحریر ہوا۔ اہم شرائط صلح یہ تھے کہ معاویہ صرف اپنے حین حیات حکمران رہین اُن کے بعد امام حسنؑ پھر فرمانروا ہون۔ اُن لڑائیون کے متعلق جو حضرت علیؑ کے عہد مین ہوئین اہل حجاز و عراق وغیرہ مین سے کسی سے کسی مواخذہ کا حق معاویہ کو حاصل نہ ہوگا اور خصوصیت کے ساتھ قیس بن سعد بن عبادہ انصاری اور اُن کے ساتھیون کا ذکر اس شرط مین کیا گیا کہ وہ ہر قسم کے تعرض و مواخذہ سے محفوظ رہین گے[52] تاریخ کبیر طبری مین بھی واقعۂ مخالفت بُسر و ابوبکرہ برادر زیاد کے سلسلے مین مذکور ہے کہ وقد صالح الحسن معاویۃ علی امان اصحاب علی حیث کانوا۔ اور ایک روایت مین یہ بھی مذکور ہے کہ قیس بن سعد بن عبادہ نے بھی اسی شرط پر معاویہ سے بیعت کی تھی کہ شیعیان علیؑ سے اُن خونریزیون کے متعلق جو جنگ صفین وغیرہ مین ہوئی ہین کوئی مواخذہ نہ ہوگا۔

امام حسنؑ نے جب قیس بن سعد کو اپنے طور پر اس صلح کی اطلاع دی اور واپس طلب کیا تو قیس نے اپنے لشکر کو جمع کر کے کہا کہ تم لوگ جنگ کو بغیر امام کے اختیار کرتے ہو یا صلح کو پسند کرتے ہو۔ سب نے جنگ سے انکار اور صلح کو اختیار کیا۔[53]

بعد تحریر صلحنامہ امام حسنؑ اور معاویہ ساتھ ساتھ داخل کوفہ ہوئے۔ عمرو بن العاص کی تحریک و اصرار سے معاویہ نے اُن سے کہا کہ اس صلح سے برسر منبر اہل کوفہ کو مطلع کر دیجیے۔ چنانچہ امام حسن علیہ السّلام نے مجمع اہل کوفہ مین بطریق خطبہ بعد حمد و نعت ارشاد فرمایا کہ ایہا الناس اول مین ہمارے جد امجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ کے سبب سے خدائے عزوجل نے تمکو ہدایت کی اور تمکو ایمان و اسلام نصیب ہوا اور اب آخر مین میرے سبب سے تمھاری جانین بچین۔ خوب سمجھ لو کہ سب سے زیادہ عقلمند وہ ہے جو خدا سے ڈرے اور پرہیزگار ہو۔ اور سب سے زیادہ ذلیل و خوار وہ ہے جو بدکردار و فاجر ہو۔ اب رہا یہ امر جو ہمارے اور معاویہ کے درمیان مین مختلف فیہ

---

[51] اسد الغابہ ابن اثیر مطبوعہ مصر [52] استیعاب ابن عبدالبر۔ [53] الاخبار الطوال و ابن خلدون۔

ہے۔ اس کی یہ دو صورتین ہین یا تو یہ کہ معاویہ مجھ سے زیادہ مستحق خلافت ہین یا یہ کہ خلافت میرا حق ہے اور مین امت محمدیہ کے اصلاح حال اور تمھاری جانین بچانے کے لیے خالصًا لوجہ اللہ حکومت سے دستکش ہو گیا۔ پھر امام علیہ السّلام معاویہ کی طرف مخاطب ہوئے اور یہ آیت پڑھی ان ادری لعلہ فتنۃ لکم ومتاع الی حین۔ اور مین نہین جانتا شاید وہ تمھاری آزمائش اور ایک وقت تک کام چلاتا ہے۔ یہ سنکر امیر معاویہ نے فورًا کہا کہ بس ختم کیجیے۔ منبر سے اتر آئیے۔ بعد ازین عمرو بن العاص کو سرزنش کی کہ کیون تم یہی تفضیح چاہتے تھے[۱]

سب سے اول حجر بن عدی بعد صلح امام حسن علیہ السلام سے ملاقی ہوئے اور عرض کیا کہ کاش اس صلح سے پہلے مجھے موت آگئی ہوتی۔ آپ نے ہمکو عادل حکومت سے محروم کر کے ظالم حکومت کے ہاتھ مین دیدیا۔ اب حق کو چھوڑ کر ہمکو باطل مین داخل ہونا پڑا اور ہم ذلیل و خوار ہوئے۔ امام حسنؑ پر یہ کلام بہت شاق ہوا اور فرمایا کہ جب مین نے تم مین سے اکثر کو صلح کی طرف مائل اور جنگ سے گریز کرتے ہوئے دیکھا تو اسے پسند نہ کیا کہ بجبر و اکراہ تم سے کام لون لامحالہ اپنے شیعونکو بچانے کے لیے چند روز جنگ کو ملتوی کر دیا اور صلح کر لی۔ دیکھو خدا اس کے بعد کیا کرتا ہے حجر بن عدی وہان سے اُٹھ کر اور عبیدہ بن عمرو کو ساتھ لیکر امام حسینؑ کی خدمت مین حاضر ہوئے اور وہان بھی وہی درد دل بیان کیا اور کہا کہ آپ ہی اہل کوفہ مین سے اپنے شیعون کو جمع کر کے جنگ کیجیے اور ہم دونون کو مقدمہ لشکر پر مامور فرمائیے ہم ابھی پسر ہند کو تلوارون کی باڑھون پر رکھ لین گے۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ معاہدہ صلح ہو چکا اور اب ہم ہرگز عہد شکنی نہ کرین گے۔ علی بن محمد بن بشیر ہمدانی کا بیان ہے کہ مین اور سفیان بن ابی لیلی بعد صلح امام حسنؑ سے ملے۔ اُس وقت اُن کے پاس مسیب بن نجبہ اور عبد اللہ بن وداک تمیمی اور سراج بن مالک خثعمی بیٹھے ہوئے تھے مین نے کہا السّلام علیک یا مذل المومنین۔ امام حسنؑ نے کہا وعلیک السّلام پھر فرمایا آؤ بیٹھو

---

[۱] اسد الغابہ۔

مین مومنون کو ذلیل کرنے والا نہین ہون بلکہ اُن کو عزت دینے والا ہون۔ جب مین نے دیکھا کہ جو میرے ساتھ ہین وہ جنگ سے جی چُراتے ہین تو صلح کر لی تاکہ تم کو قتل ہونے سے بچاؤن۔ جب ساتھیون کی یہ حالت ہو تو پہاڑون اور درختون کو بھی ساتھ لیکر اگر مین معاویہ کی طرف بڑھتا تو یہی شدنی تھا۔ علی بن محمد ہمدانی اور سفیان وہان سے اُٹھکر امام حسینؑ سے ملے اور یہ سب ماجرا بیان کیا امام حسینؑ نے فرمایا کہ ابو محمد (یعنی امام حسنؑ) نے جو ارشاد کیا سچ ہے تم لوگون کو چاہیے کہ تا حیات معاویہ اپنے اپنے گھرون مین گوشہ گیر رہیں[۱]۔

بعد صلح امام حسنؑ اپنے اہل بیت اور نوکرون اور غلامون کو ساتھ لیکر مدینہ منورہ مین چلے آئے۔ اور اہل کوفہ نے رو رو کر انھین وداع کیا[۲]۔ امیر معاویہ نے ممالک اسلامیہ پر فرمانروا ہو کر جہان تک ممکن ہوا بنی ہاشم کے خلاف عمل کیا کیونکہ فنائے بنی ہاشم کے بعد ہی بقائے سلطنت بنی امیہ کی امید کی جاسکتی تھی۔ امیر معاویہ کو اپنے مقاصد کے حاصل کرنے مین مغیرہ و ابن العاص و زیاد وغیرہ سیاسی نامورون سے بہت مدد ملی۔ اور سب سے آخر یہ کارروائی مغیرہ کی کہ انھون نے یزید کی ولیعہدی مین کافی سعی کی نہایت قابل قدر سمجھی گئی۔

حضرت علیؑ کی وفات کے دوسرے دن کہ سات روز ماہ رمضان سنہ ۴۰ھ باقی تھے امام حسنؑ کے ہاتھ پر بیعت کی گئی تھی۔ اور ربیع الاول سنہ ۴۱ھ مین معاویہ سے صلح ہوئی اور ربیع الاول سنہ ۴۹ھ مین مسموم ہو کر چھیالیس برس کی عمر مین آپ نے وفات پائی اور مدینہ مین بقیع الغرقد مین مدفون ہوئے[۳]۔ جعدہ بنت اشعث بن قیس کندی نے بسازش معاویہ آپ کو زہر دیا[۴]۔ دہا یئہ یہی روایت صحیح ہے۔ یہ جو روایت ہے کہ یزید بن معاویہ کی سازش سے زہر دیا گیا صحیح نہین ہے۔ معاہدہ صلح مین شرط تھی کہ معاویہ حین حیات حکمران رہین گے اور ان بعد امام حسنؑ پھر فرمانروا ہون گے اس حالت مین اگر امام حسنؑ کو زہر نہ دیا جاتا تو یزید کی ولیعہدی کی کون سبیل تھی چنانچہ استیعاب

---

۱ الاخبار الطوال۔ ۲ ابن خلدون ۳ کتاب الاشراف مسعودی ۴ استیعاب و مروج الذہب

مین صاف صاف منقول ہے کہ وکان معاویۃ قد استکریا لبیعۃ الی یزید فی حیاۃ الحسنؑ وعرض بہا ولکنہ لم یکشفہا ولا عزم علیہا الا بعد موت الحسن۔ الاخبار الطوال مین ہے کہ وفات امام حسنؑ کے وقت عبداللہ بن عباس دمشق مین تھے امیر معاویہ نے شماتت آمیز الفاظ تعزیۃً اُن سے کہے اس پر برہم ہوکر ابن عباس نے فرمایا یہ شماتت کیسی تم بھی زیادہ نہ جیوگے۔

عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب تالیف جمال الدین احمد بن علی الحسینی المتوفی ۸۲۸ھ مین ہے کہ امام حسنؑ کے بارہ بیٹے اور پانچ بیٹیان تھین۔ زید حسن مثنیٰ حسین اثرم عمر یہ چار بیٹے صاحب اولاد ہوئے مگر حسین اثرم و عمر کی اولاد کا سلسلہ جلد منقرض ہوگیا۔ اور نسل زید و حسن مثنیٰ باقی رہی۔

امام حسینؑ کے چار بیٹے تھے علی اکبر یعنی امام زین العابدین۔ علی اصغر جو علی اکبر مشہور ہین اور معرکہ کربلا مین اہل بیت مین سب سے اول شہید ہوئے۔ عبداللہ جو طفل شیرخوار تھے اور آغوش امام حسینؑ مین کربلا مین شہید ہوئے۔ جعفر جو قبل معرکہ کربلا وفات پاچکے تھے۔ ان کے سوا امام حسین علیہ السلام کی دو بیٹیان تھین فاطمہ و سکینہ۔

ابن سعد اور طبری کی روایتون سے پایا جاتا ہے کہ امام زین العابدین کا نام علی اصغرؑ تھا مگر ہمارے نزدیک وہی صحیح ہے کہ امام زین العابدین کا نام علی اکبر تھا۔

امام حسین علیہ السلام

امام حسن علیہ السلام کے بعد اُن کے وصی و جانشین ہوئے۔ الاخبار الطوال مین ہے کہ وفات امام حسنؑ کی خبر جب اہل کوفہ کو پہونچی تو وہان کے بڑے بڑے شیوخ نے تعزیت مین امام حسینؑ کو عریضے لکھے اور جعدہ بن ہبیرہ بن ابی وہب جو اخلاص مین سب سے زیادہ ممتاز تھے اُنھون نے یہ عریضہ لکھا۔ کہ یہان جو آپ کے شیعہ ہین وہ آپ کی طرف دیکھ رہے ہین۔ اور کسی کو آپ کے برابر نہین سمجھتے۔ یہ لوگ رفع جنگ کی نسبت آپ کے بھائی حسنؑ کی رائے معلوم کرچکے تھے اور آپ کے نسبت ان کا خیال ہے

کہ آپ اپنے دوستون کے لیے نرم اور دشمنون کے حق مین سخت اور خدا کے کام مین بہت استوار ہین۔ اگر آپ حکومت چاہین تو تشریف لائین ہم لوگ آپ کے ساتھ جانین دینے پر آمادہ ہین۔ امام حسینؑ نے اس کے جواب مین لکھا کہ میرے بھائی نے جو طرز عمل اختیار کیا وہ راست کرداری مین خدا کی جانب سے توفیق پائے ہوئے تھے۔ آج میری رائے بھی مقتضی جنگ نہین ہے۔ خدا تم پر رحم فرمائے اُس وقت تک کہ معاویہ زندہ ہین زمین سے چمٹے رہو اور اپنے گھرون مین چھپے رہو اور تہمتون سے بچتے رہو۔ اگر خدا نے معاویہ کے بعد مجھے زندہ رکھا تو اُسوقت مین اپنی رائے سے تمکو مطلع کرونگا۔

پھر با ہو ران اصحاب علی علیہ السلام مین سے حجر بن عدی کو مع اُن کے رفقا کے جب امیر معاویہ نے گرفتار کرکے قتل کیا تو اہل کوفہ بہت گھبرائے اور چند لوگ اشراف کوفہ مین سے امام حسینؑ کی خدمت مین حاضر ہوئے اور یہ واقعہ بیان کیا۔ امام علیہ السلام کو نہایت شاق ہوا۔ یہ اشراف کوفہ مقیم مدینہ رہے اور اکثر خدمت امامؑ مین حاضر ہوتے تھے۔ مروان نے یہ خبرین امیر معاویہ کو پہونچائین۔ امیر معاویہ نے مروان کو لکھا کہ حسینؑ سے کچھ تعرض نہ کرنا وہ عہد شکن نہین ہین۔ اور اسی کے ساتھ امام حسینؑ کو لکھا کہ تمھارے متعلق کچھ ایسی خبرین مجھے پہونچی ہین جو تمھارے شایان شان نہین ہین۔ جو شخص بیعت مین ہاتھ پر ہاتھ مار چکا ہے اُس کو وفائے عہد لازم ہے۔ اور اگر تم میری مخالفت کروگے تو مین بھی تمھاری مخالفت کرون گا۔ امام حسینؑ نے جواب مین لکھ بھیجا کہ تم سے جنگ و مخالفت کا ہمارا ارادہ نہین ہے۔

المختصر ان واقعات سے ثابت ہوا کہ اگرچہ امیر معاویہ نے خلاف معاہدہ اصحاب علیؑ کو قتل کیا۔ امام حسنؑ کو زہر دلایا۔ یزید کو ولیعہد بنایا مگر امام حسینؑ معاہدہ صلح پر بدستور قائم رہے اور کسی کو کوئی موقع اعتراض نہ دیا۔

افسوس کہ امام حسینؑ کے اس طرز عمل سے امیر معاویہ نے کوئی بھی مفید سبق نہ لیا اور وہ ہمیشہ نقض عہد و مخالفت اہل بیت ہی کی فکر مین رہے۔ حتیٰ کہ مرتے دم تک بھی ان تدبیرون سے دستکش نہ ہوئے۔

تاریخ کبیر ابن جریر طبری اور الاخبار الطوال اور کامل ابن اثیر مین ہے کہ امیر معاویہ جبکہ مرض الموت مین مبتلا تھے اُس حالت مین بھی اپنے ولیعہد یزید کو مدبرانہ وصیتون کے سلسلے مین خاص طور پر امام حسینؑ اور عبداللہ بن زبیر کی طرف سے خوف دلایا اور کہا کہ اہل عراق حسینؑ کو بغیر برانگیختہ کیے باز نہ آئین گے۔ چنانچہ جب سنہ ۶۰ھ مین یزید تخت نشین ہوا تو اُس کے نزدیک اس سے زیادہ کوئی مہم قابل توجہ نہ تھی کہ امام حسینؑ وعبداللہ بن زبیر کی جانب سے اطمینان حاصل کرے۔ یزید نے حاکم مدینہ ولید بن عقبہ کو فوراً فرمان بھیجا کہ حسینؑ وعبداللہ بن زبیر وعبداللہ بن عمر سے شدید مواخذہ ہماری بیعت لینے مین کرو اور مہلت نہ دو۔ ولید نے موافق حکم کارروائی شروع کی۔ امام حسینؑ مدینہ چھوڑکر مکہ مین پناہ گزین ہوگئے۔ یزید نے یہان بھی انتظام کے لیے بجائے یحیی بن حکیم کے عمرو بن سعید بن العاص کو حاکم مقرر کرکے بھیجدیا۔ ادھر یہ ہورہا تھا ادھر روسائے کوفہ کے بہت سے نامے امام حسینؑ کے پاس پہونچے کہ ہمکو ظلم بنی امیہ سے نجات دلانے اور ہدایت کرنے کے لیے تشریف لائیے۔ ہم نصرت کو حاضر ہین اور یہی وقت ہے۔ امام حسینؑ نے اپنے ابن عم مسلم بن عقیل کو بھیجا کہ احوال کوفہ مشاہدہ کرکے مطلع کرین۔ لیکن پھر بغیر انتظار اطلاع مسلم عین ایام حج مین قبل ادائے حج امام علیہ السلام کوفہ کی جانب روانہ ہوگئے۔ راہ مین فرزوق نے اس تعجیل کا سبب پوچھا آپ نے فرمایا کہ اگر نکل نہ آتا تو ماخوذ ہوجاتا۔ جب امام علیہ السلام منزل بطن العقیق مین پہونچے تو قبیلہ بنی عکرمہ مین سے ایک شخص ملا اور اُس نے خبر دی کہ ابن زیاد حاکم کوفہ نے قادسیہ سے لیکر عذیب تک آپ کی کمین مین سوارون کے رسالے بھر دیئے ہین اب آپ کو سوا برچھیون اور تلوارون پر چلنے کے اور کوئی راہ نہین ہے۔ پھر ایک اعرابی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ واقصہ سے لیکر اُدھر شام تک اور بصرہ تک راہین سب بند کردی گئی ہین کوئی جانے آنے نہین پاتا اور کسی کو کچھ خبر نہین ہے کہ یہ انتظام کیون کیا گیا ہے۔

سرجون رومی مسیحی امیر معاویہ کا دبیر تھا یزید نے امام حسینؑ اور انتظام عراق کے متعلق جب اُس سے مشورہ لیا تو اُس نے امیر معاویہ کی ایک تجویز تحریری پیش کی

اُن کے انصار جمع ہو جائین اور ابن زیاد وغیرہ آگاہ تھے کہ اہل عراق پر جو اتفاق وقت سے یہ ایک فوری دہشت سلطنت کی طرف سے چھا گئی ہے یہ دیرپا نہین ہے جیسا کہ واقعات مابعد سے ثابت ہوا۔ لہذا وقت فرصت کو غنیمت سمجھا اور حیرت انگیز مغالطون مین لوگون کو ڈال کر اپنا کام بنا لیا۔ لیکن اس جلدبازی کا انجام یہ ہوا کہ آج تک شیرازہ جمعیت اہل اسلام درست نہ ہوا۔ کاش وہ منحوس سلطنت بنی امیہ اس جہالت و ضلالت سے دستکش رہتی اور مسلمان اس بلائے تفرقہ مین مبتلا نہوتے۔

وجاہت خاندان رسالت کے ثبوت کے لیے ہمارے نزدیک عقلا کیواسطے ایک یہی واقعہ کافی ہے کہ دنیا پرست سنگدل عمر بن سعد بھی اُس حالت مین کہ اپنی غدار سپاہ کو امام حسینؑ سے لڑا رہا تھا اپنی شامت اعمال پر ایک مرتبہ اس طرح بیساختہ رو دیا کہ رخسارون اور ڈاڑھی پر آنسو بہہ آئے[۱]۔

یزید شروع ہی سے ایک رند میخوار و بدکردار تھا بعد شہادت امام حسینؑ اور بھی مطلق العنان ہو گیا۔ اہل حجاز نے اُسکی بیباکی و بے دینی مشاہدہ کر کے اُس کی حکومت سے نفرت و بیزاری ظاہر کی۔ اس وقت کے انتظام کے لیے بھی امیر معاویہ نے مسلم بن عقبہ کو نامزد کر دیا تھا[۲] چنانچہ یزید نے اُسی کو حرمین شریفین کے تباہ کرنے کے لیے فوج دے کر بھیجا۔ اُس نے ہنگامہ قتل و غارت گرم کر کے اول مدینہ کو تاخت و تاراج کیا اور ناگفتہ بہ ظلم و ستم کیے۔ بنی ہاشم مین سے بھی عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب اور جعفر بن محمد بن علی بن ابی طالبؑ اور فضل بن عباس بن ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب اور حمزہ بن عبداللہ بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب اور عباس بن عتبہ بن ابی لہب بن عبدالمطلب قتل ہوئے۔ پھر سفاک ابن عقبہ مکہ معظمہ کی طرف فوج لیکر چلا۔ راہ مین جب مبتلائے مرض الموت ہوا تو حصین بن نمیر کو اپنا قائم مقام مقرر کر کے مر گیا۔ ابن عقبہ کی شقاوت کی یہ حالت تھی کہ تاریخ کبیر طبری مین ہے کہ مرتے وقت اُس نے کہا کہ اللھم انی لم اعمل عملاً قط بعد شہادۃ ان لا الٰہ الا اللہ و ان محمداً عبدہ و رسولہ احب الی من قتلی اہل المدینۃ

---

[۱] طبری۔ [۲] الفخری۔ وخلاصۃ الوفا سمہودی مطبوعہ مصر۔

ولا ارجی عندی فی الآخرۃ۔ خدایا مسلمان ہونے کے بعد قتل اہل مدینہ سے زیادہ پسندیدہ کوئی عمل مجھ سے وقوع مین نہین آیا اور اسی عمل کی جزا مین مجھے آخرت مین امید نجات ہے۔ المختصر فوج یزید بیت اللہ پر حملہ آور ہوئی اور منجنیق سے حریم کعبہ مین آگ برسائی گئی یہی ہو رہا تھا کہ ماہ صفر ۶۴ھ مین یزید مرگیا اور مہم ناتمام چھوڑکر فوج یزید ملک شام کو واپس گئی۔

یزید کے بعد اُس کا بیٹا معاویہ بن یزید تخت پر بٹھایا گیا مگر اُس نے سر دربار اپنے باپ اور دادا کی بداعمالیان اور امیر المومنینؑ کے فضائل بیان کرکے تخت و تاج کو ترک کردیا۔ اور خانہ نشین ہوگیا۔ اور چالیس دن کے بعد ۲۳ برس کی عمر مین مرگیا۔ اب بنی امیہ نے پیر فرتوت مروان بن الحکم کو خلیفہ بنایا۔ مروان نو مہینے سلطنت کرکے ۶۵ھ مین فوت ہوا اور اُس کی نسل مین ۱۳۲ھ تک سلطنت رہی۔ اور گیارہ خلیفہ ہوئے مروان بن الحکم بن ابی العاص بن امیہ عبد الملک بن مروان۔ ولید بن عبد الملک سلیمان بن عبد الملک۔ عمر بن عبد العزیز بن مروان۔ یزید بن عبد الملک۔ ہشام بن عبد الملک ولید بن یزید بن عبد الملک۔ یزید بن ولید بن عبد الملک۔ ابراہیم بن ولید بن عبد الملک مروان بن محمد بن مروان بن الحکم۔ جب مروان خلیفہ ہوا اُس وقت حجاز پر عبد اللہ بن زبیر کا قبضہ تھا اور سوء اتفاق سے یہ بھی بنی امیہ کی طرح مخالف بنی ہاشم تھے۔ چنانچہ ابن زبیر نے اپنے ہاتھ پر بیعت لینے کے لیے بنی ہاشم پر بہت ہی تشدد کیا حتیٰ کہ اُن کو پھونک دینے کا سامان کیا مگر کچھ اہل عراق بنی ہاشم کی مدد کو پہونچ گئے اور اُن کی جانین بچ گئین۔ اسی وقت کوفہ مین ایک گروہ نمودار ہوا ان لوگون نے ظاہر کیا کہ ہم سے بڑا قصور ہوا کہ امام حسینؑ کی مدد نہ کی اس خطا کی تلافی یہی ہے کہ اب ہم قاتلان امام حسینؑ سے لڑکر مرجائین۔ سلیمان بن صرد خزاعی ان لوگون کے سرگروہ تھے اولاً سولہ ہزار اس امر پر باہم متفق ہوئے تھے مگر جب سلیمان بقصد جنگ شام کی طرف چلے تو بمشکل تقریباً تین چار ہزار نے اُن کا ساتھ دیا۔ اُدھر سے عبید اللہ بن زیاد تیس ہزار فوج لیے ہوئے عراق کی طرف آرہا تھا کہ بمقام عین الوردہ فریقین مین مقابلہ ہوگیا۔

سخت جنگ ہوئی مگر اہل عراق بہت قتل ہوئے اور شکست کھائی۔

یہ اہل عراق تَوابین یعنی توبہ کرنے والے مشہور ہین اور ان کے دشمن ان کو ترابیین کہتے ہین یعنی ابو تراب کے پیرو۔ بنی امیہ اور اُن کے ہوا خواہ امیر المومنین علیہ السّلام کو اپنے زعم باطل مین بطور تحقیر اسی کنیت سے یاد کیا کرتے تھے۔ حالانکہ امیر المومنینؑ کو اپنی یہی کنیت بہت محبوب تھی کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کنیت سے اُن کو مخاطب فرمایا تھا۔

المختصر توابین کو شکست دینے کے بعد ابن زیاد بڑے جوش و خروش سے فوج کثیر لیے ہوئے آگے بڑھا۔ مگر ادھر مختار بن عبیدہ ثقفی امام حسینؑ کا انتقام لینے کے لیے اہل عراق کو مجتمع کر چکا تھا چنانچہ نواح موصل مین فوج مختار سے جس پر ابراہیم بن مالک اشتر سردار تھا اور ابن زیاد کی افواج قاہرہ سے جنگ ہوئی۔ اہل عراق فتحیاب ہوئے۔ ابن زیاد قتل ہوا۔ اور اُس کا سر امام زین العابدینؑ کی حضور مین بھیجدیا گیا۔ یہ واقعہ ۶۶ھ مین وقوع مین آیا۔ اس وقت اہل عراق بڑے جوش مین بھرے ہوئے تھے اور بنی امیہ سخت پریشان تھے۔ قرین قیاس ہے کہ عراق دولت دمشق کو تباہ کر دیتے مگر غضب ہوا کہ مصعب بن زبیر نے اپنے بھائی عبداللہ بن زبیر کے حکم سے تازہ دم فوج ساتھ لیکر مختار پر حملہ کر دیا اور قاتلان امام حسینؑ بھی جو مختار کے خوف سے بھاگے ہوئے تھے مصعب کے مددگار بن گئے۔ مختار نے بہت کوشش کی مگر دو قوی دشمنون کے بیچ مین پڑ کر برباد ہو گیا۔ شکست کھائی اور قتل ہوا۔ مصعب نے سخت سنگدلی سے چھ ہزار طرفداران بنی ہاشم کو جو طالب امان تھے اسیر کر کے قتل کیا۔ ان مین دو ہزار عرب اور چار ہزار عجم تھے۔ لیکن کہ کردکہ بنیافت اہل عراق پر یہ فتح پانا سلطنت ابن زبیر کی تباہی کا باعث ہو گیا کیونکہ ابن زبیر نے نادانی سے بنی امیہ کو اہل عراق کی مضبوط گرفت سے چھوڑا دیا اور بنی امیہ یکسو ہو کر ابن زبیر پر ٹوٹ پڑے۔ عبدالملک کے سپہ سالار اعظم حجاج بن یوسف ثقفی نے عبداللہ و مصعب کو قتل کر کے حجاز و عراق کو فتح کر لیا۔ اور

ع۵ الاخبار الطوال۔

ہر جگہ بنی امیہ کا سکہ بیٹھ گیا۔

امام زین العابدینؑ

علیؑ بن حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالب ائمہ اثنا عشر علیہم السّلام مین چوتھے امام ہین۔ کربلا مین بیمار تھے اس وجہ سے شہید نہین ہوئے۔ مع اہل حرم اسیر ہوکر دربار یزید بن معاویہ مین پیش کیے گئے۔ پھر جب قید سے چھوٹے اہل بیت کو ساتھ لیے ہوئے مدینہ مین واپس آئے اور یہین ساری عمر عبادت وہدایت مین بسر کی۔

دشمنون کے ساتھ بھی اس حسن سلوک سے پیش آتے تھے کہ بیساختہ اُنکی زبان پر اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ جاری ہوجاتا تھا۔[1]

اب ہم چند روایتین مسلسل طبقات ابن سعد سے اخذ کرکے لکھتے ہین:-

(۱) کچھ لوگ اہل خراسان مین سے امام زین العابدینؑ کی خدمت مین حاضر ہوئے اور شکایت کی کہ حکام وقت ہمپر ظلم کرتے ہین۔ آپ نے فرمایا صبر کرو اور جدال و قتال سے دستکش رہو۔ میرا قول ان ظالمون کی نسبت وہی ہے جو عیسیٰ علیہ السّلام کا قول تھا کہ ان تعذبہم فانہم عبادک وان تغفر لھم فانک انت العزیز الحکیم۔ خدایا ان پر اگر تو عذاب کرے تو یہ تیرے بندے ہین اور اگر ان کو معاف کردے تو تو غالب وحکیم ہے نہ کوئی تجکو روکنے والا ہے نہ تیرا کوئی فعل خلاف حکمت ہے۔

(۲) ابن شہاب زہری سے بھول چوک سے ایک خون ہوگیا۔ زہری اہل و عیال کو چھوڑکر الگ ایک خیمہ مین جا بیٹھے اور کہتے تھے کہ اب کبھی کسی مکان کے اندر قدم نہ رکھون گا۔ امام زین العابدین اُدھر سے گذرے تو فرمایا کہ ابن شہاب مغفرت سے یہ نا امیدی اور یاس اُس گناہ سے زیادہ شدید ہے۔ خدا سے ڈرو اور استغفار کرو اور مقتول کے وارثون کو خونبہا دو اور اپنے گھر مین جاکر رہو۔ چنانچہ زہری نے اس ہدایت پر عمل کیا اور ہمیشہ کہا کرتے کہ سب سے زیادہ مجھپر علی بن حسینؑ کا احسان ہے۔

(۳) نصر بن اوس امام زین العابدینؑ سے ملاقی ہوا تو امام علیہ السّلام نے نام و

---

[1] طبری وطبقات ابن سعد۔

نسب پوچھا نصر نے کہا کہ قبیلہ طی مین سے ہون۔ امام علیہ السلام نے فرمایا خدا تجکو اور تیری قوم کو زندہ وسلامت رکھے کیا ہی اچھی قوم ہے۔ نصر نے پوچھا کہ آپ کا نام کیا ہے۔ بتایا کہ علی بن حسینؑ۔ نصر نے کہا کہ کیا وہ اپنے باپ کے ساتھ کربلا مین قتل نہین ہوئے۔ فرمایا کہ اے فرزند اگر وہ قتل ہو جاتے تو آج تم اُن کو کیونکر دیکھتے۔

(۴) امام زین العابدینؑ فرمایا کرتے تھے کہ اسلامی محبت ہم سے رکھو۔ تم تو ہمیشہ ایسی باتین ہمارے متعلق کرتے ہو جن سے لوگون کے دلون مین ہماری طرف سے بغض وعناد بھر جاتا ہے۔

(۵) جب کوئی سائل آتا تھا تو خود امام زین العابدینؑ اپنے ہاتھ سے اُس کو دیتے تھے اور اپنے ہاتھون کی طرف اشارہ کر کے کہتے تھے کہ صدقہ سائل کے ہاتھ سے پہلے خدا کے ہاتھ مین پڑتا ہے۔

(۶) بعد وفات امام زین العابدینؑ معلوم ہوا کہ وہ مدینہ مین سو گھرون مین مخفی طور پر وجہ معاش پہونچاتے تھے۔

(۷) امام زین العابدینؑ نے فرمایا کہ امر بہ معروف ونہی عن منکر کو ترک کرنیوالا مثل اُس شخص کے ہے کہ جس نے خدا کی کتاب کو پس پشت پھینک دیا ہو اور قانون الٰہی سے سرتابی کی ہو مگر ہان ہر شخص اس حالت مین معذور ہے کہ کسی ظالم کے جبر وتعدی کا خوف ہو کہ اظہار حق مین مبتلائے بلا ہونا پڑے گا۔

(۸) ایک بار منہال خدمت امام زین العابدینؑ مین حاضر ہوئے اور حسب دستور احوال پرسی کی۔ امام علیہ السلام نے اور حاضرین کو بھی آگاہ کرنے کے خیال سے فرمایا کہ ہماری قوم مین ہمارا حال وہ ہے جو فرعون کے عہد حکومت مین اولاد یعقوب علیہ السلام کا حال تھا کہ فرعون کے ارکان دولت بنی اسرائیل کے بچون کو ذبح کرتے تھے اور عورتون کو (اُن پر رونے کے لیے) زندہ چھوڑ دیتے تھے۔ ہمارے سردار (علی بن ابی طالبؑ) کو منبرون پر ناسزا کہہ کر لوگ ہمارے دشمن سے تقرب حاصل کرتے ہین۔ قریش کہتے ہین کہ ہم سب عرب سے افضل ہین اس لیے کہ محمد صلعم ہم مین سے

ہین اور اسی طرح عرب بمقابلہ عجم اپنی فضیلت ظاہر کرتے ہین۔ اگر یہ دونون اپنے دعوون مین سچے ہین تو ثابت ہے کہ ہم بنی ہاشم کو قریش پر فضیلت حاصل ہے اس لیے کہ محمد صلعم ہم مین ہین مگر تم دیکھ رہے ہو کہ کس کس طرح ہمارا حق چھین رہے ہین اور کیسے انجان بنے ہوئے ہین۔

امام زین العابدینؑ سنہ ۳۸ھ مین پیدا ہوئے اور سنہ ۹۵ھ مین وفات پائی [۵۱] آپ کی مادر گرامی شاہ زنان دختر یزدگرد شہریار ایران تھین۔ آپ کی نسل آپ کے چھ بیٹون سے چلی۔ امام محمد باقرؑ۔ عبد اللہؓ۔ زیدؓ۔ عمرؓ۔ حسینؓ اصغر۔ علیؓ اصغر [۵۲]

تاریخ یعقوبی مین ہے کہ عمر بن عبد العزیز نے امام زین العابدینؑ کی خبر وفات سُنکر کہا کہ دنیا کا چراغ گل ہو گیا اور جمال اسلام جاتا رہا۔ اور عابدون کی زینت باقی نہ رہی۔ اس پر حاضرین صحبت نے کہا کہ ابو جعفر محمد باقرؑ انکے یادگار ہین۔

امام محمد باقرؑ

ائمہ اہل بیت اطہار مین پانچوین امام ہین۔ عمدۃ الطالب مین ہے کہ آپ سنہ ۵۷ھ مین پیدا ہوئے اور سنہ ۱۱۴ھ مین وفات پائی اور بقیع مدینہ مین دفن ہوئے۔ آپ کی مادر گرامی ام عبد اللہ بنت امام حسن علیہ السّلام ہین۔ آپ کی نسل صرف آپ کے ایک فرزند ابو عبد اللہؑ جعفر صادقؑ سے چلی۔ (اور یہی آپ کے وصی و جانشین ہوئے) امام جعفر صادقؑ کی والدہ ماجدہ ام فروہ بنت قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق ہین۔ اور ام فروہ کی مان اسمار بنت عبد الرحمٰن بن ابی بکر صدیق۔ آپ سنہ ۸۰ھ مین پیدا ہوئے۔

یعقوبی مین ہے کہ امام محمد باقرؑ نے خلیفہ عمر بن عبد العزیز کو ایک نامہ مشعر پند و نصائح لکھا۔ ابن عبد العزیز نے دفتر شاہی سے وہ نامہ نکلوا کر دیکھا جو خلیفہ سلیمان بن عبد الملک کو امام علیہ السلام نے لکھا تھا اس مین ایک حرف نصیحت نہ تھا بلکہ سلیمان کی تعریف تھی

---

[۵۱] ابن خلکان۔ [۵۲] عمدۃ الطالب فی انساب آل ابیطالب۔

اس پر ابن عبد العزیز نے حاکم مدینہ کو لکھا کہ پوچھو سلیمان کو مادحانہ اور مجکو ناصحانہ کیون نامے لکھے۔ چنانچہ حاکم مدینہ نے امام محمد باقرؑ کو طلب کرکے پوچھا۔ آپ نے فرمایا کہ سلیمان ایک مرد جبار تھا اُس کو مین نے ویسا ہی لکھا جیسا کہ جبارون کو لکھنا چاہیے۔ اور تمھارے صاحب نے اتباع امر دین کا اظہار کیا ہے۔ لہذا مین نے اُس کو اُسی طریقہ کے موافق لکھا۔ حاکم مدینہ نے یہی لکھکر ابن عبد العزیز کے پاس بھیجدیا۔ اس کو پڑھکر ابن عبد العزیز نے کہا کہ خدا نے ان اہل بیت کو کسی حال مین اپنے فضل سے محروم نہین رکھا۔ امام محمد باقرؑ فرماتے تھے کہ اگر مین روز روزہ رکھون اور ہر شب عبادت مین گذارون اور اپنے سارے مال کو خدا کی راہ مین خرچ کردون مگر خدا کے دوستون کے ساتھ مجھے محبت اور خدا کے دشمنون کے ساتھ عداوت نہو تو وہ اعمال مجھے کچھ بھی نفع نہ دین گے۔

طبقات ابن سعد مین امام محمد باقرؑ کے ذکر مین ہے کہ "وہ ثقہ اور کثیر العلم اور کثیر الحدیث تھے مگر اُن سے کسی ایسے راوی نے کوئی روایت نہین کی جو قابل احتجاج واعتبار ہو"

ہمارے نزدیک اس کی وجہ یہی ہے کہ حکومت بنی امیہ خاندان رسالت کے مخالف تھی اور اس وجہ سے ائمہ اہل بیت کے پاس جاتے ہوئے لوگ ڈرتے تھے۔ اسی طبقات ابن سعد مین مذکور ہے کہ جس شب علی بن ابی طالب قتل ہوئے اُس شب عبد اللہ بن عباس بن عبد المطلب کے یہان ایک لڑکا پیدا ہوا اس مولود کا نام انھون نے حضرت علیؑ کی کنیت ونام پر ابو الحسن علی رکھا مگر خلیفہ عبد الملک نے اپنے دور خلافت مین ابو الحسن علی بن عبد اللہ سے کہا کہ خدا کی قسم مین اس کنیت اور نام کے اجتماع کو برداشت نہین کرسکتا یا کنیت بدلو یا نام بدلو۔ چنانچہ علی بن عبد اللہ نے بجائے ابو الحسن اپنی کنیت ابو محمد قرار دی۔

تاریخ کبیر طبری مین ہے کہ ۸۷ھ مین خلیفہ ولید بن عبد الملک نے ہشام بن اسمٰعیل مخزومی کو معزول کرکے اُس کی جگہ عمر بن عبد العزیز کو حاکم مدینہ مقرر کرکے بھیجا۔

ابن عبدالعزیز نے مدینہ مین پہونچکر اوّل یہ انتظام کیا کہ عروہ بن زبیر اور عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ اور ابو بکر بن عبدالرحمن اور ابو بکر بن سلیمان بن ابی خیثمہ اور سلیمان بن یسار اور قاسم بن محمد اور سالم بن عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن عامر بن ربیعہ اور خارجہ بن زید۔ دس فقہائے مدینہ کو بلایا اور اُن سے کہا کہ امر حق مین تم لوگ میری مدد کرکے اجر حاصل کرو اور مین کوئی کام بغیر تمھاری صلاح اور رائے کے نہ کرون گا۔ اگر تم دیکھنا کہ کسی عامل نے کوئی تعدی کی اور کسی پر ظلم کیا تو فوراً مجھے آگاہ کرنا سب نے منظور کیا اور دعائین دیتے ہوئے رخصت ہوئے۔ اس واقعہ مین یہ امور قابل لحاظ ہین کہ عمر بن عبدالعزیز اپنے گھرانے بھر مین نیک بلکہ عدل مین ثانی حضرت عمر فاروق مشہور ہین۔ مگر یہ بھی اس درجہ اہل بیت رسول اللہ سے کشیدہ رہے کہ اس انجمن رفاہ عام مین بھی امام زین العابدینؑ یا امام محمد باقرؑ یا اور کسی بزرگ ہاشمی کو شریک کرنا گوارا نہ کیا۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ دولت بنی امیہ کس حد تک مخالف بنی ہاشم رہی اور کس طرح بنی ہاشم کو بے نام و نشان کرنے کی سعی کی گئی۔

محمد حنفیہؒ

ان کی کنیت ابوالقاسم اور نام محمد بن علی بن ابی طالبؑ ہے ان کی والدہ ماجدہ خولہ بنت جعفر بن قیس بن مسلمہ بن ثعلبہ بن یربوع بن ثعلبہ بن الدوّل بن حنیفہ ہین اور اسی نسبت سے ان کو محمد حنفیہ کہتے ہین۔

علامہ شہرستانی نے ملل و نحل مین لکھا ہے کہ محمد حنفیہ علم کثیر و معرفت دقیق و فکر روشن کے ساتھ اصابت رائے و انجام بینی مین ممتاز تھے اور امیرالمومنین علیؑ نے ان کو آیندہ وقوع مین آنے والے فتنون سے بھی آگاہ کر دیا تھا۔

تاریخ کبیر طبری مین ہے کہ محمد حنفیہ وضو کر رہے تھے اور طشت سامنے رکھا ہوا تھا کہ مکہ سے عراق کی طرف امام حسینؑ کے سفر کرنے کی خبر پہونچی۔ یہ معلوم کرکے وہ اسقدر روئے کہ طشت مین ٹپ ٹپ آنسوؤن کے گرنے کی صدا آتی تھی۔ اس واقعہ سے یہی

اندازہ نہین ہوتا کہ وہ اپنے بھائی سے کس قدر محبت رکھتے تھے بلکہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ کیسے انجام بین اور مستقبل سے باخبر تھے۔

محمد حنفیہ کربلا مین امام حسین کے ساتھ نہ تھے اور حجاز ہی مین رہ گئے تھے۔

قیاس تاریخی ہے کہ ان کو امام علیہ السلام نے مصلحۃً اُسی طرح حجاز مین چھوڑ دیا تھا جسطرح رسول اللہ نے اپنے چچا عباس بن عبدالمطلب کو مکہ مین رہنے دیا اور خود ہجرت فرماکر مدینہ مین چلے آئے۔

مختار بن علیدہ ثقفی کا دعویٰ تھا کہ محمد حنفیہ نے اُس کو انتقام کشی پر مامور کیا ہے۔ چند شیوخ کوفہ اس دعوی کی تصدیق کے لیے محمد حنفیہ کی خدمت مین حاضر ہوئے انھون نے جواب مین کہا کہ مختار کی نسبت کیا پوچھتے ہو مقصود انتقام ہے خدا اپنی مخلوق مین سے جسکو چاہے ہمارے دشمن سے ہمارا انتقام لینے کی توفیق دیدے۔[۱]

جب ۶۷ھ مین مختار ثقفی کو مصعب بن زبیر نے قتل کر کے عراق پر قبضہ کرلیا اور محمد حنفیہ کے رفیق خاص عبداللہ بن عباس نے بھی وفات پائی۔ اور عبداللہ بن زبیر نے اُن سے بیعت لینے کے لیے اُن پر زور ڈالا تو محمد حنفیہ حجاز کو چھوڑ کر ایلہ مین چلے آئے جو حدود شام مین تھا اور سات ہزار اُن کے اصحاب بھی اُن کے ساتھ تھے مگر جب عبدالملک نے اُن حدود مین اُن کا اثر قائم ہوتے ہوئے دیکھا تو پیام بھیجا کہ یا تو مجھ سے بیعت کر دیا میرے ملک سے نکل جاؤ۔ محمد حنفیہ نے جواب مین لکھا کہ بہتر ہے مین نکل جاؤن گا مگر شرط یہ ہے کہ تم میرے ساتھیون کو امان دینے کا عہد مجھ سے کرلو۔ عبدالملک نے عہد کرلیا۔ اس اطمینان کے بعد محمد حنفیہ نے اپنے اصحاب سے کہا کہ خدائے کارساز ہر امر پر حاکم و قادر ہے جو اُس نے چاہا وہ ہوا اور جو نہ چاہا نہ ہوا۔ جو ہونے والا ہے وہ قریب ہے۔ جلدی نکرو۔ بخدا تمھاری اولاد آل محمدؐ کی نصرت و رفاقت مین جہاد کرے گی۔ تم تو مسلمان ہو تم کون پر بھی امر آل محمدؐ مخفی نہین ہے۔ گو ظہور امر آل محمدؐ مین تاخیر ہو مگر یہ ضرور ہے کہ وہی ابتدائی حالت عود کرے گی۔ خدا کا شکر ہے کہ اُس نے تمھاری جانون کو اور تمھارے دین کو بچالیا

---

[۱] تاریخ کبیر طبری و طبقات ابن سعد۔

اب جس کا جی چاہے بامن و عافیت اپنے گھر جائے اور رہے۔ چنانچہ صرف نوسو رفیق اُن کے ساتھ رہ گئے اور باقی چلے گئے۔ محمد حنفیہ ان کو ساتھ لیے ہوئے بہ نیت عمرہ مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جب داخل حرم ہونے لگے تو عبداللہ بن زبیر نے روک دیا محمد حنفیہ نے کہلا بھیجا کہ نہ پہلے تمسے کبھی قصد جنگ تھا نہ اب ہے۔ ہمکو ادائے عمرہ سے متمتع ہو لینے دو پھر ہم چلے جائینگے مگر ابن زبیر نے نہ ماننا تھا نہ مانا۔ مجبوراً محمد حنفیہ اُسی طرح مدینہ مین چلے گئے۔ پھر جب حجاج سے اور ابن زبیر سے جنگ ہوئی اور حجاج ابن زبیر کو قتل کرکے حجاز پر متصرف ہوگیا اور وہان کا انتظام کرنے کے بعد کوفہ و بصرہ کی طرف چلا گیا اُس وقت محمد حنفیہ مکہ مین آئے اور ادائے عمرہ سے سبکبار ہوئے[۵]۔

ایک شخص نے محمد حنفیہ سے شکایت کی کہ ہم آپ حضرات کو آل رسول اللہ سمجھکر آپ سے محبت رکھتے ہین۔ لیکن اس محبت کی وجہ سے حکام وقت ہماری گردنین مارتے ہین اور ہمکو مردود بارگاہ بنایا ہے۔ ہم مبتلائے بلا و مصیبت خانمان برباد آوارہ و سرگردان ہین۔ اب تنگ آکر قصد کرتے ہین کہ کسی جنگل مین جا بیٹھین اور وہین عبادت خدا کرتے کرتے مر رہین اور اگر یہ میسر نہ ہو تو خوارج کے ساتھ مل کر ان ستمگارون سے لڑ بھڑ کر ہلاک ہو جائین۔ کاش ہمپر امر آل محمد پوشیدہ رہتا اور حکومت کو ہمسے خصومت نہوتی۔ محمد حنفیہ نے فرمایا۔ رُہبانیۃ بدعت ہے۔ دنیا کو اس طرح چھوڑ کر جنگل مین جا بیٹھنا خلاف آئین اسلام ہے۔ اور امر آل محمد کا نہان ہونا بھی معلوم۔ کیونکہ آفتاب سے زیادہ ظاہر ہے۔ تم لوگون کے لیے مناسب ہے کہ حکومت موجودہ سے لڑو نہین بلکہ ملے رہو تاکہ تمھارا دین اور تمھاری جانین ظالم حکمرانون کی شر سے محفوظ رہین۔ اور اُس مال سے بھی تم فائدہ اُٹھاؤ جو اُن کے ہاتھ مین ہے اور تم اُس مال کے اُن سے زیادہ مستحق ہو یہ آمیزش تمھارے حق مین مضر نہ ہوگی کیونکہ مدار کار نیت پر ہے۔ دوسری روایت مین ہے کہ ایک جلسہ اصحاب مین محمد حنفیہ نے فرمایا اے مسلمانو۔ خدا کے فضل پر توکل کیے بیٹھے رہو۔ انشاء اللہ اہل حق کا بھی دور آنے والا ہے۔ ہر شخص اُس کے ساتھ ہوگا

---

[۵] طبقات ابن سعد۔

جس کو وہ دوست رکھتا ہے ۔گھبراؤ نہین خود بنی امیہ کے کردار اُن کے حق مین تمہاری تلوارون سے زیادہ کارگر ہین ۔ دور حق تک جو زندہ رہا وہ ہمارے پاس مرتبہ بلند پر ہوگا اور جو دنیا سے اُٹھ جائے گا خدا اُس کو بہتر اور باقی رہنے والی نعمتین عطا فرمائے گا ۔جو بھی ہمکو دوست رکھے گا خدا اُس کو نفع پہونچائے گا اگرچہ وہ شخص دیلم یعنی شمالی کوہستان ایران کا رہنے والا کیون نہ ہو[۵۱]۔ چونکہ شہادت امام حسینؑ کی وجہ سے اہل اسلام مین غیر معمولی ہلچل پڑ گئی تھی اور بنی امیہ کی طرف سے دلون مین سخت نفرت پیدا ہوگئی تھی اور بجز جہلاء اہل شام کے کوئی اُن کا رفیق نہ رہا تھا اس لیے عبدالملک نے کوئی نمایان تعرض بنی ہاشم سے نہین کیا اور زخم تازہ پر نمک چھڑکنا خلاف مصلحت سمجھا اپنے سفاک سپہ سالار حجاج کو تاکید پر تاکید کی کہ محمد بن حنفیہ سے نہ چھیڑنا[۵۲]۔ بلکہ ایک مرتبہ مصلحتہً حجاج کو یہ بھی لکھدیا کہ دیکھنا بنی ہاشم کے خون سے مجھے بچائے رہنا ان کی خونریزی سے بنی بنائی سلطنت معاویہ کی تباہ ہو چکی ہے[۵۳]۔ مگر ارباب تدبر و تدبیر جانتے ہین کہ یہ سب نمائشی کارروائی ابن زبیر وغیرہ کے لیے یکسوئی حاصل کرنے کے خیال سے تھی ورنہ بنی امیہ اپنا ثبات اسی مین سمجھتے تھے کہ بنی ہاشم کو مٹائین ۔چنانچہ جب ابن زبیر وغیرہ کی طرف سے اطمینان ہوگیا تو پھر بدستور سابق خاندان رسالت اور اُن کے رفیقون کو اماج ظلم و ستم بنایا۔

محمد حنفیہ نے محرم ۸۱ھ مین پینسٹھ برس کی عمر مین وفات پائی اور بقیع مدینہ مین مدفون ہوئے[۵۴]۔ ان کے چوبیس اولاد ہوئین ازانجملہ چودہ بیٹے تھے ۔ان کی نسل مصر و بلاد عجم مین پھیلی[۵۵]۔

تبصرہ

کربلا مین اٹھارہ بنی ہاشم امام حسینؑ اور اُن کے بھائیون اور بھتیجون اور

---

۵۱ یہ سب روایتیں طبقات ابن سعد سے ماخوذ ہین ۔ ۵۲ طبقات ابن سعد ۔ ۵۳ یعقوبی ۵۴ طبقات ابن سعد ۔ ۵۵ عمدۃ الطالب فی انساب آل ابیطالب

بھائیوں کو قتل کرنے کے بعد بنی امیہ مطمئن ہوگئے کہ اب سوا ہمارے کوئی دعویدار سلطنت باقی نہ رہا اور عموماً لوگوں کو بھی یہ خیال ہوا کہ خاندان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا نام عنقریب صفحۂ دنیا سے مٹ جائے گا مگر قضا و قدر نے اُس اطمینان اور اس خیال کو بہت جلد مٹا دیا اور انقلاب ایام سے یہ صورت ظاہر ہوئی۔ کہ سواد شام کے کور باطنوں کے سوا جو شروع ہی سے بنی امیہ کے فریب دولت کے طلسم مین پڑ گئے تھے حجاز و عراق و عجم کے اہل نظر و باخبر مسلمانوں نے کربلا کے عبرتناک منظر کو تامل دیکھا اور علل و اسباب و واقعات ماضی و حال پر غور کرتے کرتے وہ اس یقینی نتیجہ تک پہونچ گئے کہ بنی امیہ کے اظہار دینداری کی علت محض دنیا طلبی ہے۔ لیکن چونکہ بخت و اتفاق سے عنان حکومت بنی امیہ کے قبضۂ اقتدار مین تھی اور عوام الناس کا گروہ کثیر و سواد اعظم اُسی کے ساتھ ہوتا ہے جو دولت و حکومت رکھتا ہے اس لیے عام طور سے جرأت اظہار حق کی نہ ہوئی لیکن ان مین سے ایک خاص جماعت کے ذہن مین یہ تدبیر آئی کہ اُنھون نے حصول کامیابی کے لیے تدریجی سلسلہ سعی قائم کیا۔ اور اطراف ممالک مین پھیل کر بنی امیہ کے افعال قبیحہ مسلمانوں کے گوش گذار کرنا شروع کیے اور بیخبروں اور ظاہر بینوں کو حقیقت امر سے آگاہ کرنے مین جد و جہد کرنے لگے۔ اور امیر المومنین علیؑ کی دیندارانہ حکومت کی مثالین پیش کرکے باور کرانے لگے کہ آل محمدؐ مین سے اگر کوئی حکمران ہوگا تو اسی طرح عادلانہ حکومت کرے گا۔ یہ روشن خیال لوگ اپنے کو دعاۃ آل محمدؐ کے لقب سے تعبیر کرتے تھے۔ چونکہ سلسلۂ نسل امام حسینؑ کی دیکھ بھال پر خونریز حکومت کی نظر بالاستقلال قائم تھی کیونکہ اولاد امام حسینؑ خصوصیت کے ساتھ دعویدار سلطنت و انتقام سمجھی جاتی تھی اس لیے دعاۃ نے بنی ہاشم مین سے محمد حنفیہ کو اپنا مرجع قرار دیا اور سمجھا کہ یہ رابطہ چندان مخدوش نہین ہے۔ محمد حنفیہ کی مدبری و باخبری سے دعاۃ نے بہت فائدہ اُٹھایا۔ اور بہت ہی جلد یہ ترقی کی کہ عرب و عجم مین باوجود اس کے کہ حکومت بنی امیہ بڑے جاہ و جلال سے قائم تھی مگر دعاۃ کی سعی کا سلسلہ بھی عراق و حجاز سے لیکر خراسان تک پھیل گیا۔ محمد حنفیہ کے بعد دعاۃ نے اُن کے فرزند اکبر ابو ہاشم

عبداللہ بن محمد حنفیہ کو اپنا مرکز بنایا اور انھین کی ہدایتون پر چلے۔

سنہ ۹۷ھ مین ابوہاشم دمشق مین خلیفہ سلیمان بن عبدالملک کے مہمان ہوئے اور باہم صحبتین رہین۔ سلیمان کے دل مین ان کے متعلق ایک خیال پیدا ہوا۔ چنانچہ ایک روز اُس نے اپنے معتمدین سے کہا کہ مجھ سے آج تک کسی ایسے قریشی سے گفتگو نہین ہوئی جو ابوہاشم سے مشابہ ہو۔ میرا گمان ہے کہ جس کی نسبت ہم سے پیشینگوئیان بیان کی جاتی ہین وہ ابوہاشم ہی ہے۔ بعدازین جب ابوہاشم رخصت ہوئے تو سلیمان نے اُن کو اور اُن کے رفیقون کو بہت کچھ دیا لیکن اسی کے ساتھ یہ انتظام کیا کہ کچھ لوگون کو زہر ملا ہوا دودھ دے کر قبائل لخم و جذام کی طرف پہلے سے بھیجدیا۔ یہ لوگ سر راہ اعراب کی طرح کملیان تان کر بیٹھے۔ جب ابوہاشم اُدھر سے گذرے اُن لوگون نے بطور ضیافت وہ دودھ پیش کرنا شروع کیا۔ مگر ابوہاشم ہر ایک کو دعائین دیتے ہوئے بڑھے چلے گئے آخرکار ایک شخص سے دودھ لیکر پی لیا۔ جب اثر زہر محسوس ہوا تو اپنے ہمراہیون سے کہا کہ مجھے زہر دیا گیا دیکھو یہ لوگ کون ہین۔ دیکھا گیا تو وہ سب مفرور ہو چکے تھے۔ ابوہاشم نے کہا کہ بہت جلد مجھے میرے ابن عم کے پاس حُمیمہ مین پہونچاؤ چنانچہ بسرعت تمام اُن کے رفقا اُن کو لیکر ادھر روانہ ہوئے حُمیمہ حوالی شراۃ سرزمین شام مین واقع تھا اور بنی ہاشم مین سے محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب مع اپنے اہل و عیال کے یہان فروکش تھے۔ جب ابوہاشم محمد بن علی کے پاس پہونچے تو اُن سے کہا کہ بھائی مین مرنے والا ہون اور تمکو اپنا جانشین کرتا ہون لو یہ میرے باپ کی وصیت ہے اور اس مین یہ ہے کہ سلطنت تمھاری اولاد کو ملے گی۔ اور ملنے کا وقت اور آثار حصول مقصود اور جو کچھ تمکو طرز عمل اختیار کرنا چاہیے سب کچھ مذکور ہے اور یہ تمام وصایا میرے والد کو اُن کے پدر بزرگوار علی بن ابی طالب سے پہونچے ہین۔ اور یہ شیعہ جو میرے ساتھ ہین ان سے ہمیشہ صلاح نیک لیتے رہنا یہ تمھارے دعاۃ و انصار ہین۔ مین نے تمھارے اہل بیت کی محبت و مودت مین ان کو خوب آزمالیا ہے۔ ان مین سے اس شخص کو جس کا نام میسرہ ہے عراق مین مامور کرنا۔ سرزمین شام

تمھارے رہنے کے لائق نہیں ہے۔ ان دعاۃ کو خراسان مین بھیجنا۔ مگر علاقہ مرو اور مرورود اور بیورد اور نسا سے تجاوز نہ کرین اور نیشاپور اور ابرشہر اور طوس کی طرف نہ جائین۔ مجھے امید ہے کہ خدا تمکو کامیاب فرمائے گا اور تمھاری اولاد مین سے عبداللہ جو خاتون حارثیہ کے بطن سے ہوگا وہ حکمران ہوگا اور اُس کے بعد اُس کا بھائی اور جب سنہ منقضی ہوجائے تو اپنے ایلچیون کو بھیجنا شروع کرنا اور قبل ازین بلا ارسال رسل ورسائل اپنے کام کو استوار و قائم کرتے رہنا۔ اہل عراق تمھارے شیعہ ہین مگر اہل اختلاف ہین اُن مین انھین مین سے دعاۃ مقرر کرنا اور قبائل ربیعہ کو بھی انھین سے ملحق رکھنا۔ قبائل تمیم و قیس مین بہت کم تمھارا ساتھ دینے والے ہین جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے ابتدائی دعوت اسلام مین انصار مین سے بارہ نقیب مقرر فرمائے تھے تم بھی اول بارہ ہی دعاۃ مقرر کرنا اور پھر ستر۔ غرضکہ وصیت نامہ محمد بن علی کو حوالہ کرکے اور سب مدارج سے آگاہ کرکے ابوہاشم نے وفات پائی[۱]۔

محمد بن علی بن عبداللہ نے حسب قرارداد سنہ مین میسرہ کو عراق مین اور خنیس کو اور ابوعکرمہ سراج کو جس کو ابومحمد الصادق بھی کہتے تھے اور حیان عطار کو خراسان مین بھیجا اس وقت خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کی طرف سے جراح بن عبداللہ الحکمی وہان فرمانروا تھا ان دعاۃ نے اپنی کوششین وہان شروع کین اور دعوت قبول کرنیوالون کی عرضداشتین میسرہ کے توسط سے محمد بن علی کے پاس بھیجدین اور بارہ نقیب مقرر کیے گئے۔ اور محمد بن علیؑ نے ایک دستور العمل لکھکر اُن کے پاس بھیجدیا[۲]۔

ربیع الآخر سنہ مین محمد بن علی کے یہان ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام اُنھون نے ابوالعباس عبداللہ رکھا اس کے پندرہ روز کے بعد ابوعکرمہ سراج مع چند دعاۃ کے آیا تو محمد بن علی ابوالعباس کو ایک کپڑے مین لپیٹے ہوئے اُن لوگون کے سامنے لائے اور کہا کہ واللہ اس وقت تک تمنائے حکومت رہے گی جب تک اپنا انتقام اپنے دشمنون سے نہ لے لو۔ ابوالعباس ریطہ بنت عبیداللہ بن عبداللہ بن عبدالمدان بن الدیان الحارثی

---

[۱] یعقوبی و کتاب الاشراف مسعودی۔ [۲] تاریخ کبیر طبری [۳] تاریخ کبیر طبری۔

کے بطن سے تھے[1]۔

شروع ۱۲۵ھ مین سلیمان بن کثیر اور مالک بن ہثیم اور قحطبہ بن شبیب جو سر برآوردہ دعاۃ مین سے تھے محمد بن علی کی خدمت مین حاضر ہوئے اور مال و ہدایا پیش کش کیے۔ محمد بن علی نے اُن سے کہا کہ اب مجھسے اور تم سے یہ آخری ملاقات ہے اور میرے بعد یہ میرا بیٹا ابراہیم تمہارا صاحب ہے مگر اقتضائے قضائے الٰہی یہ ہے کہ یہ مقتول ہو اور اس کے بعد میری اولاد مین سے عبد اللہ جو بطن حارثیہ سے ہے اس دعوت کا متمم ہوگا اور خدائے قدیر اُس کو ملک عطا فرمائے گا۔ بعد ازین آخر سنہ مذکور مین محمد بن علی نے وفات پائی اور ابراہیم اُن کے قائم مقام ہوئے اور امام کہلائے[2]۔

مروان بن محمد نے جو خلفائے بنی امیہ مین آخری خلیفہ تھا ۱۳۲ھ مین ابراہیم کو قید کرلیا اور اُن کے اوپر مکان کی چھت گروا کر اُنھین مار ڈالا[3]۔ مگر اب اس سے کیا ہوتا تھا دعاۃ ایران و عراق کو مسخر کر چکے تھے یہ تمام واقعات انشاء اللہ تعالیٰ بعد ازین مفصل مذکور ہونگے۔

۱۲۷ھ مین بنی ہاشم مین سے عبد اللہ بن معاویہ بن عبد اللہ بن جعفر بن ابی طالب کو اہل کوفہ نے بنی امیہ سے جنگ پر آمادہ کیا۔ اس وقت عبد اللہ بن عمر بن عبد العزیز عراق کا حاکم تھا اُس سے جنگ ہوئی مگر اہل کوفہ نے بیوفائی کی اور عبد اللہ بن معاویہ شکست کھا کر مدائن کی طرف چلے گئے۔ اور وہان جدید فوج تیار کر کے حلوان و ہمدان و اصفہان کو فتح کیا اور ایک سلطنت ہاشمیہ کی بنیاد ڈالدی۔ عراق و حجاز سے بنی ہاشم آآکر اُن کے پاس جمع ہونے لگے ان مین منصور عباسی بھی تھے۔ تقریباً تین برس تک عبد اللہ بن معاویہ کا دور حکومت رہا آخر بنی امیہ کے سپہ سالار یزید بن ہبیرہ نے پیاپے جنگ کے بعد اُن کی قوت کو توڑ دیا اور ہزیمت اُٹھا کر ہرات مین چلے گئے۔ یہان ایک شخص جس کا نام مالک تھا دعاۃ مین بڑا صاحب اثر تھا عبد اللہ بن معاویہ اُس کے پاس گئے اور مدد چاہی اور اپنا نام و نسب ظاہر کیا۔ مالک نے کہا کہ عبد اللہ و جعفر تو بنی ہاشم

---

[1] یعقوبی۔ [2] یعقوبی۔ [3] تاریخ کبیر طبری۔ [4] ابن خلدون

کے نام ضرور ہوتے ہیں لیکن یہ معاویہ نام کیسا. عبداللہ نے کہا کہ جب میرے باپ پیدا ہوئے اُس وقت میرے دادا دمشق میں معاویہ بن ابی سفیان کے مہمان تھے. معاویہ نے بتقریب تہنیت مولود میرے دادا کو ایکہزار دینار دیئے اور کہا کہ اس مولود کا نام میرے نام پر رکھو. چنانچہ معاویہ نام رکھدیا گیا. یہ قصہ سنکر مالک نے کہا کہ تمنے تھوڑے سے لالچ میں ان خبیث ناموں کو اختیار کرلیا لہذا ہم تمکو لائق نصرت و رفاقت نہیں سمجھتے. پھر مالک نے ابومسلم خراسانی کو جو میر حلقہ دعاۃ بنا تھا اس حال سے مطلع کیا اور ابومسلم نے عبداللہ کو قید کرنے کے بعد مار ڈالا۔

زید بن علیؑ بن حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالب

خلیفہ ہشام بن عبدالملک کے عہد میں جب یوسف بن عمر ثقفی حاکم عراق ہوا تو اُس نے ہشام کو اطلاع کی کہ خالد بن عبداللہ سابق حاکم عراق کے پاس زید بن علی اور محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب اور داؤد بن علی بن عبداللہ بن عباس آئے تھے۔ خالد اُن کے ساتھ بحسن سلوک پیش آیا اور اُن کو مال دیا اور دس ہزار دینار کو زید سے مدینہ میں ایک قطعۂ زمین خرید کیا۔ ہشام نے ان تینوں کو اپنے دربار میں طلب کر کے استفسار کیا. سب نے حسن سلوک و داد و دہش کا اقرار کیا مگر معاملہ بیع اراضی کا انکار کیا اور ایک روایت میں ہے کہ یوسف بن عمر نے ہشام کو لکھا کہ یزید بن خالد القسری مدعی ہے کہ زید اور محمد بن عمر اور داؤد بن علی اور ابراہیم بن سعد زہری اور ایوب بن سلمہ مخزومی کے پاس اُس کی امانت ہے. غرضکہ بسلسلہ تحقیقات یہ لوگ اولاً دمشق میں بلائے گئے اور پھر ہشام نے تحقیقات کے لیے سوا ابراہیم زہری کے جو اُس کا رشتہ دار تھا اور سب کو یوسف بن عمر کے پاس بھیجدیا. قیام دمشق کے زمانہ میں ہشام سے بعض ایسے افعال ظاہر ہوئے جو زید کو ناگوار ہوئے. جب یوسف بن عمر نے تحقیقات شروع کی تو یزید بن خالد نے خود انکار کردیا کہ میری کوئی امانت ان کے پاس نہیں ہے۔ اسپر

ملہ ابن خلدون۔

یوسف بہت ناخوش ہوا خیر معاملہ رفت وگذشت ہوگیا۔ اور لوگ تو وطن کو واپس چلے گئے مگر زید اور داؤد کوفہ مین رہ گئے۔ اور تقریبًا چار یا پانچ مہینے قیام کیا۔ اس مدت مین اہل کوفہ نے زید کے پاس آمد وشد شروع کی اور بعض شیوخ اہل کوفہ نے رفاقت وہمدردی کا اظہار کیا۔ یہ خبرین پاکر یوسف نے زید کو کوفہ سے نکال دیا۔ مگر مقام عذیب سے اُن کو پھر اہل کوفہ وعدہ نصرت کرکے لوٹا لے گئے۔ شدہ شدہ یہ اخبار دربار دمشق مین بھی پہونچے اور ہشام نے ایک طولانی فرمان یوسف کو لکھا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ تم جانتے ہو اہل کوفہ کو ان اہل بیت کے ساتھ کیسی محبت ہے یہ لوگ اُن کو اُس مرتبہ پر سمجھتے ہین جس مرتبہ کے لائق وہ نہین ہین۔ یہ لوگ اپنے اوپر اُن کی اطاعت کو فرض جانتے ہین اور انھین اپنے دین کا پیشوا اور رہنما مانتے ہین اور یہ عقیدہ رکھتے ہین کہ اُن کو آیندہ پیش آنے والے حوادث کا علم ہے۔ اور انھین وجوہ سے جماعت مین تفرقہ ڈالنے کے لیے اُن کو خروج پر آمادہ کیا کرتے ہین۔ زید ایک شیرین زبان سنجیدہ گفتار مخاصمت مین اپنے مخالف پر غالب آنے والا۔ باتون مین لوگون کو گرویدہ کرنیوالا آدمی ہے اور لوگ اپنی بیوقوفی سے اس خیال سے کہ وہ رسول اللہؐ سے قرابت رکھتا ہے اُس کی طرف بہت مائل ہین۔ لہذا زید کو حسن تدبیر سے وہان سے نکالدو اور لوگون کو علیٰ قدر مراتب باستمالت یا بقہر وغضب زید کی رفاقت سے باز رکھو۔ یوسف اس فرمان کے مطابق مصروف انتظام ہوا۔ اور زید بھی اپنے کام مین سرگرم رہے اور نہایت ہوشمندانہ طریقہ سے اُنھون نے اہل کوفہ سے بیعت لینا شروع کی۔ جو شخص بیعت کے لیے حاضر ہوتا زید اُس سے یہ کہتے تھے کہ مین کتاب خدا وسنت رسول خدا اور ظالمون پر جہاد اور مظلومون اور بیکسون کی حمایت اور محرومون کو حق دلانے اور رد مظالم اور نصرت اہل بیت اور مال فی کو مسلمانون پر بحصہ مساوی تقسیم کرنے کی طرف تمھین دعوت دیتا ہون اگر اس کو قبول کرتے ہو تو بیعت کرو۔ جب ان شرائط کو منظور کرکے کوئی بیعت کرنا چاہتا تھا تو کہتے تھے کہ خدا اور رسول کو درمیان دو کہ اس عہد وپیمان پر قائم اور ظاہر وباطن خیرخواہ رہوگے جب وہ استواری کے ساتھ

عہد کر لیتا تھا تو بیعت کے لیے اُس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے تھے۔ کچھ اوپر دس مہینے یہ اہتمام رہا
یوسف بن عمر نے جب زید کی ان کارروائیون کے روکنے مین شدت کی اور
لوگون کو محسوس ہوا کہ شوکت حکومت کس حد تک موثر ثابت ہونے والی ہے تو انکی
گرمجوشی مین فرق آنے لگا چنانچہ اہل کوفہ مین سے چند سربرآوردہ اشخاص زید کے پاس
آئے اور کہا کہ ابوبکر وعمر کے باب مین آپ کا کیا قول ہے۔ زید نے کہا کہ خدا اُن دونون
پر رحم فرمائے اور بخشدے مین نے اپنے گھرانے مین کسی سے نہین سُنا کہ اُن سے تبرا
کرتا ہوا اور سوا اچھی بات کے کچھ اُن کے حق مین کہتا ہو۔ اُن لوگون نے کہا کہ جب ان
دونون نے تم پر ظلم نہین کیا اور تمھاری سلطنت نہین چھینی تو تم کیون طالب
انتقام ہو۔ زید نے کہا کہ بس زیادہ سے زیادہ ابوبکر وعمر کے باب مین یہ مین کہتا ہون کہ
ہم سلطنت رسول خدا کے لیے سب سے زیادہ حقدار تھے قوم نے ہمکو ہٹا کر اُس سلطنت
پر قبضہ کر لیا مگر ہمارے نزدیک یہ کفر کی حد تک منجر نہین ہوا۔ ابوبکر وعمر نے اپنے اپنے
عہد مین کتاب وسنت کے مطابق عدل وانصاف کے ساتھ لوگون پر حکومت کی۔
اُن لوگون نے کہا کہ اگر ابوبکر وعمر نے تم پر ظلم نہین کیا تو پھر ان بنی امیہ نے بھی تمپر
ظلم نہین کیا تم کیون ہمکو ان سے جنگ کے لئے بلاتے ہو۔ زید نے کہا کہ یہ لوگ ابوبکر و
عمر کی مثل نہین ہین۔ یہ ہمپر اور تمپر اور خود اپنی جانون پر ظلم کر رہے ہین چنانچہ مین تم کو
احکام کتاب خدا وسنت رسول خدا کو زندہ کرنے کے لیے بلاتا ہون اور بدعتون کے مٹانے
کے لیے دعوت دے رہا ہون۔ اگر تم قبول کرو تو یہ تمھاری نیک بختی ہے اور اگر نہ قبول
کرو تو مین تمپر کچھ وکیل نہین مقرر کیا گیا ہون۔ یہ سنکر اُن لوگون نے پیمان بیعت توڑ ڈالا
اور کہنے لگے کہ بس ہمارے امام محمد باقر تھے اور اب جعفر صادق ہین۔ زید نے اُن لوگون
کو رافضی خطاب دیا مگر یہ لوگ کہتے تھے کہ قبل اس کے مغیرہ بن شعبہ جب امیر معاویہ
کی جانب سے حاکم عراق تھا اُس نے اُن کو رافضی کہا تھا۔ ان اہل کوفہ مین سے ایک
گروہ اسی زمانہ مین امام جعفر صادق کی خدمت مین بھی حاضر ہوا اور معاملہ زید کے
متعلق استفسار کیا کہ کیا ہم لوگ اُن سے بیعت کر لین امام علیہ السلام نے فرمایا ہان

بیعت کرلو وہ ہمارے اچھے بزرگ ہین۔ مگر اُن لوگون نے اس اجازت کو ظاہر نہین کیا
زید نے شب چارشنبہ اول ماہ صفر ۱۲۲ھ لشکر کے جمع ہونے کے لیے مقرر
کی تھی اور خاص اہل کوفہ مین سے پندرہ ہزار کے نام زید کے فوجی دفتر مین اسوقت
تک تحریر ہو چکے تھے۔ یوسف بن عمر کو اس تعیین وقت کی خبر ہو گئی اور اُس نے فوراً شیوخ
قبائل کے ذریعہ سے لوگون کو جمع کرکے سہ شنبہ ہی کو مسجد جامع مین نظر بند کر لیا۔ چنانچہ
وقت مقرر پر صرف دو سو اٹھارہ مجاہد زید کے پاس پہونچے۔ زید نے پوچھا اور کیا ہوئے بتایا گیا
کہ سب مسجد مین محصور ہین۔ زید نے اس قلت انصار کی کچھ پروا نہین کی اور سوار ہو کر
نکلے اول ہی پانچسو اہل شام سے مقابلہ ہوا اور تلوار چلی زید نے شکست دی اور آگے بڑھے
اور دوسرا گروہ اہل شام سدراہ ہوا اُن کو بھی زید نے ہزیمت دی اور اسی طرح لڑتے
ہوئے محصورین کو چھوڑانے کے لیے قریب مسجد پہونچے۔ اور اصحاب زید نے نعرے مارنا
شروع کیے کہ آؤ ذلت سے عزت کی طرف چلے آؤ۔ مگر شامیون نے مسجد کی چھت پر سے
اُن پر پتھر برسانا شروع کیے۔ زید اس حصار پر غالبا اس خیال سے کہ مسجد ہے نہین لڑے
اور لوٹے واپسی مین پھر ایک گروہ اہل شام سے جنگ شدید ہوئی اور بہت سے شامی
مارے گئے۔ چارشنبہ کی شام تک جابجا اہل شام نے شکستین کھائین۔
پنجشنبہ کی صبح سے یوسف بن عمر نے پھر جنگ کا سلسلہ شروع کیا اور پھر زید نے
شامیون کی حملہ آور جماعتون کو ہزیمتین دینا شروع کین۔ قریب شام اہل شام نے مجتمع
ہو کر نہایت شدت سے تیر برسائے اسی ہنگامہ کارزار مین ایک تیر زید کی پیشانی پر بائین
جانب کو ایسا کاری لگا کہ دماغ مین پیوست ہو گیا۔ اُن کے رفقا میدان جنگ سے اُن کو
اُٹھالے گئے اہل شام کو اس سانحہ کی کچھ خبر نہ ہوئی اور سمجھے کہ شام ہو جانے کی وجہ سے
جنگ ملتوی کر دی گئی ہے۔ اس زخم کاری سے زید اُسی شب جان بحق تسلیم ہوئے اور
اُن کی نعش مخفی طور پر دفن کر دی گئی۔ دوسرے روز یوسف بن عمر نے تفحص شروع کیا۔
اور گھرون کی تلاشیان لین اور منادی کرادی کہ زید کے ساتھیون مین سے جسکا کوئی سر
لائے گا اُسکو پانچسو درہم انعام دیا جائے گا۔ زید کے ایک سندی غلام نے قبر زید کا پتہ بتا دیا ز اور

مسعودی نے مروج الذہب مین لکھا ہے کہ اُس جراح نے پتہ قبر کا بتایا جو زید کے سر سے تیر نکالنے کے لیے بلایا گیا تھا۔ غرضکہ یوسف بن عمر کے حکم سے نعش زید شہید قبر کھود کر نکالی گئی۔ اور سر کاٹ کر ہشام کے پاس بھیجدیا گیا۔ اور نعش صلیب پر چڑھا دی گئی۔ ہشام نے اول دار الخلافہ دمشق کے دروازہ پر سر کو نصب کرایا پھر مدینہ مین تشہیر کرنے کے لیے بھیجدیا۔[۵۱]

زید بزرگان بنی ہاشم مین ایک مرد اولوالعزم تھے کہا کرتے تھے۔ ما احب الحیوة قط احد الا ذل۔ جو کوئی زندگی کو دوست رکھتا ہے وہ ذلیل ہوتا ہے۔[۵۲] معرکہ جنگ مین جب علم کا پھریرا اُنکے سر پر کھلا تو فرمایا کہ الحمد للہ کہ خدا نے مجکو نعمت کمال دین عطا کی۔ واللہ فردائے قیامت کو جب مین حوض کوثر پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے حضور مین حاضر ہوتا اور اُن کی امت مین امر بہ معروف و نہی عن منکر کی خدمت مین بجا لائے ہوئے نہ ہوتا تو آنحضرت سے مجھے شرم آتی۔[۵۳]

جب زید شہید ہوئے اور وہ سب واقعات جو بنی امیہ جو مذکور ہوئے وقوع مین آئے تو خراسان مین جو شیعہ تھے اُن مین غیر معمولی جوش پیدا ہوا۔ اُنھون نے اپنے تشیع کا اعلان کر دیا۔ اور لوگ کثرت سے اُن کے گروہ مین شامل اور اُن کی طرف مائل ہونے لگے اور ان شیعون نے بنی امیہ کے افعال قبیحہ اور وہ ظلم و ستم جو اس قوم نے آل رسول اللہ پر کیے بیان کرنا شروع کیے یہان تک کہ کوئی شہر ایسا باقی نہ رہا کہ جہان یہ چرچا نہ پھیلا۔ وعاۃ نے ظاہر بظاہر کوشش کرنا اختیار کیا بہت سی خوابین دیکھی گئین۔ اور وہ کتابین پڑھی جانے لگین جنمین حوادث آیندہ مذکور تھے۔[۵۴]

زید شیعہ اثنا عشریہ کے نزدیک بھی ممدوح ہین اور محققین امامیہ اُن کی عظمت و جلالت قدر کے معترف ہین۔ چنانچہ شیخ مفید المتوفی ۴۱۳ھ فرماتے ہین کہ وکان زید بن علی بن الحسین علیہما السلام عین اخوتہ بعد ابی جعفر علیہ السلام وافضلہم وکان عابدا ورعا فقیہا سخیا شجاعا وظہر بالسیف یامر بالمعروف وینہی عن المنکر ویطلب بثارات الحسین علیہ السلام (الی ان قال) واعتقد کثیر من الشیعة فیہ الامامة وکان سبب اعتقادہم ذلک

---

[۵۱] تاریخ کبیر ابن جریر طبری۔ [۵۲] یعقوبی [۵۳] فخری مطبوعہ مصر [۵۴] یعقوبی۔

فیہ خروجہ بالسیف یدعوا الی الرضا من آل محمد صلی اللہ علیہ والہ فظنوہ یرید بذلک نفسہ ولم یکن یریدہا بہ لمعرفتہ باستحقاق اخیہ علیہ السلام للامامۃ من قبلہ ووصیۃ عند وفاتہ الی ابی عبد اللہ علیہ السلام۔[1] امام محمد باقرؑ کے سوا زید اپنے اور سب بھائیون سے افضل تھے اور عابد و متقی و سخی و شجاع تھے۔ امر بہ معروف اور نہی عن منکر اور انتقام خون ناحق امام حسینؑ کے لیے اُنھون نے تلوار اُٹھائی اور نصرت و رضائے آل محمدؐ کی طرف لوگون کو دعوت دی۔ اس وجہ سے بہت سے شیعون نے گمان کیا کہ وہ خود مدعی امامت ہین مگر زید کا یہ مقصود نہ تھا بلکہ وہ امام محمد باقرؑ کے استحقاق امامت کے عارف تھے اور یہ بھی اُن کو علم تھا کہ امام محمد باقرؑ نے اپنا وصی امام جعفر صادقؑ کو قرار دیا ہے جب قتل زید کی خبر امام جعفر صادقؑ کو پہونچی آپ کو کمال رنج و قلق ہوا اور آپ نے ہزار دینار ان لوگون کے عیال کو تقسیم فرمائے جو زید کے ساتھ شہید ہوئے تھے۔

امام ابو حنیفہ کا قول ہے کہ جہاد زید رسول اللہ صلعم کے غزوہ بدر سے مشابہ تھا۔ اور جب امام ابو حنیفہ مقتل زید کو یاد کرتے تھے روتے تھے۔[2]

زید شہید کے چار فرزند تھے حسین۔ عیسیٰ۔ محمد۔ یحییٰ۔ ان مین سے یحییٰ کوفہ مین اُنکے ساتھ تھے اور یحییٰ کا سن سولہ برس کا تھا۔ دم واپسین یحییٰ اپنے پدر بزرگوار کے بالین پر تھے۔ زید نے ان سے پوچھا کہ میرے بعد تم کیا کروگے۔ یحییٰ نے عرض کیا کہ بخدا اگر کوئی بھی ساتھ نہ دے گا تو تنہا بنی امیہ سے جنگ کرونگا۔ زید نے کہا کہ بیٹا تم حق پر ہو اور بنی امیہ باطل پر ہین۔ تمھاری طرف کے مقتول جنتی ہین اور اُن کی طرف والے دوزخی۔[3]

بعد شہادت زید ایک شخص نے جو قبیلۂ اسد مین سے تھا یحییٰ کو مشورہ دیا کہ اہل خراسان تمھارے شیعہ ہین تم وہان چلے جاؤ چنانچہ یحییٰ اُس وقت تک کوفہ مین چھپے رہے جبتک حکومت کی جانب سے اُن کے تجسس مین سرگرمی رہی پھر خفیہ طور پر خراسان کی طرف روانہ ہوگئے۔ اور بلخ مین پہونچکر حریش بن عمر بن داؤد کے یہان پناہ گزین ہوئے۔

---

[1] ارشاد مطبوعہ ایران۔ [2] مناقب امام اعظم تالیف موفق بن احمد مکی خوارزمی مطبوعہ حیدر آباد [3] عمدۃ الطالب فی انساب آل ابیطالب۔

جب ۱۲۵ھ مین ہشام کے بعد ولید خلیفہ ہوا تو یوسف بن عمر نے نصر بن سیار امیر خراسان کو لکھا کہ یحییٰ اور حریش کو گرفتار کرکے بھیجدو۔ نصر نے حریش کو پکڑوا بلوایا اور یحییٰ کو مانگا مگر حریش نے انکار کردیا۔ نصر نے حریش کو کوڑون سے پٹوانا شروع کیا۔ یہ دیکھکر قریش بن حریش گھبرا گیا اور اُس نے یحییٰ کو اور اُن دو کوفیون کو جو اُن کے ساتھ آئے تھے اور اُس کے مکان کے اندر کوٹھری مین پوشیدہ تھے ماخوذ کرادیا۔ نصر نے یحییٰ کو قیدخانہ مین بند کردیا اور یوسف کو اطلاع دی۔ یوسف نے خلیفہ ولید بن یزید کو یہ ماجرا لکھا۔ ولید نے نصر کو فرمان بھیجا کہ یحییٰ اور اُن کے اصحاب کو قید مین نہ رکھو۔ نصر نے اُن کو مجلس سے نکالا اور دو ہزار درہم اور دو مرکب دیئے اور ڈرایا کہ فتنہ انگیزی نہ کرنا اور حکم دیا کہ خلیفہ ولید کے دربار مین جاکر حاضر ہو۔ یحییٰ قید سے چھوٹ کر مع اپنے ساتھیون کے سرخس مین آئے اور چند روز وہان قیام کیا۔ نصر نے حاکم سرخس کو لکھا کہ یحییٰ کو وہان نہ ٹھہرنے دو۔ اور اسی طرح حاکم طوس کو بھی لکھ بھیجا کہ یحییٰ وہان ٹھہرنے نہ پائین اور اُن کی نگرانی کے لیے کسی کو اُن کے ساتھ کردو کہ وہ ابر شہر تک جہان عمرو بن زرارہ حاکم ہے اُن کو پہونچا آئے۔ چنانچہ نہ سرخس مین یحییٰ ٹھہرنے پائے نہ طوس مین اور حاکم طوس نے سرحان محافظ سرحد کو مامور کردیا۔ اور وہ کچھ بقدر ضرورت سپاہی ہمراہ لیکر یحییٰ کیساتھ ہولیا۔ ایک روز اثنائے راہ مین سرحان یحییٰ سے ملا اور باہم باتین ہوئین۔ یحییٰ نے برسبیل تذکرہ نصر کے عطیہ کا مشکورانہ ذکر کیا۔ اور خلیفہ ولید کی بھی تعریف کی اور سرحان کے حسن التفات کو دیکھکر ڈرتے ڈرتے یہ بھی کہا کہ یوسف بن عمر سے خائف ہون کہ مجھے زہر دیدے گا یا کسی سختی و مصیبت مین مجھے ڈالے گا۔ سرحان نے تسلی دی کہ ایسا نہو گا۔

جب یحییٰ و سرحان عمرو بن زرارہ کے پاس پہونچے تو عمرو نے یحییٰ کو ایک ہزار درہم دیئے اور آگے روانہ کیا۔ یہان سے چل کر یحییٰ بیہق مین جو خراسان کی سرحد پر قومس کے قریب ہے پہونچے تو اُن کو محسوس ہوا کہ اب وہ ظالمون کی زد پر آگئے چنانچہ وہین سے یحییٰ پھر پڑے۔ اسوقت صرف ستر انکے رفیق اُنکے ساتھ تھے۔ عمرو بن زرارہ نے نصر کو فوراً اطلاع دی۔ نصر نے عبداللہ بن قیس والی سرخس اور حسن بن زید تمیمی والی طوس کو احکام بھیجے کہ فوجین لیکر عمرو بن زرارہ کے پاس پہونچو اور یحییٰ سے جنگ کرو۔ معاً دونون لشکر لیکر ابن زرارہ کے پاس پہونچگئے۔ یحییٰ کو گھیر لیا یحییٰ

کیساتھ وہی ستر مجاہد تھے جنگ ہوئی۔ اتفاق کہ عمرو بن زرارہ جو افسر اعلیٰ تھا مارا گیا اور وہ فوج کثیر جس کی تعداد دس ہزار بیان ہوگئی ہے میدان جنگ سے بھاگ گئی یحییٰ ہرات میں آئے مغلس بن زیاد عامری یہان کا حاکم تھا اُسنے اُن سے کچھ تعرض نکیا اور یحییٰ بھی خاموش وہان سے گذر گئے نصر نے سلم بن احوز کو یحییٰ کی جنگ پر مامور کیا سلم دھاوا کرکے جوزجان میں یحییٰ کے سر پہ پہونچگیا۔ اور میمنہ لشکر پر سورہ بن محمد کندی کو اور میسرہ پر حماد بن عمرو سغدی کو افسر مقرر کرکے صف آرائی کی جنگ شدید ہوئی عین ہنگامہ جدال میں ایک شخص نے جو بنی عنزہ میں سے تھا تاک کر یحییٰ کی پیشانی پر جانستان تیر لگایا یحییٰ اس زخم کاری سے شہید ہوئے۔ اور سب اُن کے رفقا نے بھی اس معرکہ جنگ میں شہادت پائی۔ سورہ کندی نے خود یحییٰ کا سر کاٹا اور اُس تیر انداز عنزی نے انکی قمیص اور اُنکے اسلحہ لے لیے یہ واقعہ ۱۲۵ھ میں وقوع میں آیا۔[۹۱]

یحییٰ اٹھارہ سال کی عمر میں شہید ہوئے انکا سر خلیفہ ولید بن یزید کے پاس بھیجدیا گیا اور پھر ولید کے حکم سے مدینہ میں لیجاکر وہ سر ریطہ مادر یحییٰ کی گود میں رکھدیا گیا۔ یہ دیکھکر اس صابرہ بی بی نے فرمایا تم لوگوں نے مدتوں یحییٰ کو سرگشتہ رکھا اور اب اُسکو قتل کرکے یہ ہدیہ لائے ہو اللہ تعالیٰ یحییٰ اور اُسکے آبائے کرام پر صبح و شام رحمت نازل فرمائے۔[۹۲]

بزرگان بنی ہاشم کی ان ناکامیوں پر شماتت آمیز لہجوں میں کوتاہ بین اشخاص طعنہ زن ہوتے ہیں چنانچہ ابن خلدون بھی فرماتے ہیں کہ حسین بن علی بن ابیطالب سے غلطی ہوئی کہ شوکت بنی امیہ کا اندازہ نکیا اور لڑ پڑے مگر ان طعن کرنے والوں کو سمجھنا چاہیے کہ یہ ناکامیاں نہ تھیں بلکہ حقیقۃً کامیابیاں تھیں بنی ہاشم کی انھیں جانبازیوں نے قوانین الٰہیہ کو بنی امیہ کے آئین واہیہ کی دستبرد سے بچا لیا اور یہی مقصود تھا۔

بسر قصہ سیمرغ و غصہ ہدہد — کسی رسد کہ شناسائے منطق الطیر ست

جو شخص تدبر سے تاریخ کو پڑھے وہ معلوم کرے گا کہ حکومت بنی امیہ نہ دینی حکومت تھی اور نہ وہ سیاسی حکومت جو قوانین عقلیہ کی تابع ہوتی ہے کیونکہ عرب سیاست مدن سے واقف ہی نہ تھے جیسا کہ ابن خلدون نے ثابت کیا ہے۔ اصل امر یہ ہے کہ وہ ایک حکومت جاہلیہ

---

[۹۱] تاریخ کبیر ابن جریر طبری۔ [۹۲] عمدۃ الطالب فی انساب آل ابیطالب۔ [۹۳] مقدمہ ابن خلدون۔

و مستبدہ تھی جو نظام تمدن کو برہم کرنیوالی اور مخلوق خدا کو اُنکے حقوق سے محروم رکھنے والی ثابت ہوئی دور بنی امیہ کے واقعات میں سے بہت مشہور واقعہ ہے کہ عبدالرحمن بن محمد بن اشعث جو خلیفہ عبدالملک کے نامور امیروں اور سپہ سالاروں میں تھا اُس سے اور سپہ سالار اعظم حجاج بن یوسف سے ۸۲ھ میں ناچاقی ہوئی اور نوبت باینجا رسید کہ عبدالرحمن ایران سے عراق کی طرف بڑھا اور فوج جمع کرکے بمقام دیر الجماجم حجاج کے مقابلہ میں صف آرائی کی حجاج دولت بنی امیہ کا رکن اعظم تھا اور شاہی افواج قاہرہ اُسکے زیر حکم تھی اُسکی فوج نے عبدالرحمن کی فوج کو جنگ میں دبا لیا۔

عبدالرحمن کی فوج کے ساتھ مشاہیر فقہا میں سے عبدالرحمن بن ابی لیلی اور ابو البختری اور شعبی اور سعید بن جبیر بھی تھے۔ ابن ابی لیلی نے اپنی طرف والوں سے پکار کر کہا کہ اے گروہ قاریان قرآن فرار تمھارے لیے سب سے زیادہ بدنما ہے میں نے علی بن ابیطالب سے رفع اللہ درجتہ فی الصالحین و اثابہ احسن ثواب الشہدائے والصدیقین اُسوقت سنا ہے کہ جب اہل شام سے صفین میں ہمسے مقابلہ ہوا آپ نے فرمایا کہ اے ایمان والو جس نے دیکھا کہ شیوہ ظلم و جبر اختیار کیا گیا ہے اور امور ناپسندیدہ کی طرف لوگوں کو دعوت دی جارہی ہے اور دلمیں اُسکو برا سمجھا وہ شخص اُن اعمال قبیحہ سے بری ہوا اور جس نے اُن بدکرداریوں سے لوگوں کو زبان سے منع کیا وہ ماجور ہوا اور بمقابلہ اپنے پہلے ساتھی کے افضل قرار پایا۔ اور جس نے تلوار کھینچکر اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے ظالموں کو زیر کرنے میں سعی کی وہ شخص درجۂ ہدایت پر فائز ہوا اور نور یقین نے اسکے قلب کو منور کیا۔ بس تم حضرت علی کی یہ حدیث سُن چکے اب اس گروہ سے جہاد کرو جو حرام کو حلال قرار دیئے ہوئے ہے اور دین کو احداث و بدعتوں سے مٹا رہا ہے اور سراسر ظلم و زیادتی پر عمل کر رہا ہے اور حق کو پہچاننے نہیں دیتا۔

ابو البختری نے کہا کہ ہاں اے مسلمانوں اپنے دین و دنیا کے لیے اہل شام سے لڑو۔ خدا کی قسم اگر یہ لوگ غالب ہوجائیں گے تو تمھارے دین کو فاسد کر ڈالیں گے اور تمھاری دنیا کو بھی تمسے چھین لینگے شعبی نے کہا کہ اے اہل اسلام ان اہل شام سے لڑو اور اُن کی جنگ سے تنگ دل نہو بخدا میرے علم میں اس قوم سے زیادہ ظالم و جفاکار روئے زمین پر اور کوئی قوم نہیں ہے۔ اسطرح جم کر ان سے لڑو کہ یہ گھبرا جائیں۔ سعید بن جبیر نے کہا کہ حسن نیت و یقین سے ان اہل عصیان سے جنگ کرو۔ یہ وہ لوگ ہیں جنکے تمام احکام ظلم و جور پر مبنی ہوتے ہیں اور امر دین میں تجبّر ان کا شعار ہے

اور ضعیف مسلمانون کو حقیر و ذلیل سمجھتے ہین۔ اور نماز کو مٹا رہے ہین[۵۱]۔

المختصر ان چار فقیہون کی بلا اختلاف شہادت سے ہمارا یہ دعویٰ کہ حکومت بنی امیہ حکومت جاہلیہ و مستبدہ اور جور و ظلم سے مملو تھی ثابت ہوگیا اور یہ اشتباہ رفع ہوگیا کہ ہم بنی ہاشم کی طرفداری کی وجہ سے دولت بنی امیہ سے نافر ہین۔

خلفائے بنی امیہ مین سے آخری خلیفہ مروان بن محمد کے قتل کے بعد جب ملک بنی عباس کے قبضہ مین آگیا تو خلیفہ مروان بن محمد کا بیٹا عبداللہ مع اپنے حشم و خدم کے بھاگ کر ملک نوبہ مین پناہ گزین ہوا یہ خلیفہ زادہ خود راوی ہے کہ بادشاہ نوبہ مجھسے ملنے آیا اور آکر زمین پر بیٹھ گیا حالانکہ مین نے اسکے لیے عمدہ فرش بچھوایا تھا۔ یہ دیکھکر مین نے کہا کہ آپ ہمارے فرش پر کیون نہین بیٹھتے۔ بادشاہ نے کہا کہ مجکو خدا نے بادشاہی عطا کی ہے اسکے شکر مین مجکو تواضع اور فروتنی زیبا ہے۔ پھر مجھ سے پوچھا کہ یہ تو بتاؤ کہ تم لوگ شراب کیون پیتے ہو میکشی کو تو تمھارے قرآن نے تمپر حرام کیا ہے۔ مین نے کہا کہ ہمارے غلامون اور ماتحتون کو اس فعل پر جرأت پڑگئی ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ تم لوگ حالت سفر مین کھیتین کو اپنے گھوڑون وغیرہ سے کچلواتے ہوئے اور برباد کرتے ہوئے کیون چلتے ہو حالانکہ سرزمین خدا مین فساد برپا کرنا تمھارے دین و قرآن مین حرام ہے۔ مین نے کہا کہ ہمارے غلام اور نوکر چاکر جہالت سے ایسا کرتے ہین بادشاہ نے کہا کہ ریشمی لباس اور سونے کا زیور پہننا تمھارے دین و قرآن نے تمپر حرام کیا ہے تم کیون پہنتے ہو مین نے کہا کہ قوم عجم سے ہمکو مدد لینے کی ضرورت لاحق ہوئی اور وہ ہمارے دین مین داخل ہوگئے تو گو کہ ہمین استعمال حریر و طلا ناپسند تھا مگر انھون نے پہنا۔ یہ سنکر بادشاہ نے سر جھکا لیا کبھی اپنے ہاتھ کو الٹتا پلٹتا تھا اور کبھی زمین کو کریدنے لگتا تھا اور کہتا جاتا تھا کہ کیا خوب۔ ہمارے غلام۔ ہمارے ماتحت۔ ہمارے نوکر چاکر۔ قوم عجم ہمارے دین مین داخل ہوگئی۔ پھر سر اٹھایا اور کہا کہ سنو یہ کچھ بھی نہین جو تمنے کہا بلکہ تم وہ قوم ہو جسنے اُن چیزون کو حلال قرار دیا جنکو خدا نے حرام کیا تھا اور اُن افعال کا ارتکاب کیا جن سے خدا نے منع کیا تھا اور رعایا پر ظلم کیا لامحالہ ان بدکردارونکی پاداش مین خدا نے تمھاری دولت و عزت کو سلب کرلیا اور تمھارے گناہون نے تمکو اس خواری مین ڈالا۔ اور ابھی خدا نے تمکو پوری سزا نہین دی۔ کہین آپکے وجہ سے مین بھی مبتلائے عذاب نہون اب آپ یہان سے چلے جائین[۵۲]۔

غضنفر علی

لکھنؤ۔ ۸۔ ربیع الاول ۱۳۴۲ھ ۱۹ اکتوبر ۱۹۲۳ء

---

[۵۱] تاریخ کبیر طبری واقعات ۱۳۲ھ و ۱۳۳ھ [۵۲] مروج الذہب مسعودی و مقدمہ ابن خلدون۔

تصحیح اغلاط

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵	۲۰	مروج الذہہب	مروج الذہب	۹۷	۲۳	ارادہ	کیا ارادہ	۱۳۴	۶	نیاتکم	نبأتکم
،،	۲۱	،،	،،	۱۱۹	۲۲	اخربہم	اصربہم	۱۳۵	۲۰	ستوکتہم	شوکتہم
۸	۵	یاجارانہ	یاجارانہ	۱۲۰	۹	باقتضای	باقتضای	،،	،،	زید	زبید
۹	۶	سنظر	سنظر	۱۲۱	۶	جوشب	حوشب	۱۶۰	۱۶	بجیلہ	بُجیلہ
،،	۱۶	۳۵۵	۳۵۴	۱۲۳	۴	صحبتکم	صحبتہم	۱۶۱	۱۰	انغین	اُسمین
۹	۲۳	سیولی	سیوطی	،،	۵	نثررجال و	نثررجال	۱۶۲	۱۸	ابن عباس	وابن عباس
۱۲	۱۵	خمر	حمیر	،،	۶	یحکم	ویحکم	۱۶۴	۱۳	بنی ہاشم	بنی ہاشم نے
۱۰	۲۲	باہزار	دوہزار	،،	۷	وقت تک	وقت	۱۶۶	۲۱	دعیل	دعبل
۱	۲۳	ستون	ستون	۱۲۵	۸	شیث	شبث	۱۶۸	۱	اورکھہ	اورکچھ
۲	۱۹	ابوہیثم	ابوہیثم	۱۲۶	۸	اتبہم	ابتیم	۱۷۲	۱	التجب	العجب
۴	۶	اوڑاڈے	اوڑائے	،،	۹	یحینیا	یحییا	،،	۱۲	خوف ہوتا	خوف نہ ہوتا
	۱	واقعہ ہدر	واقعہ بدر	،،	۱۹	ینثبت	یتثبت	۱۷۵	۱۶	دھات	دہات
	۷	مسعونہ	معونہ	۱۲۷	۱۳	الراسی	الراسبی	۱۷۶	۲	معمول ہے	معمول بہ ہے
	۹	بدعہدی	قریش کی بدعہدی	،،	،،	گیارہوین	گیارہوین شوال	،،	۱۹	کتاب البیان	کتاب البیان ۵۱
	۵	پرپستور	بدستور	۱۳۰	۱۷	الرسول	رسول	۱۸۲	۷	ابن جرب	ابن جریر
	۲۱	اب بلند	آب بلند	،،	۱۸	ربتیم	ابتیم	۱۸۳	۱۱	یونون	یون
		آوازنین	آوازنین	۱۳۱	۲۰	شخصا	شخصتا	۱۹۲	۴	بپابند	بپابندی
	۱۸	متنصر	متنصرہ	۱۳۲	۲۲	خودرالی	خودرائے	،،	۲۳	دعوور	دعوون
	۱۶	عسود	اسود	۱۳۳	۸	عیال تباہ	عیال کو تباہ	۱۹۹	۱	شتیامیین	شبامیین
	۲۲	پالی	پالی ۵۲	۱۳۳	۲۲	تاتوتا	تاتونا	۲۰۵	۳	یابعر	بالعبر
	۱۷	شنیث	شنبث	۱۳۴	۵	اخرتکم	اخبرتکم	۲۰۸	۱۳	تاکہ فقر کا غم وغصہ	فقیر کو ہلاک

PURCHASED FOR THE
UNIVERSITY OF TORONTO LIBRARY
FROM THE
CANADA COUNCIL SPECIAL GRANT
FOR
ISLAMIC STUDIES

UNIVERSITY OF TORONTO
3 1761 00317372 1

DS
247
H46G43
1923